فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝
سو پوچھو یاد رکھنے والوں سے اگر تم کو معلوم نہیں۔

بہشتی گوہر

مؤلف
حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ
۱۲۸۰-۱۳۶۲ھ

مکتبۃ البشریٰ
کراچی - پاکستان

فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

ترجمہ: سو پوچھو یاد رکھنے والوں سے اگر تم کو معلوم نہیں۔

مؤلف

حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۸۰ھ-۱۳۶۲ھ

کتاب کا نام : بہشتی گوہر

مؤلف : حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

تعداد صفحات : ۲۴۰

قیمت برائے قارئین : ۸۰/-

سن اشاعت : ۱۴۲۹ھ/۲۰۰۸ء

ناشر : مکتبۃ البشریٰ

چوہدری محمد علی چیریٹیبل ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

Z-3، اوورسیز بنگلوز، گلستان جوہر، کراچی۔ پاکستان

فون نمبر : +92-21-7740738

فیکس نمبر : +92-21-4023113

ویب سائٹ : www.ibnabbasaisha.edu.pk

ای میل : al-bushra@cyber.net.pk

ملنے کا پتہ : مکتبۃ البشریٰ، کراچی۔ پاکستان +92-321-2196170

مکتبۃ الحرمین، اردو بازار، لاہور۔ پاکستان +92-321-4399313

المصباح، ۱۶ اردو بازار لاہور 042-7124656-7223210

بک لینڈ، سٹی پلازہ کالج روڈ، راولپنڈی 051-5773341-5557926

دارالاخلاص، نزد قصہ خوانی بازار پشاور 091-2567539

اور تمام مشہور کتب خانوں میں دستیاب ہے۔

عرض ناشر

"بہشتی گوہر" اردو زبان میں فقہ حنفی کی ایک معتبر و مستند کتاب ہے جو خالص مردوں کے مسائل کے بارے میں لکھی گئی ہے۔

آج تک اردو زبان میں جتنی بھی کتابیں اس موضوع پر تالیف کی گئی ہیں، ان میں حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی یہ تصنیف "بہشتی گوہر" ایک امتیازی مقام رکھتی ہے۔

"بہشتی گوہر" کا شمار اگرچہ قدیم کتابوں میں ہوتا ہے مگر یہ آج بھی روز اول کی طرح مقبول و معروف ہے اور آج بھی برصغیر کے تمام دینی مدارس کے طلباء، علماء اور عربی داں طبقہ اس سے استفادہ کر رہے ہیں۔

"بہشتی گوہر" برصغیر کے مختلف اور معروف طباعتی اداروں سے وقتاً فوقتاً شائع ہوتی رہی ہے، تاہم اس بات کی شدت سے ضرورت محسوس کی گئی کہ اس کو متعلمین کی سہولت کے لئے جدید طباعت کے تقاضوں سے ہم آہنگ کر کے طبع کیا جائے۔

ادارۃ البشریٰ نے انتہائی شدت کے ساتھ اس ضرورت کو محسوس کیا، اور اس بات کا بیڑا اٹھایا کہ نفس مضمون و مفہوم میں کسی بنیادی تبدیلی کے بغیر ہی یہ فریضہ سرانجام دیا جائے، چنانچہ ممتاز علماء کرام کی زیر نگرانی انتہائی تحقیق و احتیاط کے ساتھ یہ فریضہ سرانجام پایا۔ اور حاشیہ میں جن فقہی مصادر اور احادیث کا حوالہ دیا گیا ہے، ان کی ازسرنو تحقیق اور تخریج کرائی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس کاوش کو قبول فرمائے اور حضرت مصنف رحمہ اللہ کے بلند درجات کو مزید بلند فرمائے اور ادارۃ البشریٰ کے ساتھ جن حضرات نے جس انداز میں بھی تعاون فرمایا ہے اور فرماتے ہیں، ان کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ہماری اس کاوش کو قبول عام بنائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین

ادارۃ البشریٰ

للطباعة و النشر

۲۹/ رمضان ۱۴۲۹ھ

فہرست

دیباچہ جدیدہ بہشتی گوہر

یہ تو معلوم ہے کہ بہشتی گوہر کوئی مستقل تالیف نہیں ہے، بلکہ منتخب رسالہ ہے رسالہ "علم الفقہ" مؤلفہ مولانا عبدالشکور صاحب سے جیسا کہ اس کے دیباچہ قدیمہ سے ظاہر ہے۔ مگر اس مرتبہ بعض مسائل کو علم الفقہ سے ملا کر دیکھا گیا تو اس کے اور اس کے بعض مسائل میں کچھ اختلاف ملا۔ اس پر بہشتی گوہر کا مسودہ تلاش کیا گیا تاکہ معلوم ہو کہ یہ اختلاف کس وجہ سے ہوا ہے۔ انتخاب کے وقت ہی یہ اختلاف پیدا ہوا ہے یا بعد میں کسی نے کمی یا زیادتی کی۔ لیکن مسودہ دستیاب نہ ہو سکا۔ نیز بعض مسائل خود اصل علم الفقہ میں محتاج تحقیق مکرر نظر پڑے۔ لہٰذا اب دوبارہ کل بہشتی گوہر پر نظر کرنا ضروری ہوا۔ لہٰذا احقر کے عرض پر حکیم الامت مجدد الملت معظم و محترم حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب (نور اللہ مرقدہ العالی) نے بوجہ کثرت مشاغل اس مرتبہ اس طرح نظر فرمائی کہ بہشتی گوہر کو اول سے آخر تک ایک سرسری نظر سے ملاحظہ فرمایا اور اس میں جس مسئلہ میں شبہ ہوا اس پر نشان کر دیا۔ پھر ان مقامات کو برادر مکرم مولانا ظفر احمد صاحب کی خدمت میں احقر نے حسب الحکم حضرت الامت (رحمہ اللہ) اس غرض سے پیش کیا کہ ان نشان زدہ مقامات کو کتب فقہ میں تلاش کر کے بہشتی گوہر کی عبارت کو درست کر دیا جائے۔ چنانچہ بھائی صاحب موصوف نے نہایت جانفشانی سے اس کام کو انجام دیا اور مواقع ضرورت میں حضرت حکیم الامت (رحمہ اللہ) سے مشورہ بھی فرماتے رہے۔ اسی طرح ان تمام مقامات نشان زدہ کو درست فرمایا۔ جزاہم اللہ تعالیٰ۔ اور چونکہ اس مرتبہ بہشتی گوہر کو دیکھنے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس میں بہت سے مسائل ایسے ہیں کہ ان کا حوالہ نہیں ہے۔ لہٰذا میرے مکرم احباب مولانا وصی اللہ صاحب اعظم گڑھی زاد مجدہ و مولانا مولوی عبدالکریم صاحب گمتھلوی مرحوم نے نہایت محنت و عرق ریزی سے تمام کتب فقہ سے تلاش کر کے ان سب مسائل کے حوالے درج کئے اور جن مسائل میں پہلے حوالے تھے ان میں صفحات کا حوالہ نہ تھا ان سب میں صفحات کے حوالے درج ہوئے اور اگر پہلی لکھی ہوئی کتاب میں باوجود تلاش کے مسئلہ نہ مل سکا تو اس کتاب کی جگہ دوسری کتاب کا حوالہ دیا گیا اور مواقع ضرورت میں بعد مشورہ عبارت میں بھی تغیر فرمایا۔ غرض کہ اس مرتبہ اس قدر ترمیم ہوئی ہے کہ گویا بہشتی گوہر کو دوبارہ تالیف کیا گیا ہے اور بہشتی زیور میں تو اس امر کا التزام کیا تھا کہ اس مرتبہ جو کچھ کمی یا اضافہ ہوا ہے اس کی اطلاع حاشیہ پر کر دی ہے، لیکن چونکہ بہشتی گوہر میں تغیر بہت زیادہ ہوا ہے اس لئے اس میں اس کا التزام نہیں ہو سکا۔ بلکہ یہ اطلاع دی جاتی ہے کہ اس سے پہلے کے جس قدر مطبوعہ بہشتی گوہر ہیں ان کو اس سے درست کر لیا جائے۔ کیونکہ اس جدید نسخہ کے مسائل صحیح اور مطبوعہ سابق کے بعض مسائل غلط ہیں۔

ضروری التماس

بہشتی زیور اور بہشتی گوہر پر چونکہ پوری طرح نظر ثانی حضرات مذکورہ بالا نے فرمائی ہے، حضرت حکیم الامت (رحمہ اللہ) نے تو محض ایک سرسری نظر فرمائی ہے لہٰذا ان میں جو کوتاہیاں رہ گئی ہوں (اگرچہ اپنے نزدیک تو کوتاہی چھوڑی نہیں ہے) ان کو حضرت حکیم الامت دام ظلہم کی طرف نسبت کر کے خواہ مخواہ معاندانہ اعتراض سے بچیں۔ ہاں طلب حق کیلئے اگر کسی مسئلہ کی بابت دریافت کرنا ہو تو پوچھیں، مگر طرز سوال سے طلب حق یا عناد صاف طور پر معلوم ہو ہی جاتا ہے۔

محمد شبیر علی تھانوی عفی عنہ

۱۳۲۳ھ

اصطلاحاتِ[1] ضروریہ

جاننا چاہیے کہ جو احکام الٰہی بندوں کے افعال اعمال کے متعلق ہیں اُن کی آٹھ قسمیں ہیں: (۱) فرض (۲) واجب (۳) سنت (۴) مستحب (۵) حرام (۶) مکروہ تحریمی (۷) مکروہِ تنزیہی (۸) مباح۔

(۱) **فرض**: وہ ہے جو دلیلِ قطعی سے ثابت ہو اور اس کا بغیر عذر چھوڑنے والا فاسق اور عذاب کا مستحق ہوتا ہے اور جو اس کا انکار کرے وہ کافر[2] ہے۔ پھر اس کی دو قسمیں ہیں۔ فرضِ عین، اور فرضِ کفایہ۔

فرضِ عین وہ ہے جس کا ہر ایک پر ضروری ہے اور جو کوئی اس کو بغیر کسی عذر کو چھوڑے وہ مستحق عذاب اور فاسق ہے، جیسے پنج وقتی نماز اور جمعہ کی نماز وغیرہ۔ فرضِ کفایہ وہ ہے جس کا کرنا ہر ایک پر ضروری نہیں، بلکہ بعض لوگوں کے ادا کرنے سے ادا ہو جائے گا اور اگر کوئی ادا نہ کرے تو سب گنہگار ہوں گے جیسے جنازہ کی نماز وغیرہ۔[3]

(۲) **واجب**: وہ ہے جو دلیلِ ظنی[4] سے ثابت ہو، اس کا بلا عذر ترک کرنے والا فاسق ہے اور عذاب کا مستحق ہے، بشرطیکہ بغیر کسی تاویل اور شبہ کے چھوڑے اور جو اس کا انکار کرے وہ بھی فاسق ہے، کافر[5] نہیں۔

(۳) **سنت**: وہ فعل ہے جس کو نبی ﷺ یا صحابہ رضی اللہ عنہم نے کیا ہو، اور اس کی دو قسمیں ہیں: سنتِ مؤکدہ اور سنتِ غیر مؤکدہ۔ سنتِ مؤکدہ وہ فعل ہے جس کو نبی ﷺ یا صحابہ رضی اللہ عنہم نے ہمیشہ کیا ہو اور بغیر کسی عذر کے ترک نہ کیا ہو، لیکن ترک کرنے والے پر کسی قسم کا زجر اور تنبیہ نہ کی ہو، اس کا حکم بھی عمل کے اعتبار سے واجب کا ہے، یعنی بلا عذر چھوڑنے والا اور اس کی عادت کرنے والا فاسق اور گنہگار ہے اور نبی ﷺ کی شفاعت[6] سے محروم رہے گا۔ ہاں اگر کبھی چھوٹ جائے تو مضائقہ نہیں، مگر واجب کے چھوڑنے میں بہ نسبت اس کے چھوڑنے کے گناہ زیادہ ہے۔

---

[1] یہ مضمون اصلی مطابع میں سے کسی نے بڑھایا ہے، حضرت مؤلف علامؒ کا نہیں۔ (محشی) [2] ردالمحتار ۱/۲۱۵۔
[3] ردالمحتار ۱/۲۰۶-۲۰۷۔ [4] دلیلِ ظنی وہ دلیل ہے کہ جس میں دوسرا بھی احتمال ضعیف ہو اور دلیلِ قطعی سے درجہ میں مؤخر ہو۔ (محشی)
[5] ردالمحتار ۱/۲۱۶۔ [6] شفاعت سے مراد مطلق شفاعت نہیں جو اہلِ کبائر تک کیلئے عام ہوگی، بلکہ مراد وہ شفاعت ہے جو اتباعِ سنت کا ثمرہ ہے۔ [شامی ۹/۵۵۸]

سنتِ غیر مؤکدہ وہ فعل ہے جس کو نبی ﷺ یا صحابہ رضی اللہ عنہم نے کیا ہو اور بغیر کسی عذر کبھی ترک بھی کیا ہو، اس کا کرنے والا ثواب کا مستحق ہے اور چھوڑنے والا عذاب کا مستحق نہیں، اور اس کو سنتِ زائدہ اور سنتِ عادیہ بھی کہتے ہیں۔ (۱)

(۴) مستحب وہ فعل ہے جس کو نبی ﷺ یا صحابہ رضی اللہ عنہم نے کیا ہو، لیکن ہمیشہ اور اکثر نہیں بلکہ کبھی کبھی۔ اس کا کرنے والا ثواب کا مستحق ہے اور نہ کرنے والے پر کسی قسم کا گناہ نہیں اور اس کو فقہاء کی اصطلاح میں نفل اور مندوب اور تطوّع بھی کہتے ہیں۔ (۲)

(۵) حرام وہ ہے جو دلیلِ قطعی سے ثابت ہو، اس کا منکر کافر ہے اور اس کا بے عذر کرنے والا فاسق اور عذاب کا مستحق ہے۔ (۳)

(۶) مکروہِ تحریمی وہ ہے جو دلیلِ ظنّی سے ثابت ہو، اس کا انکار کرنے والا فاسق ہے جیسے کہ واجب کا منکر فاسق ہے، اور اس کا بغیر عذر کرنے والا گنہگار اور عذاب کا مستحق ہے۔ (۴)

(۷) مکروہِ تنزیہی وہ فعل ہے جس کے نہ کرنے میں ثواب ہو اور کرنے میں عذاب نہ ہو۔ (۵)

(۸) مباح وہ فعل ہے جس کے کرنے میں نہ ثواب ہو اور نہ کرنے میں عذاب نہ ہو۔ (۶)

---

(۱) ردّالمحتار ۱/۲۳۰ و ۹/۵۵۸. (۲) ردّالمحتار ۱/۲۳۰ و ۹/۵۵۸. (۳) ردّالمحتار ایضاً.
(۴) شرح التنویر وردّالمحتار ۹/۵۵۸. (۵) ردّالمحتار ۹/۵۵۷. (۶) ردّالمحتار ایضاً.

بہشتی زیور کا گیارہواں حصہ ملقب بہ

''بہشتی گوہر''

دیباچہ قدیمہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بعد الحمد والصلوٰۃ، یہ رسالہ بہشتی گوہر تتمہ ہے ''بہشتی زیور'' کا جو اس کے قبل دس۱۰ حصوں میں شائع ہو چکا ہے اور جس کے اخیر حصہ کے ختم پر اس تتمہ کی خبر اور ضرورت کو ظاہر کیا جا چکا ہے، لیکن بوجہ کم فرصتی کے اس کے جمیع مسائل کو اصل کتب فقہیہ معتمدہ اولہ سے نقل کرنے کی نوبت نہیں آئی، بلکہ رسالہ علم الفقہ کو جو لکھنؤ سے شائع ہوا ہے، اور جسمیں اکثر جگہ اصل کتب کا حوالہ بھی دیدیا گیا ہے، ایک طالب علمانہ نظر[1] سے مطالعہ کر کے اسمیں سے اس تتمہ کے مناسب یعنی ضروری مسائل جو مردوں کے ساتھ مخصوص ہیں مقصوداً اور کسی عارضی مصلحت سے مسائل مشترکہ تبعاً منتخب کر کے ایک جگہ جمع کرنا کافی سمجھا گیا ہے، البتہ مواقع ضرورت میں اصل کتب سے بھی مراجعت کر کے اطمینان کیا گیا اور جہاں کہیں مضامین یا حوالۂ کتاب کی غلطیاں تھیں اُن سب کی اصلاح اور درستی کر دی گئی، اور کہیں کہیں قدرے کمی بیشی یا تغییرِ عبارت یا مختصر اضافہ بھی کیا گیا ہے، جس سے یہ مجموعہ من وجہ مستقل اور من وجہ غیر مستقل ہو گیا، اور بعض ضروری مسائل ''صفائی معاملات'' سے بھی لئے گئے۔ کچھ بعید نہیں کہ پھر بھی بعض مسائل مہمہ اسمیں رہ گئے ہوں، اس لئے عام ناظرین سے درخواست ہے کہ ایسے ضروری مسائل سے بعنوان سوال اطلاع فرمائیں تا کہ طبع آئندہ میں اضافہ کر دیا جاوے اور خاص اہل علم سے امید ہے کہ ایسی ضروریات کو از خود اسکے اخیر

---

[1] یعنی سرسری نظر سے اور وہ بھی صرف ایک ہی تھی نہ کہ متعدد۔ مقصود یہ ہے کہ جس طرح طالب علم مطالعہ کرتے وقت صرف اُنھیں مقامات کو قابل غور سمجھتا ہے جن میں اس کو شبہ ہوتا ہے اور اُنھیں کی تحقیق کی فکر کرتا ہے اور جو مقامات اس کی سمجھ میں آ جاتے ہیں گو وہ فی نفسہٖ قابل تحقیق ہوں مگر وہ ان کے درپے نہیں ہوتا، یوں ہی ہم نے بھی صرف اُنھیں مقامات کی تحقیق کی ہے جو کہ ہم کو سرسری نظر میں مشتبہ معلوم ہوئے، اور جن مقامات میں ہم کو سرسری نظر میں شبہ نہیں معلوم ہوا ان کے متعلق ہم نے کوئی کاوش نہیں کی، بلکہ وہاں اصل کتاب پر اعتماد کیا ہے۔

میں مثل اضافہ حصہ دہم اصل کتاب بطور ضمیمہ کے ملحق فرمائیں۔ چونکہ اس میں مختلف ابواب کے مسائل ہیں اس لئے بہشتی زیور کے جن حصوں کا اس میں تتمہ ہے جن میں زیادہ مقدار حصہ سوم کے تتمہ کی ہے، ان کے مناسب اس کا تجزیہ کر کے ہر جزو مضمون کے ختم پر جلی قلم سے لکھ دیا جائے گا کہ یہاں فلاں حصہ کا تتمہ ختم ہوا اور آگے فلاں حصہ کا تتمہ شروع ہوتا ہے۔ پس مناسب اور سہل اور مفید طریقہ یہ ہوگا کہ جب کوئی مرد یا لڑکا کوئی حصہ بہشتی زیور کا مطالعہ میں یا درس میں ختم کر چکے تو قبل اسکے کہ آئندہ حصہ شروع کیا جاوے، اس حصۂ مختومہ کا تتمہ اس رسالہ میں سے اس کے ساتھ دیکھ لیا جاوے۔ پھر اصل کتاب کا حصۂ آئندہ دیکھا پڑھا جاوے، اسی طرح اس کا تتمہ بھی ایسا ہی کیا جاوے۔ وعلی ھذا القیاس واللہ الکافی لکل خیر وھو الواقی من کل ضیر۔

کتبہ اشرف علی عفی عنہ

آخر ربیع الاوّل ۱۳۲۴ھ

تتمہ حصہ اوّل

کتابُ الطّہارۃ

پانی کے استعمال کے احکام

مسئلہ: [1] ایسے ناپاک پانی کا استعمال جس کے تینوں وصف یعنی مزہ، بُو اور رنگ نجاست کی وجہ سے بدل گئے ہوں کسی طرح درست نہیں، نہ جانوروں کو پلانا درست ہے، نہ مٹی وغیرہ میں ڈال کر گارا بنانا جائز ہے، اور اگر تینوں وصف نہیں بدلے تو اس کا جانوروں کو پلانا اور مٹی میں ڈال کر گارا بنانا اور مکان میں چھڑکاؤ کرنا درست ہے، مگر ایسے گارے سے مسجد نہ لیپے۔

مسئلہ: [2] دریا، ندی اور وہ تالاب جو کسی کی زمین میں نہ ہو اور وہ کنواں جس کو بنانے والے نے وقف کردیا ہو تو اس تمام پانی سے عام لوگ فائدہ اُٹھا سکتے ہیں، کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ کسی کو اس کے استعمال سے منع کرے یا اس کے استعمال میں ایسا طریقہ اختیار کرے جس سے عام لوگوں کو نقصان ہو، جیسے کوئی شخص دریا یا تالاب سے نہر کھود کر لائے اور اس سے وہ دریا یا تالاب خشک ہوجائے یا کسی گاؤں یا زمین کے غرق ہوجانے کا اندیشہ ہو، تو یہ طریقہ استعمال کا درست نہیں اور ہر شخص کو اختیار ہے کہ اس ناجائز طریقۂ استعمال سے منع کردے۔

مسئلہ: [3] کسی شخص کی مملوک زمین میں کنواں یا چشمہ یا حوض یا نہر ہو تو دوسرے لوگوں کو پانی پینے سے یا

---

[1] إذا تنجس الماء القليل بوقوع النجاسة فيه: إن تغيرت أوصافه، لا ينتفع به من كل وجه كالبول، وإلا جاز سقي الدّواب وبلّ الطّين، ولا يطيّن به المسجد. [الهندية: ١/٢٩] [2] اعلم أنّ المياه أربعة أنواع: الأوّل ماء البحار، ولكل أحد فيها حقّ الشفة وسقي الأراضي، فلايمنع من الانتفاع على أي وجه شاء، والثاني ماء الأودية العظام كسيحون، وللناس فيه حق الشفة مطلقا، وحقّ سقي الأراضي إن لم يضرّ بالعامّة..... فإن أضرّ بأن يفيض الماء ويفسد حقوق النّاس أو ينقطع الماء عن النّهر الأعظم أو يمنع جريان السفن، فلكل واحد مسلما كان أو ذميا أو مكاتباً منعه "زيلعي". [ردّ المحتار، ١٠/١٥-١٦] (فصل الشّرب). [3] لاسقي دوابّه إن خيف تخريب النّهر لكثرتها، ولاسقي أرضه وشجره و زرعه ونصب دولاب ونحوها من نهر غيره وقناته وبئره إلا بإذنه؛ لأن الحق له فيتوقف على إذنه، وله سقي شجر أو خضر زرع في داره حملاً إليه بجراره وأوانيه في الأصح،... ولو كانت البئر أو الحوض أو النّهر في ملك رجل، فله أن يمنع مريد الشفة من الدخول في ملكه إذا كان يجد ماءً بقربه،

جانوروں کو پلانے یا وضو و غسل اور پارچہ شوئی کے لئے پانی لینے سے یا گھڑے بھر کر اپنے گھر کے درخت یا کیاری میں پانی دینے سے منع نہیں کر سکتا، کیونکہ اس میں سب کا حق ہے، البتہ اگر کثرت جانوروں کی وجہ سے پانی ختم ہونے کا یا نہر وغیرہ کے خراب ہونے کا اندیشہ ہو تو روکنے کا اختیار ہے، اور اگر اپنی زمین میں آنے سے روکنا چاہے تو دیکھا جائے گا کہ پانی لینے والے کا کام دوسری جگہ سے بآسانی چل سکتا ہے (مثلاً کوئی دوسرا کنواں وغیرہ ایک میل شرعی سے کم فاصلہ پر موجود ہے اور وہ کسی کی مملوک زمین میں بھی نہیں ہے) یا اُس کا کام بند ہو جاوے گا اور تکلیف ہوگی۔ اگر اُسکی کارروائی دوسری جگہ سے ہو سکے تو خیر، ورنہ اس کنویں والے سے کہا جاوے گا کہ یا تو اس شخص کو اپنے کنویں یا نہر وغیرہ پر آنے کی اس شرط سے اجازت دو کہ نہر وغیرہ توڑے گا نہیں، ورنہ اس کو جس قدر پانی کی حاجت ہے تم خود نکال کر یا نکلوا کر اُسکے حوالہ کرو، البتہ اپنے کھیت یا باغ کو پانی دینا بدون اُس شخص کی اجازت کے دوسرے لوگوں کو جائز نہیں، اس سے ممانعت کر سکتا ہے، یہی حکم ہے خود رو گھاس کا، اور جس قدر نباتات بے تنہ ہیں سب گھاس کے حکم میں ہیں، البتہ تنہ دار درخت زمین والے کی مملوک ہیں۔

مسئلہ[1]: اگر ایک شخص دوسرے کے کنویں یا نہر سے کھیت کو پانی دینا چاہے اور وہ کنویں یا نہر والا اس سے کچھ قیمت لے تو جائز ہے یا نہیں، اس میں اختلاف ہے۔ مشائخ بلخ نے فتویٰ جواز کا دیا ہے۔

مسئلہ[2]: دریا، تالاب اور کنویں وغیرہ سے جو شخص اپنے کسی برتن میں مثل گھڑے، مشک وغیرہ کے پانی بھر لے تو وہ اس پانی کا مالک ہو جائے گا، اس پانی سے بغیر اس شخص کی اجازت کے کسی کو استعمال کرنا درست نہیں۔ البتہ اگر پیاس سے بے قرار ہو جائے تو زبردستی چھین لینا جائز ہے، جبکہ پانی والے کی سخت حاجت سے زائد موجود ہو، مگر اس پانی کا ضمان دینا پڑے گا۔

= فإن لم يجد يقال له أي لصاحب البئر ونحوه: إما أن تخرج الماء إليه أو تتركه ليأخذ الماء بشرط أن لا يكسر ضفته أي حافة النهر ونحوه؛ لأن له حينئذ حق الشفة لحديث أحمد "المسلمون شركاء في ثلث: في الماء، والكلاء، والنار" وحكم الكلاء كحكم الماء، فيقال للمالك: إما أن تقطع وتدفع إليه، وإلا تتركه ليأخذ قدر ما يريد. [الدر المختار ١٠/١٦-١٩] [1] وجوز بعض مشائخ بلخ بيع الشرب لتعامل أهل بلخ، والقياس يترك للتعامل. [وتمام الكلام في الدر المختار ورد المحتار، ١٠/٢٩] (فصل الشرب) [2] وإن كان محرزا في الأواني فالله بعير السلاح كطعام عند المخمصة در، إذا كان فيه فضل عن حاجته لملكه بالإحراز، فصار نظير الطعام، (الدر المختار) ويضمن له ما أخذه لأن حل الأخذ للاضطرار لا ينافي الضمان. [الدر المختار ورد المحتار ١٠/٣٠]

مسئلہ: [۱] لوگوں کے پینے کے لئے جو پانی رکھا ہوا ہو، جیسے گرمیوں میں راستوں پر پانی رکھ دیتے ہیں، اس سے وضو و غسل درست نہیں، ہاں اگر زیادہ ہو تو مضائقہ نہیں، اور جو پانی وضو کے واسطے رکھا ہوا اُس سے پینا درست ہے۔

مسئلہ: [۲] اگر کنویں میں ایک دو مینگنی گر جاوے اور وہ ثابت نکل آوے تو وہ کنواں ناپاک نہیں ہوتا، خواہ وہ کنواں جنگل کا ہو یا بستی کا، اور مُن ہو یا نہ ہو۔

پاکی ناپاکی کے بعض مسائل

مسئلہ: غلہ گاہنے کے وقت یعنی جب اس پر بیلوں کو چلاتے ہیں، اگر بیل غلہ پر پیشاب کریں تو ضرورت کی وجہ سے وہ معاف ہے، یعنی غلہ اس سے ناپاک [۳] نہ ہوگا۔ اور اگر اس وقت کے سوا دوسرے وقت میں پیشاب کریں تو ناپاک ہو جائے گا، اس لئے کہ یہاں ضرورت نہیں۔

مسئلہ: [۴] کافر کھانے کی شے جو بناتے ہیں اسکو اور اسی طرح اُن کے برتن اور کپڑے وغیرہ کو ناپاک نہ کہیں گے، تا وقتیکہ اُس کا ناپاک ہونا کسی دلیل یا قرینہ سے معلوم نہ ہو۔

مسئلہ: [۵] بعض لوگ جو شیر وغیرہ کی چربی استعمال کرتے ہیں اور اسکو پاک جانتے ہیں یہ درست نہیں، ہاں اگر

---

[۱] الماء المسبل في الفلاة لا يمنع التيمم مالم يكن كثيرا، فيعلم أنه للوضوء أيضا، ويشرب ما للوضوء. [الدر المختار ۱/ ۴۷۴ باب التيمم] [۲] قوله: (وبعرتي إبل وغنم) أي: لا نزح بهما، وهذا استحسان، قال في "الفيض" فلا ينجس إلا إذا كان كثيراً سواء كان رطباً أو يابساً، صحيحاً أو منكسراً، ولا فرق بين أن يكون للبئر حاجز كالمصر أو لا كالفلوات هو الصحيح. [رد المحتار ۱/ ۴۲۲] [۳] كما لو بال حمر حفشها لتغليظ بولها اتفاقاً على نحو حنطة تدوسها فقسم أو غسل بعضه أو ذهب بهبة أو أكل أو بيع كما مر حيث يطهر الباقي. [الدر المختار ۱/ ۵۸۸، والهندية ۱/ ۵۰] ولعل المؤلف اختار في ذلك مذهب محمد رحمه الله، فإن بول ما يؤكل لحمه طاهر عنده، ولذا لم يذكر قيد الهبة والتقسيم وإلا فقيدوا المسئلة بالهبة والتقسيم. (ف) [۴] "تمام کتب فقہ میں تقسیم وہبہ کی قید ہے، غالباً یہ مسئلہ امام محمد صاحب رحمہ اللہ کے قول پر بلا قید تقسیم وغیرہ لکھا گیا ہے، کیونکہ وہ بول ما یؤکل لحمہ کو مطلقاً اور حمار وغیرہ کے بول کو ضرورت بلویٰ کی وجہ سے پاک کہتے ہیں"۔ (ظفر احمد) [۵] لا بأس بطعام المجوس كله إلا الذبيحة فإن ذبيحتهم حرام. قال محمد رحمه الله: ويكره الأكل والشرب في أواني المشركين قبل الغسل، ومع هذا لو أكل أو شرب فيها قبل الغسل جاز، ولا يكون آكلاً وشارباً حراماً، وهذا إذا لم يعلم بنجاسة الأواني، فأما إذا علم فإنه لا يجوز أن يشرب ويأكل منها قبل الغسل،... والصلوة في سراويلهم نظير الأكل والشرب من أوانيهم، إن علم أن سراويلهم نجسة لا تجوز الصلوة فيها وإن لم يعلم تكره الصلاة فيها. [الهندية مختصراً ۱/ ۳۴۷] [۶] اختلف في التداوي بالمحرم، وظاهر المذهب المنع،... وقيل: يرخص إذا علم =

طبیب حاذق دیندار کی یہ رائے ہو کہ اس مرض کا علاج سوائے چربی کے اور کچھ نہیں تو ایسی حالت میں بعض علماء کے نزدیک درست ہے، لیکن نماز کے وقت اُسکو پاک کرنا ضروری ہوگا۔

مسئلہ: [1] راستوں کی کیچڑ اور ناپاک پانی معاف ہے، بشرطیکہ بدن یا کپڑے میں نجاست کا اثر نہ معلوم ہو، فتویٰ اسی پر ہے، باقی احتیاط یہ ہے کہ جس شخص کی بازار اور راستوں میں زیادہ آمد و رفت نہ ہو وہ اس کے لگنے سے بدن اور کپڑے پاک کر لیا کرے، چاہے ناپاکی کا اثر بھی محسوس نہ ہو۔

مسئلہ: [2] نجاست اگر جلائی جائے تو اسکا دھواں پاک ہے، وہ اگر جم جائے اور اس سے کوئی چیز بنائی جائے تو وہ پاک ہے، جیسے نوشادر کو کہتے ہیں کہ نجاست کے دھوئیں سے بنتا ہے۔

مسئلہ: [3] نجاست کے اوپر جو گرد و غبار ہو وہ پاک ہے، بشرطیکہ نجاست کی تری نے اسمیں اثر کر کے اسکو تر نہ کر دیا ہو۔

مسئلہ: [4] نجاستوں سے جو بخارات اُٹھیں وہ پاک ہیں، پھل [5] وغیرہ کے کیڑے پاک ہیں، لیکن اُن کا کھانا درست نہیں اگر ان میں جان پڑ گئی ہو، اور گولر وغیرہ سب پھلوں کے کیڑوں [6] کا یہی حکم ہے۔

=فيه الشفاء ولم يعلم دواء آخر. [الدّر المختار ١/٤٠٥] (1) طين الشوارع عفو إذا لم يظهر فيه أثر النّجاسة، الصحيح أنه لمن ابتلى به بحيث يجيء ويذهب في أيام الأوحال، بخلاف من لا يمر بها أصلا في هذه الحالة فلا يعفى في حقّه. [ملخص ما في ردّالمحتار ١/٥٨٣] (2) اما النوشادر المستجمع من دخان النّجاسة فهو طاهر. [ردّ المحتار ١/٥٨٤] (3) وغبار سرقين ومحل كلاب وانتضاح غسالة لاتظهر مواقع قطرها في الإناء عفو [الدّر المختار ١/٥٨٤] وقال العلامة ابن عابدين: والعفو مقيد بما إذا لم يظهر فيه أثر النّجاسة كما نقله في الفتح عن التجنيس، وقال القهستاني: إنه الصحيح، وتمام بحثه في ردّ المحتار. [١/٥٨٣] (4) وبخار نجس... عفو. وفي ردّالمحتار: وما يصيب الثوب من بخارات النّجاسة، قيل: ينجسه، وقيل: لا، وهو الصحيح. [ردّ المحتار ١/٥٨٣] (5) ولا تؤكل السرقة إن تفسخ الدود فيها؛ لأنه ميتة وإن كان طاهرا، قلت: وبه يعلم حكم الدود في الفواكه والثمار. [ردّ المحتار ١/٦٢٠] ويؤخذ منه أن أكل الجبن أو الخل أو الثمار كالنبق بدوده لا يجوز إن نفخ فيه الروح. [ردّالمحتار ٥/٢٩٩] (6) سرکہ اور دوا کے کیڑوں کا بھی یہی حکم ہے، شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ نے تفسیر عزیزی میں آیت شریفہ (انما حرم عليكم الميتة إلخ البقرة:١٧٣) کے ذیل میں لکھا ہے "و کرمے کہ در بعض فواکہ می باشد مانند گولر وغیرہ یا در سرکہ یا اقسام نیز ہمیں حکم دارد بلکہ خوردن آں کرم بہ تبعیت آں میوہ و آں سرکہ نیز جائز است، اما آں کرم را جدا گانہ از آں میوہ واز آں سرکہ برآوردہ خوردن درست نیست" ۶۰۸ [تفسیر عزیزی اردو ۲/۴۲۱، ایچ ایم سعید، کراچی] شاہ صاحب رحمہ اللہ کی اس عبارت کو دیکھ کر بعض حضرات نے بہشتی گوہر کے مسئلہ پر اعتراض کیا ہے، ہم نے عبارات فقہیہ حاشیہ میں نقل کر دی ہیں جن سے بہشتی گوہر کے مسئلہ کو اخذ کیا گیا ہے، اور شاہ صاحب رحمہ اللہ کے کلام کا محمل ہمارے نزدیک یہ نہیں ہے کہ جو کیڑے پھلوں میں ہوتے ہیں اگرچہ وہ علیحدہ ہو سکتے ہوں اور کثیر تعداد میں ہوں ان کو بھی کھا لیا جائے، بلکہ مراد یہ ہے کہ اگر کوئی کیڑا اس میں مخلوط ہو کر کھا لیا جائے تو تبعیت کی وجہ سے اسکا کھانا جائز ہے۔ لان العلة على ما قالوا هي الاستقذار، وهي لا يوجد=

مسئلہ ۸: [1] کھانے کی چیزیں اگر سڑ جائیں اور بُو کرنے لگیں تو ناپاک نہیں ہوتیں، جیسے گوشت، حلوہ، وغیرہ، مگر نقصان کے خیال سے اُن کا کھانا درست نہیں۔

مسئلہ ۹: [2] مشک اور اسکا نافہ [3] پاک ہے، اور اسی طرح عنبر وغیرہ۔

مسئلہ ۱۰: [4] سوتے میں آدمی کے منہ سے جو پانی نکلتا ہے وہ پاک ہے۔

مسئلہ ۱۱: [5] گندا انڈا حلال جانور کا پاک ہے، بشرطیکہ ٹوٹا نہ ہو۔

مسئلہ ۱۲: [6] سانپ کی کینچلی پاک ہے۔

مسئلہ ۱۳: [7] جس پانی سے کوئی نجس چیز دھوئی جاوے وہ نجس ہے، خواہ وہ پانی پہلی دفعہ کا ہو یا دوسری دفعہ کا یا تیسری دفعہ کا، لیکن ان پانیوں میں اتنا فرق ہے کہ اگر پہلی دفعہ کا پانی کسی کپڑے میں لگ جاوے تو یہ کپڑا تین دفعہ دھونے سے پاک ہوگا، اور اگر دوسری دفعہ کا پانی لگ جاوے تو صرف دو دفعہ دھونے سے پاک ہوگا، اور اگر تیسری دفعہ کا لگ جاوے تو ایک ہی دفعہ دھونے سے پاک ہو جاوے گا۔

مسئلہ ۱۴: [8] مردہ انسان جس پانی سے نہلایا جاوے وہ پانی نجس ہے۔

من اختلاط شيء قليل غاية القلة، كما إذا طبخ في قدر ذبابة و انحلت فيه. یہ مطلب نہیں ہے کہ جو کیڑے علیحدہ ہو سکتے ہوں اُن کو قصداً کھالیا جائے جیسا کہ عام طور پر گولر کو عوام آنکھ بند کر کے کھاتے ہیں، عبارات فقہیہ کے علاوہ احادیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے، ابو داود میں ہے: عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: أتي النبي صلى الله عليه وسلم بتمر عتيق، فجعل يفتشه يخرج السوس منه. اسکی شرح میں شیخ مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہ تحریر فرماتے ہیں: فعلم من ذلك أن أكل دود الثمار لا يجوز، و وجهه أن الديدان من الخبائث، وقال تعالى: "ويحرم عليهم الخبائث" [الأعراف:١٥٧] قال القاري: وروى الطبراني بإسناد حسن عن ابن عمر مرفوعاً: نهى أن يفتش التمر عما فيه، فالنهي محمول على التمر الجديد دفعا للوسوسة أو فعله محمول على بيان الجواز. انتهى. قلت: إذا كره أكل الديدان فإذا كان غلبة الظن على وجود الديدان في التمر لا يجوز أكله، إما إذا لم يغلب على الظن وجودها يجوز أكلها، فأما إذا كان قطعي الوجود حرم أكله للنص، فلا معنى لحمله على التنزيه وبيان الجواز. [بذل المجهود ٤/٣٦٥] [1] يحرم أكل لحم أنتن، لا نحو سمن ولبن؛ لأنه يضر لا لأنه نجس، أما نحو اللبن المنتن فلا يضر. [ردّ المحتار ١/٦٢٠] [2] والمسك طاهر حلال وكذا نافجته مطلقاً على الأصح. [تنوير الأبصار مع الدر ١/٤٠٤] [3] ہرن کے اندر جس جگہ سے مشک نکلتا ہے اُسے نافہ کہتے ہیں۔

[4] لعاب النائم طاهر سواء كان من الفم أو منبعثا من الجوف عند أبي حنيفة و محمد رحمهما الله و عليه الفتوى [الهندية ١/٥٢]

[5] كبيضة حال محها [الهداية ١/٥٨] أي تغيّر صفرته دما حتى لو صلى وفي كمه تلك البيضة تجوز صلوته. [البحر الرائق ١/٨٩]

[6] قميص الحية، الصحيح أنه طاهر. [الهندية ١/٥٢] [7] والمياه الثلاثة نجسة متفاوتة، فالأول: إذا أصاب شيئاً يطهر بالثلث، والثاني بالمثنى، والثالث بالواحد. [الهندية ١/٤٧] [8] غسالة الميت نجسة أطلقه محمد في الأصل، والأصح أنه إذا لم يكن

مسئلہ ۱۵: سانپ کی کھال نجس ہے، یعنی وہ جو اس کے بدن سے لگی ہوئی ہے، کیونکہ کیچلی پاک ہے۔[1]

مسئلہ ۱۶: مُردہ انسان کے منہ کا لعاب نجس ہے۔[2]

مسئلہ ۱۷: اکہرے کپڑے میں ایک طرف مقدار معافی سے کم نجاست لگے اور دوسری طرف سرایت کرجائے اور ہر طرف مقدار سے کم ہو، لیکن دونوں کا مجموعہ اس مقدار سے بڑھ جائے تو وہ کم ہی سمجھی جائے گی اور معاف ہوگی، ہاں اگر کپڑا دوہرا ہو یا دو کپڑوں کو ملا کر اس مقدار سے بڑھ جائے تو وہ زیادہ سمجھی جائیگی اور معاف نہ ہوگی۔[3]

مسئلہ ۱۸: دودھ دوہتے وقت دو ایک مینگنی دودھ میں پڑ جائیں یا تھوڑا سا گوبر بقدر دو ایک مینگنی کے گر جائے تو معاف ہے، بشرطیکہ گرتے ہی نکال ڈالا جائے۔ (اور اگر دودھ دوہنے کے وقت کے علاوہ گر جائیگی تو ناپاک ہوجاوے گا)۔[4]

مسئلہ ۱۹: چار پانچ سال کا ایسا لڑکا، جو وضو کو نہیں سمجھتا، وہ اگر وضو کرے یا دیوانہ وضو کرے تو یہ پانی مستعمل نہیں۔[5]

مسئلہ ۲۰: پاک کپڑا اور برتن اور تیز دوسری پاک چیزیں جس پانی سے دھوئی جاویں اس سے وضو اور غسل درست ہے، بشرطیکہ پانی گاڑھا نہ ہوجاوے اور محاورے میں اسکو ماءِ مطلق یعنی صرف پانی کہتے ہوں، اور اگر برتن وغیرہ میں کھانے پینے کی چیز لگی ہو تو اسکے دھوون سے وضو اور غسل کے جواز کی شرط یہ ہے کہ پانی کے تین وصفوں میں سے دو وصف باقی ہوں، گو ایک وصف بدل گیا ہو، اور اگر دو وصف بدل جائیں تو پھر درست نہیں۔[6]

مسئلہ ۲۱: مستعمل پانی کا پینا اور کھانے کی چیزوں میں استعمال کرنا مکروہ ہے، اور وضو غسل اس سے درست نہیں، ہاں ایسے پانی سے نجاست دھونا درست ہے۔[7]

=على بدنه نجاسة يصير الماء مستعملا [لأن محمداً إنما أطلق] لأن الميت لا يخلو عن النجاسة غالبا. [الهندية ۲۶/۱ وردّ المحتار ۳۸۶/۱] [1] جلد الحية نجس و إن كانت مدبوغة لأنه لا يحتمل الدباغة. [الهندية ۵۱/۱] [2] وأما لعاب الميت فقد قيل: إنه نجس. [الهندية ۵۲/۱] [3] ولا يعتبر نفوذ المقدار إلى الوجه الآخر لو الثوب واحداً، بخلاف ما إذا كان ذا طاقين كدرهم متنجس الوجهين. [ردّ المحتار ۵۷۲/۱] [4] يعفى لو وقعتا (بعرتي إبل و غنم) في محلب وقت الحلب فرميتا فورا قبل تفتت وتلون. [الدّر المختار ۴۲۲/۱] [5] صبي توضأ هل يصير الماء مستعملا؟ المختار أنه يصير مستعملا إذا كان الصبي عاقلا و إلا فلا. [الهندية ۲۶/۱ والبحر الرائق ۲۰۶/۱] [6] فلو توضأ متوضئ لتبرد أو تعليم أو لطين بيده لم يصر مستعملا اتفاقا، كزيادة على الثلاث بلا نية قربة، وكغسل نحو فخذ أو ثوب طاهر (الدّر المختار) و نحوه من الجامدات كالقدور والقصاع والثمار. [ردّ المحتار ۳۸۷/۱] [7] يكره شربه والعجن به تنزيها للاستقذار، وعلى رواية نجاسته تحريما. [الدّر المختار ۳۹۱/۱ والبحر الرائق ۲۱۷/۱]

مسئلہ ۲۲: [1] زمزم کے پانی سے بے وضو کو وضو کرنا نہ چاہئے اور اسی طرح وہ شخص جس کو نہانے کی حاجت ہو اس سے غسل نہ کرے، اور اس سے ناپاک چیزوں کا دھونا اور استنجا کرنا مکروہ ہے، ہاں اگر مجبوری ہو کہ پانی ایک میل سے ورے نہ مل سکے اور ضروری طہارت کسی اور طرح بھی حاصل نہ ہو سکتی ہو تو یہ سب باتیں زمزم کے پانی سے جائز ہیں۔

مسئلہ ۲۳: [2] عورت کے وضو اور غسل کے بچے ہوئے پانی سے مرد کو وضو اور غسل نہ کرنا چاہئے، گو ہمارے نزدیک اس سے وضو وغیرہ جائز ہے، مگر امام احمد کے نزدیک جائز نہیں اور اختلاف سے بچنا اولیٰ ہے۔

مسئلہ ۲۴: [3] جن مقاموں پر خدائے تعالیٰ کا عذاب کسی قوم پر آیا ہو جیسے ثمود اور عاد کی قوم، اُس مقام کے پانی سے وضو اور غسل نہ کرنا چاہئے، مثل مسئلہ بالا اسمیں بھی اختلاف ہے، مگر یہاں بھی اختلاف سے بچنا اولیٰ ہے اور مجبوری کو اسکا بھی وہی حکم ہے جو زمزم کے پانی کا ہے۔

مسئلہ ۲۵: [4] تنور اگر ناپاک ہو جائے تو اس میں آگ جلانے سے پاک ہو جائیگا، بشرطیکہ بعد گرم ہونے کے نجاست کا اثر نہ رہے۔

مسئلہ ۲۶: [5] ناپاک زمین پر مٹی وغیرہ ڈال کر نجاست چھپادی جائے اس طرح کہ نجاست کی بُو نہ آوے تو مٹی کا اوپر کا حصہ پاک ہے۔

مسئلہ ۲۷: [6] ناپاک تیل یا چربی کا صابن بنالیا جائے تو پاک ہو جائیگا۔

---

[1] يجوز الوضوء والغسل بماء زمزم عندنا من غير كراهة، بل ثوابه أكثر، وفصّله صاحب لباب المناسك آخر الكتاب، فقال: يجوز الاغتسال والتوضوء بماء زمزم إن كان على الطهارة للتبرك، فلا ينبغي أن يغتسل به جنب ولا محدث ولا في مكان نجس ولا يستنجى به ولا يزال به نجاسة حقيقية، وعن بعض العلماء تحريم ذلك، وقيل: إن بعض الناس استنجى به فحصل له باسور [طحطاوي على المراقي ٢١] رجل معه ماء زمزم في قمقمة وقد رصص رأس الإناء وهو يحمله للعطية أو للاستشفاء لا يجوز له التيمم. [منية المصلّي مع حلبي ٧٠] [2] ومن منهياته التوضي بفضل ماء المرأة. [الدّر المختار ١/٢٨٢] [3] ينبغي كراهة التطهير أيضاً أخذاً مما ذكرنا وإن لم أره لأحد من أئمتنا بماء أو تراب من كل أرض غضب عليها إلا بئر الناقة بأرض ثمود، فقد صرح الشافعية بكراهته ولا يباح عند أحمد. [ردّ المحتار ١/٢٨٣] [4] ويطهر زيت تنجس بجعله صابوناً به يفتى للبلوى، كتنور رش بماء نجس أو بال فيه صبي أو مسح بخرقة مبتلة نجسة لا بأس بالخبز فيه أي بعد ذهاب البلة النجسة بالنار وإلا تنجس. [ردّ المحتار ١/٥٧٠] [5] وإن كانت النجاسة رطبة فألقى عليها لبداً أو ثنى ما ليس نجساً أو كبسها بالتراب فلم يجد ريح النجاسة جازت صلوته. [مراقي الفلاح ٨/٢٠٨] [6] حاشیہ مسئلہ ۲۵ باب ہذا دیکھو۔

مسئلہ ۲۸:[1] فصد کے مقام یا اور کسی عضو کو جو خون پیپ کے نکلنے سے نجس ہو گیا ہو اور دھونا نقصان کرتا ہو تو صرف تر کپڑے سے پونچھ دینا کافی ہے اور بعد آرام ہونے کے بھی اُس جگہ کا دھونا ضروری نہیں۔

مسئلہ ۲۹:[2] ناپاک رنگ اگر جسم میں یا کپڑے میں لگ جاوے یا بال اس ناپاک رنگ سے رنگین ہو جائیں تو صرف اس قدر دھونا کہ پانی صاف نکلنے لگے کافی ہے، اگر چہ رنگ ذور نہ ہو۔

مسئلہ ۳۰:[3] اگر ٹوٹے ہوئے دانت کو جو ٹوٹ کر علیحدہ ہو گیا ہے اس کی جگہ پر رکھ کر جما دیا جائے، خواہ پاک چیز سے یا ناپاک چیز سے، اور اسی طرح اگر کوئی ہڈی ٹوٹ جائے اور اس کے بدلے کوئی ناپاک ہڈی رکھدی جائے یا کسی زخم میں کوئی ناپاک چیز بھر دی جائے اور وہ اچھا ہو جائے تو اُسکو نکالنا نہ چاہئے، بلکہ وہ خود بخود پاک ہو جاوے گا۔

مسئلہ ۳۱:[4] ایسی ناپاک چیز کو جو چکنی ہو، جیسے تیل، گھی اور مُردار کی چربی اگر کسی چیز میں لگ جائے اور اس قدر دھوئی جاوے کہ پانی صاف نکلنے لگے تو پاک ہو جاویگی، اگر چہ اس ناپاک چیز کی چکناہٹ باقی ہو۔

مسئلہ ۳۲:[5] ناپاک چیز پانی میں گرے اور اس کے گرنے سے چھینٹیں اڑ کر کسی پر جا پڑیں تو وہ پاک ہیں، بشرطیکہ اُس نجاست کا کچھ اثر اُن چھینٹوں میں نہ ہو۔

مسئلہ ۳۳:[6] دوہرا کپڑا یا روئی کا کپڑا اگر ایک جانب نجس ہو جائے اور ایک جانب پاک ہو تو کُل ناپاک سمجھا جائے گا،

---

① إذا مسح موضع المحجمة بثلث خرقات رطاب نظاف أجزأه عن الغسل، لأنه يعمل عمل الغسل. [الهندية ۱/۴۹]
② ولا يضرّ بقاء أثر كلون وريح لازم فلا يكلّف في إزالته إلى ماء حارّ أو صابون ونحوه، بل يطهر ماصبغ أو خضب بنجس بغسله ثلاثا، والأولى غسله إلى أن يصفو الماء. [الدّر المختار ۱/۵۸۹] ③ شعر الإنسان ... وعظمه وسنه (طاهر) مطلقا (الدّر المختار) أي سواء كان منه أو من غيره من حي أو ميت قدر الدرهم أو أكثر حمله معه أو أثبته مكانه. [ردالمحتار ۱/۴۰۰] كسر عظمه فوصل بعظم الكلب ولا ينزع الابضرر جازت الصلوة... وفي الفتاوى الخيرية من كتاب الصلوة: سئل في رجل على يده وشم، هل تصح صلوته وإمامته معه أم لا؟ أجاب: نعم تصح صلوته وإمامته بلا شبهة. [ردّ المحتار ۱/۵۹۲]
④ حاشیہ مسئلہ ۲۹ باب ہذا دیکھو۔ ⑤ حمار بال في الماء فخرج منه رشاش، فأصاب من ذلك الرش ثوب إنسان، لا يمنع ذلك الرش جواز الصلوة بذلك الثوب وإن كثر حتى يستيقن أنه أي ذلك الرش بول، وكذا لو رميت العذرة في الماء، فخرج منها رشاش فأصاب ثوباً، إن ظهر أثرها تنجس وإلا فلا، هذا هو المختار. [غنية المتملي (حلبي كبير) ۱۸۹ وملخص ردالمحتار ۱/۶۱۶] ⑥ ولو صلى على شيء مبطن وفي باطنه قذر: إن كان مخيطا لا تجوز صلوته، وإن لم يكن مخيطا جاز صلوته. [منية المصلّي مع حلبي ۱۹۹]

نماز اس پر درست نہیں، بشرطیکہ ناپاک جانب کا ناپاک حصہ نمازی کے کھڑے ہونے یا سجدہ[۱] کرنے کی جگہ ہو اور دونوں کپڑے باہم سلے ہوئے ہوں۔ اور اگر سلے ہوئے نہ ہوں تو پھر ایک کے ناپاک ہونے سے دوسرا ناپاک نہ ہوگا، بلکہ دوسرے پر نماز درست ہے، بشرطیکہ اوپر کا کپڑا اسقدر موٹا ہو کہ اُس میں سے نیچے کی نجاست کا رنگ اور بُو ظاہر نہ ہوتی ہو۔

مسئلہ ۲۳:[۲] مرغی یا اور کوئی پرند پیٹ چاک کرنے اور اُس کی آلائش نکالنے سے پہلے پانی میں جوش دیجائے، جیسا کہ آجکل انگریزوں اور اُن کے ہم مشرب ہندوستانیوں کا دستور ہے تو وہ کسی طرح پاک نہیں ہوسکتی۔

مسئلہ ۲۴:[۳] چاند یا سورج کی طرف پاخانہ یا پیشاب کے وقت منھ یا پیٹھ کرنا مکروہ ہے، نہر اور تالاب وغیرہ کے کنارے پاخانہ پیشاب کرنا مکروہ ہے، اگر چہ نجاست اُسمیں نہ گرے، اور اسی طرح ایسے درخت کے نیچے جس کے سایہ میں لوگ بیٹھتے ہوں، اور اسی طرح پھل پھول والے درخت کے نیچے، جاڑوں میں جس جگہ دھوپ لینے کو لوگ بیٹھتے ہوں، جانوروں کے درمیان میں، مسجد اور عیدگاہ کے اس قدر قریب جس کی بدبُو سے نمازیوں کو تکلیف ہو، قبرستان میں یا ایسی جگہ جہاں لوگ وضو یا غسل کرتے ہوں، راستے میں، اور ہوا کے رخ پر، سوراخ میں، راستے کے قریب اور قافلہ یا کسی مجمع کے قریب مکروہ تحریمی ہے، حاصل یہ ہے کہ ایسی جگہ جہاں لوگ اُٹھتے بیٹھتے ہوں اور اُن کو تکلیف ہو اور ایسی جگہ جہاں سے نجاست بہہ کر اپنی طرف آئے مکروہ ہے۔

پیشاب پاخانہ کے وقت جن اُمور سے بچنا چاہیے

بات[۴] کرنا، بلاضرورت کھانسنا، کسی آیت یا حدیث اور متبرک چیز کا پڑھنا، ایسی چیز جس پر خدا یا نبی یا کسی فرشتے یا

---

[۱] سجدہ میں نہ پیشانی ٹکنے کی جگہ وہ جانب ہو اور نہ ہاتھوں اور گھٹنوں کے ٹکنے کی جگہ ہو۔ (شبیر علی) [۲] وكذا دجاجة ملقاة حالة غلي الماء للنتف قبل شقها (الدرّ المختار) قال في الفتح: إنها لا تطهر أبداً. [ردّ المحتار ۱/۵۹۸] [۳] (يكره) استقبال شمس وقمر لهما وبول وغائط في ماء ولو جارياً، وعلى طرف نهر أو بئر أو حوض أو عين أو تحت شجرة مثمرة أو في زرع أو في ظل ينتفع بالجلوس فيه وبجنب مسجد و مصلى عيد و في مقابر و بين دواب وفي طريق الناس وفي مهب ريح وجحر فأرة أو حية أو نملة وثقب وفي موضع يعبر عليه أحد أو يقعد عليه وبجنب طريق أو قافلة وفي أسفل الأرض إلى أعلاها. [الدرّ المختار ۱/۶۱۰] [۴] (ويكره) التكلّم عليهما وأن يبول قائما أو مضطجعا أو متجردا من ثوبه بلا عذر. [الدرّ المختار ۱/۶۱۲] ويكره دخول=

کسی معظّم کا نام یا کوئی آیت یا حدیث یا دُعا لکھی ہوئی ہو اپنے ساتھ رکھنا، البتہ اگر ایسی چیز جیب میں ہو یا تعویذ کپڑے وغیرہ میں لپٹا ہوا ہو تو کراہت نہیں، بلا ضرورت لیٹ کر یا کھڑے ہو کر پاخانہ پیشاب کرنا، تمام کپڑے اُتار کر برہنہ ہو کر پاخانہ پیشاب کرنا، داہنے ہاتھ سے استنجا کرنا (ان سب باتوں سے بچنا چاہئے)۔

جن چیزوں سے استنجا درست نہیں

ہڈی[1]، کھانے کی چیزیں، لید اور کل ناپاک چیزیں، وہ ڈھیلا یا پتھر جس سے ایک مرتبہ استنجا ہو چکا ہو، پختہ اینٹ، ٹھیکری، شیشہ، کوئلہ، چونا، لوہا، چاندی اور سونا وغیرہ (ق) اور ایسی چیزوں سے استنجا کرنا جو نجاست کو صاف نہ کریں جیسے سرکہ وغیرہ، وہ چیزیں جن کو جانور کھاتے ہوں جیسے بھس اور گھاس وغیرہ، اور ایسی چیزیں جو قیمت دار ہوں، خواہ تھوڑی قیمت ہو یا بہت جیسے کپڑا[2]، عرق وغیرہ، آدمی کے اجزاء جیسے بال، ہڈی اور گوشت وغیرہ۔ مسجد کی چٹائی یا کوڑا یا جھاڑو وغیرہ، درختوں کے پتے، کاغذ خواہ لکھا ہوا ہو یا سادہ، زمزم کا پانی، دوسرے کے مال سے بلا اُس کی اجازت ورضامندی کے، خواہ وہ پانی ہو یا کپڑا یا اور کوئی چیز، روئی اور تمام ایسی چیزیں جن سے انسان یا اُن کے جانور نفع اُٹھائیں، ان تمام چیزوں سے استنجا کرنا مکروہ ہے۔

جن چیزوں سے استنجا بلا کراہت درست ہے

پانی، مٹی کا ڈھیلہ[3]، پتھر، بے قیمت کپڑا اور کل وہ چیزیں جو پاک ہوں اور نجاست کو دُور کردیں، بشرطیکہ مال اور محترم نہ ہوں۔

=المخرج وفي إصبعه خاتم فيه شيء من القرآن أو من أسمائه تعالى لما فيه من ترك التعظيم، وقيل: لا يكره إن جعل فصه إلى باطن الكف، ولو كان ما فيه شيء من القرآن أو من أسمائه تعالى في جيبه لا بأس به، و كذا لو كان ملفوفا في شيء، و التحرز أولى. [غنية المستملي ٦٠] (1) وكره تحريما بعظم و طعام وروث يابس كعذرة يابسة وحجر استنجي به إلا بحرف آخر و آجر وخزف وزجاج وشيء محترم كخرقة ديباج ويمين ولا عذر بيسراه، وفحم و علف حيوان و حق غير و كل ما ينتفع به. [الدّر المختار] قوله: (وشيء محترم) أي ماله احترام واعتبار شرعا، فيدخل فيه كل متقوم إلا الماء ويدخل فيه جزء الآدمي ولو كافرا أو ميتا، وينبغي أن يدخل فيه كناسة مسجد، و كذا ورق الكتابة لصقالته وتقومه، وله احترام أيضاً لكونه آلة لكتابة العلم. [ردّ المحتار ١/٥ ٦٠] (2) یعنی وہ کپڑا جس کو اگر بعد استنجا دھویا جاوے تو اس کی قیمت میں کمی آ جاوے جیسے ریشمی وغیرہ، محترم وہ چیز جو کچھ قدر و قیمت رکھتی ہو۔ (3) بنحو حجر مما هو عين طاهرة قالعة لا قيمة لها كمدر. [الدّر المختار ١/ ٦٠١]

وضو کا بیان

مسئلہ ۱: [1] داڑھی کا خلال کرے اور تین بار منھ دھونے کے بعد خلال کرے اور تین بار سے زیادہ خلال نہ کرے۔

مسئلہ ۲: [2] جو سطح رخسار اور کان کے درمیان میں ہے اسکا دھونا فرض ہے، خواہ داڑھی نکلی ہو یا نہیں۔

مسئلہ ۳: [3] ٹھوڑی کا دھونا فرض ہے، بشرطیکہ داڑھی کے بال اُس پر نہ ہوں یا ہوں تو اسقدر کم ہوں کہ کھال نظر آئے۔

مسئلہ ۴: [4] ہونٹ کا جو حصہ کہ ہونٹ بند ہونے کے بعد دکھائی دیتا ہے اُسکا دھونا فرض ہے۔

مسئلہ ۵: [5] داڑھی یا مونچھ یا بھویں اگر اسقدر گھنی ہوں کہ کھال نظر نہ آئے تو اس کھال کا دھونا جو اس سے چھپی ہوئی ہے فرض نہیں ہے، بلکہ وہ بال ہی قائم مقام کھال کے ہیں، اُن پر سے پانی بہادینا کافی ہے۔

مسئلہ ۶: [6] بھویں یا داڑھی یا مونچھ اگر اسقدر گھنی ہوں کہ اُس کے نیچے کی کھال چھپ جائے اور نظر نہ آئے تو ایسی صورت میں اسقدر بالوں کا دھونا واجب ہے جو حدِ چہرہ کے اندر ہیں، باقی بال جو حدِ مذکورہ سے آگے بڑھ گئے ہوں اُن کا دھونا واجب نہیں۔

مسئلہ ۷: [7] اگر کسی شخص کے مشترک حصہ [9] کا کوئی جزو باہر نکل آئے جس کو ہمارے عرف میں کانچ نکلنا کہتے ہیں تو اس سے وضو جاتا رہے گا، خواہ وہ اندر خود بخود چلا جائے یا کسی لکڑی کپڑے ہاتھ وغیرہ کے ذریعہ سے اندر پہنچایا جائے۔

مسئلہ ۸: [8] منی اگر بغیر شہوت خارج ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا، مثلاً کسی نے کوئی بوجھ اُٹھایا یا کسی اونچے مقام سے گر

---

[1] (وسنّه) ... وتخليل لحية لغير المحرم بعد التثليث. [الدرّ المختار ۱/۲۵۵] [2] فيجب غسل المياقي وما يظهر من الشفة عند انضمامها، وما بين العذار والأذن لدخوله في الحد، وبه يفتى. [الدرّ المختار ۱/۲۱۹] [3] لاخلاف أن المسترسل لا يجب غسله ولا مسحه بل يسن، وأن الخفيفة التي ترى بشرتها يجب غسل ماتحتها، كذافي النهر. وفي البرهان: يجب غسل بشرة لم يسترها الشعر كحاجب وشارب و عنفقة في المختار. أما المستور فساقط غسلها للحرج. [الدرّ المختار ۱/۲۲۶] لاغسل باطن العينين والأنف والفم وأصول شعر الحاجبين واللحية والشارب. [الدرالمختار ۱/۲۲۰] [4،5،6] حاشیہ مسئلہ ۳ باب ہذا دیکھو۔

[7] باسوري خرج دبره، إن أدخله بيده انتقض وضوءه، وإن دخل بنفسه لا ينتقض؛ لعدم تحقق الخروج، لكن ذكر بعده في البحر عن الحلواني أنه إن تيقن خروج الدبر انتقض طهارته بخروج النجاسة من الباطن إلى الظاهر، و به جزم في الإمداد. [الدّر المختار و ردّ المحتار ۱/۳۰۸] [9] یعنی پاخانہ کی جگہ۔ [8] والمني إذا خرج من غير شهوة بأن حمل شيئا فسبقه المني أو سقط من مكان مرتفع يوجب الوضوء. [الهندية ۱/۱۲]

پڑا اور اس صدمہ سے منی بغیر شہوت خارج ہوگئی۔

مسئلہ:[1] اگر کسی کے حواس میں خلل ہو جائے، لیکن یہ خلل جنون اور مدہوشی کی حد کو نہ پہنچا ہو تو وضو نہ جائے گا۔

مسئلہ:[2] نماز میں اگر کوئی شخص سو جائے اور سونے کی حالت میں قہقہہ لگائے تو وضو نہ جائے گا۔

مسئلہ:[3] جنازے کی نماز اور تلاوت کے سجدے میں قہقہہ لگانے سے وضو نہیں جاتا، بالغ ہو یا نابالغ۔

موزوں پر مسح کرنے کا بیان

مسئلہ:[4] بوٹ پر مسح جائز ہے، بشرطیکہ پورے پیر کو مع ٹخنوں کے چھپائے، اور اُسکا چاک تسموں سے اس طرح بندھا ہو کہ پیر کی اسقدر کھال نظر نہ آئے جو مسح کو مانع ہو۔

مسئلہ:[5] کسی نے تیمم کی حالت میں موزے پہنے ہوں تو جب وضو کرے تو اُن موزوں پر مسح نہیں کر سکتا، اس لئے کہ تیمم طہارتِ کاملہ نہیں، خواہ وہ تیمم صرف غسل کا ہو یا وضو و غسل دونوں کا ہو یا صرف وضو کا۔

مسئلہ:[6] غسل کرنے والے کو مسح جائز نہیں، خواہ غسل فرض ہو یا سُنت، مثلاً پیروں کو کسی اونچے مقام پر رکھ کر خود بیٹھ جائے اور سوا پیروں کے باقی جسم کو دھوئے، اس کے بعد پیروں پر مسح کرے تو یہ درست نہیں۔

مسئلہ:[7] معذور کا وضو جیسے نماز کا وقت جانے سے ٹوٹ جاتا ہے ویسے ہی اسکا مسح بھی باطل ہو جاتا ہے اور اُس

---

① وأمّا المعته فهو غير ناقض. [طحطاوي على مراقي الفلاح ۹۱] ② ولو قهقه نائماً في الصلوة فالصحيح أنها لا تبطل الوضوء ولا الصلوة. [الهندية ۱/۱۵ و ردالمحتار ۱/۳۰۱] ③ ولو قهقه في سجدة التلاوة أو في صلوة الجنازة تبطل ما كان فيها ولا تنقض الطهارة. [الهندية ۱/۱۵ و ردالمحتار ۱/۳۰۲] ④ شرط مسحه... كونه ساتر... القدم مع الكعب أو يكون نقصانه أقل من الخرق المانع، فيجوز على الزربول لو مشدوداً، إلّا أن يظهر قدر ثلثة أصابع. [الدّر المختار ۱/۴۸۸]

⑤ لا يجوز المسح للمحدث المتيمم. [الهندية ۱/۳۷] ⑥ صح المسح على الخفين في الحدث، أما الجنابة ونحوها لا يصح فيها المسح لورود النص بذلك. [طحطاوي على مراقي الفلاح ۱۲۸] إذا توضأ ولبس ثم أجنب، ليس له أن يشد خفيه فوق الكعبين، ثم يغتسل ويمسح، أو يغتسل قاعدا واضعاً رجليه على شيء مرتفع ثم يمسح الخ. [ردالمحتار ۱/۴۹۶]

⑦ خروج الناقض حقيقة كلمعة أو معنى كتيمم و معذور، فإنه يمسح في الوقت فقط، إلا إذا توضأ ولبس على الانقطاع فكالصحيح. [الدّر المختار ۱/۵۰۲] ⑧ اس مسئلہ کا مطلب یہ ہے کہ معذور کی دو حالتیں ہیں: ایک تو یہ کہ جتنے عرصہ میں اس نے وضو کیا ہے اور موزے پہنے ہیں اس تمام عرصہ میں اس کا وہ مرض جس کے سبب سے وہ معذور ہوا ہے نہ پایا جاوے اور دوسرے یہ کہ مرض مذکور تمام وقتِ مذکور یا اس کے کسی جزو میں پایا جاوے، پہلی صورت کا حکم یہ ہے کہ وقتِ صلوٰۃ کے نکلنے سے اس کا وضو ٹوٹ جاوے گا اور چونکہ اس نے موزے=

کو موزے اُتار کر پیروں کا دھونا واجب ہے۔ ہاں اگر اُسکا مرض وضو کرنے اور موزے پہننے کی حالت میں نہ پایا جائے تو وہ بھی مثل اور صحیح آدمیوں کے سمجھا جائے گا۔

مسئلہ:[①] پیر کا اکثر حصہ کسی طرح دُھل گیا، اس صورت میں موزوں کو اُتار کر پیروں کو دھونا چاہئے۔

حدثِ اصغر یعنی بے وضو ہونے کی حالت کے احکام

مسئلہ:[②] قرآن مجید اور پاروں کے پورے کاغذ کا چُھونا مکروہ تحریمی ہے، خواہ اُس موقع کو چھوئے جسمیں آیت لکھی ہے یا اُس موقع کو جو سادہ ہے، اور اگر پورا قرآن نہ ہو بلکہ کسی کاغذ یا کپڑے یا جھلّی وغیرہ پر قرآن کی ایک پوری آیت لکھی ہوئی ہو، باقی حصہ سادہ ہو تو سادہ جگہ کا چھونا جائز ہے، بشرطیکہ آیت پر ہاتھ نہ لگے۔

مسئلہ:[③] قرآن مجید کا لکھنا مکروہ نہیں، بشرطیکہ لکھے ہوئے کو ہاتھ نہ لگے، گو خالی مقام کو چھوئے، مگر امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خالی مقام کو بھی چھونا جائز نہیں اور یہی احوط ہے۔ پہلا قول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور یہی اختلاف مسئلۂ سابق میں بھی ہے۔ اور یہ حکم جب ہے کہ قرآن شریف اور سیپاروں کے علاوہ کسی کاغذ یا کپڑے وغیرہ میں کوئی آیت لکھی ہو اور اس کا کچھ حصہ سادہ بھی ہو۔

مسئلہ:[④] ایک آیت سے کم کا لکھنا مکروہ نہیں اگر کتاب وغیرہ میں لکھے، اور قرآن شریف میں ایک آیت سے کم کا لکھنا بھی جائز نہیں۔

= طہارت کاملہ پر پہنے ہیں اس لئے اس کا مسح نہ ٹوٹے گا اور تندرستوں کی طرح اقامت کی حالت میں ایک دن اور ایک رات، اور سفر کی حالت میں تین دن اور تین رات مسح کر سکے گا۔ اور دوسری صورت کا یہ حکم ہے کہ وقت کے نکل جانے سے جس طرح اس کا وضو ٹوٹ جاوے گا یونہی اس کا مسح بھی ٹوٹ جاوے گا اور اس کو موزہ اُتار کر پاؤں دھونا پڑیں گے۔ یہ مسئلہ "غنیۃ المستملی" ۱۰۲ میں مذکور ہے۔ (حبیب احمد)

① وينتقض أيضا بغسل أكثر الرجل فيه لو دخل الماء خفه. [الدرّ المختار ۵۱۲] فيجب قلع الخف و غسلهما. [الطحطاوي على مراقي الفلاح ۱۳۳] ② لا يجوز مس المصحف كله المكتوب وغيره، بخلاف غيره فإنه لا يمنع إلا مس المكتوب، كذا ذكره في السراج الوهاج مع أن في الأول اختلافاً فقال في غاية البيان: وقال بعض مشائخنا: المعتبر حقيقة المكتوب حتى أن مس الجلد و مس مواضع البياض لا يكره لأنه لم يمس القرآن، وهذا أقرب إلى القياس، والمنع أقرب إلى التعظيم. [البحر ۱/۴۱۲]
③ لا بأس للجنب أن يكتب القرآن و الصحيفة أو اللوح على الأرض أو الوسادة عند أبي يوسف خلافاً لمحمد. [غنية المستملي ۵۸]
④ ويكره للجنب و الحائض أن يكتبا الكتاب الذي في بعض سطوره آية من القرآن وإن كانا لا يقرء ان القرآن. [الهندية ۱/۴۳] وقيد بالآية، لأنه لو كتب ما دونها لا يكره مسه. [ردّ المحتار ۱/۵۳۶]

مسئلہ:[1] نابالغ بچوں کو حدثِ اصغر کی حالت میں بھی قرآن مجید کا دینا اور چھونے دینا مکروہ نہیں۔

مسئلہ:[2] قرآن مجید کے سوا اور آسمانی کتابوں میں مثل توریت وانجیل وزبور وغیرہ کے بے وضو صرف اسی مقام کا چھونا مکروہ ہے جہاں لکھا ہو۔ سادے مقام کا چھونا مکروہ نہیں اور یہی حکم قرآن مجید کی منسوخ التلاوۃ آیتوں کا ہے۔

مسئلہ:[3] وضو کے بعد اگر کسی عضو کی نسبت نہ دھونے کا شبہ ہو، لیکن وہ عضو متعین نہ ہو تو ایسی صورت میں شک دفع کرنے کے لئے بائیں پیر کو دھوئے، اسی طرح اگر وضو کے درمیان کسی عضو کی نسبت یہ شبہ ہو تو ایسی حالت میں اخیر عضو کو دھوئے، مثلاً کہنیوں تک ہاتھ دھونے کے بعد یہ شبہ ہو تو منہ دھو ڈالے اور اگر پیر دھوتے وقت یہ شبہ ہو تو کہنیوں تک ہاتھ دھو ڈالے، یہ اس وقت ہے کہ اگر کبھی کبھی شبہ ہوتا ہو اور اگر کسی کو اکثر اس قسم کا شبہ ہوتا ہو تو اس کو چاہئے کہ اس شبہ کی طرف خیال نہ کرے اور اپنے وضو کو کامل سمجھے۔

مسئلہ:[4] مسجد کے فرش پر وضو کرنا درست نہیں۔ ہاں اگر اس طرح وضو کرے کہ وضو کا پانی مسجد میں نہ گرنے پائے تو خیر۔ اس میں اکثر جگہ بے احتیاطی ہوتی ہے کہ وضو ایسے موقع پر کیا جاتا ہے کہ پانی وضو کا، فرش مسجد پر بھی گرتا ہے۔

غسل کا بیان

مسئلہ:[1] حدثِ اکبر سے پاک ہونے کے لئے غسل فرض ہے اور حدثِ اکبر کے پیدا ہونے کے چار سبب ہیں:

پہلا سبب: خروجِ منی، یعنی منی کا اپنی جگہ سے بشہوت جدا ہو کر جسم سے باہر نکلنا خواہ سوتے میں یا جاگتے میں، بیہوشی میں یا ہوش میں، جماع سے یا بغیر جماع کے، کسی خیال وتصور سے یا خاص حصے کو حرکت دینے سے یا اور کسی طرح سے۔

---

[1] ولا بأس بدفع المصحف إلى الصبيان وإن كانوا محدثين وهو الصحيح. [الهندية ۱/۴۴] [2] لا يحرم في غير المصحف إلا المكتوب أي موضع الكتابة. [ردالمحتار ۱/۳۴۸] وتفصيل من التوراة والإنجيل والزبور واختلاف الروايات فيه مذكور في ردالمحتار. [۱/۳۴۷] یہ حکم اصلی کتابوں کا ہے جو دنیا میں موجود نہیں۔ جو موجود ہیں وہ تو بڑے بھی غلط ہیں، ان کا چھونا بلاوضو جائز ہے۔
[3] شك في بعض وضوئه أعاد ما شك فيه لو في خلاله ولم يكن الشك عادة له، وإلا لا، ولو علم أنه لم يغسل عضواً وشك في تعيينه غسل رجله اليسرى؛ لأنه آخر العمل. [الدر المختار: ۱/۳۰۹] ولا يخفى أن المراد إذا كان الشك بعد الفراغ، وقياسه أنه لو كان في أثناء الوضوء يغسل الأخير الخ. [ردالمحتار ۱/۳۰۹] [4] و(يكره) الوضوء (إلا فيما أعد لذلك) (الدر المختار) لأن ماءه مستقذر طبعاً، فيجب تنزيه المسجد عنه كما يجب تنزيهه عن المخاط والبلغم، بدائع. [ردالمحتار ۲/۵۲۵] [1] أحدهما خروج المني على وجه الدفق والشهوة من غير إيلاج باللمس أو النظر أو الاحتلام أو الاستمناء... من الرجل والمرأة في النوم واليقظة. [الهندية ۱/۱۷]

مسئلہ: ① اگر منی اپنی جگہ سے بشہوت جدا ہوئی، مگر خاص حصہ سے باہر نکلتے وقت شہوت نہ تھی، تب بھی غسل فرض ہو جائے گا۔ مثلاً منی اپنی جگہ سے بشہوت جدا ہوئی، مگر اس نے خاص حصہ کے سوراخ کو ہاتھ سے بند کرلیا یا روئی وغیرہ رکھ لی، تھوڑی دیر کے بعد جب شہوت جاتی رہی تو اس نے خاص حصہ کے سوراخ سے ہاتھ یا روئی ہٹائی اور منی بغیر شہوت خارج ہوگئی، تب بھی غسل فرض ہو جائے گا۔

مسئلہ: ② اگر کسی کے خاص حصے سے کچھ منی نکلی اور اس نے غسل کرلیا، بعد غسل کے دوبارہ کچھ بغیر شہوت کے نکلی تو اس صورت میں پہلا غسل باطل ہو جائے گا، دوبارہ پھر غسل فرض ہے، بشرطیکہ یہ باقی منی قبل سونے کے اور قبل پیشاب کرنے کے اور قبل چالیس قدم یا اس سے زیادہ چلنے کے نکلے، مگر اس باقی منی کے نکلنے سے پہلے اگر نماز پڑھ لی ہو تو وہ نماز صحیح رہے گی، اس کا اعادہ لازم نہیں۔

مسئلہ: ③ کسی کے خاص حصے سے بعد پیشاب کے منی نکلے تو اس پر بھی غسل فرض ہوگا، بشرطیکہ شہوت کے ساتھ ہو۔

مسئلہ: ④ اگر کسی مرد یا عورت کو اپنے جسم یا کپڑے پر سو کر اٹھنے کے بعد تری معلوم ہو تو اس میں بہت سی صورتیں ہیں۔ منجملہ اُن کے آٹھ صورتوں میں غسل فرض ہے:

۱۔ یقین یا گمان غالب ہو جائے کہ یہ منی ہے اور احتلام یاد ہو۔

---

① وتعتبر الشهوة عند انفصاله عن مكانه لا عند خروجه من رأس الإحليل، إذا احتلم أو نظر إلى امرأة، فزال المني عن مكانه بشهوة، فأمسك ذكره حتى سكنت شهوته، ثم سال المني، عليه الغسل عندهما وعند أبي يوسف لايجب. [الهندية ١/١٧]

② لو اغتسل من الجنابة قبل أن يبول أو ينام وصلى ثم خرج بقية المني، فعليه أن يغتسل عندهما خلافا لأبي يوسف، ولكن لايعيد تلك الصلوة في قولهم جميعا، ولو خرج بعد ما بال أو نام أو مشى لايجب عليه الغسل اتفاقا. [الهندية ١/١٧ ورد المحتار ١/٣٢٨] ③ رجل بال فخرج من ذكره مني: إن كان منتشرا عليه الغسل، وإن كان منكسرا عليه الوضوء. [الهندية ١/١٧]

④ اعلم أن هذه المسئلة على أربعة عشر وجها؛ لأنه إما أن يعلم أنه مني أو مذي أو ودي أو شك في الأولين أو في الطرفين أو في الأخيرين أو في الثلاثة، وعلى كل إما أن يتذكر احتلاما أو لا، فيجب الغسل اتفاقاً في سبع صور منها، وهي ما إذا علم أنه مذي أو شك في الأولين أو في الطرفين أو في الأخيرين أو في الثلاثة مع تذكر الاحتلام فيها، أو علم أنه مني مطلقا، ولايجب اتفاقا فيما إذا علم أنه ودي مطلقا، وفيما إذا علم أنه مذي أو شك في الأخيرين مع عدم تذكر الاحتلام، ويجب عندهما فيما إذا شك في الأولين أو في الطرفين أو في الثلاثة احتياطا، ولايجب عند أبي يوسف للشك في وجود الموجب. [رد المحتار ١/٣٣١] أما إذا لم يتذكر الاحتلام وتيقن أنه مني أو شك هل هو مني أو مذي، فكذلك يجب عليه الغسل في هاتين الحالتين أيضاً إجماعا للاحتياط. [غنية المستملي ٤٢]

۲. یقین ہو جائے کہ یہ منی ہے اور احتلام یاد نہ ہو۔

۳. یقین ہو جائے کہ یہ مذی ہے اور احتلام یاد ہو۔

۴. شک ہو کہ یہ منی ہے یا مذی ہے اور احتلام یاد ہو۔

۵. شک ہو کہ یہ منی ہے یا وَدی ہے اور احتلام یاد ہو۔

۶. شک ہو کہ یہ مذی ہے یا وَدی ہے اور احتلام یاد ہو۔

۷. شک ہو کہ یہ منی ہے یا مذی ہے یا وَدی ہے اور احتلام یاد ہو۔

۸. شک ہو کہ یہ منی ہے یا مذی اور احتلام یاد نہ ہو۔ [۱]

مسئلہ: [۲] اگر کسی شخص کا ختنہ نہ ہوا ہو اور اسکی منی خاص حصہ کے سوراخ سے باہر نکل کر اُس کھال کے اندر رہ جائے جو ختنہ میں کاٹ ڈالی جاتی ہے تو اُس پر غسل فرض ہو جائے گا، اگرچہ وہ منی اُس کی کھال سے باہر نہ نکلی ہو۔

دوسرا سبب: [۳] ایلاج، یعنی کسی باشہوت مرد کے خاص حصہ کے سر کا کسی زندہ عورت کے خاص حصہ یا کسی دوسرے زندہ آدمی کے مشترک حصہ میں داخل ہونا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت یا خنثیٰ اور خواہ منی گرے یا نہ گرے، اس صورت میں اگر دونوں میں غسل کے صحیح ہونے کی شرطیں پائی جاتی ہیں، یعنی دونوں بالغ ہوں تو دونوں پر، ورنہ جس میں پائی جاتی ہیں اُس پر غسل فرض ہو جائے گا۔

مسئلہ: [۴] اگر عورت کمسن ہو مگر ایسی کم سن نہ ہو کہ اُس کیساتھ جماع کرنے سے اس کے خاص حصے اور مشترک حصے کے مل جانے کا خوف ہو تو اس کے خاص حصے میں مرد کے خاص حصے کا سر داخل ہونے سے مرد پر غسل فرض ہو جائے گا، اگر وہ مرد بالغ ہے۔

مسئلہ: [۵] جس مرد کے خصیے کٹ گئے ہوں اُس کے خاص حصے کا سر اگر کسی کے مشترک حصے یا عورت کے خاص

---

[۱] شامی نے اس صورت میں عدمِ وجوب غسل پر اتفاق نقل کیا ہے، جبکہ کبیری میں وجوب پر اجماع لکھا ہے، لہٰذا ہم نے احتیاطاً کبیری کا قول لیا ہے۔ (محشی)۔ [۲] واعلم أنه كما ينقض الوضوء بنزول البول إلى القلفة يجب الغسل بوصول المني إليها. [البحر الرائق ۱/۱۳۲] [۳] [۴] وعند إيلاج حشفة...... آدمي ...... أو قدرها من مقطوعها ...... في أحد سبيلي آدمي حيّ يجامع مثله عليهما لو كانا مكلفين، ولو أحدهما مكلفاً فعليه فقط...... وإن لم ينزل. [الدّر المختار بحذف ۱/۳۲۸] [۵] وجماع الخصي=

حصے میں داخل ہو تب بھی غسل دونوں پر فرض ہو جائیگا اگر دونوں بالغ ہوں، ورنہ اُس پر جو بالغ ہو۔

مسئلہ: [1] اگر کسی مرد کے خاص حصہ کا سر کٹ گیا ہو تو اسکے باقی جسم سے اس مقدار کا اعتبار کیا جائیگا، یعنی اگر بقیہ عضو میں سے بقدرِ حشفہ داخل ہو گیا تو غسل واجب ہوگا، ورنہ نہیں۔

مسئلہ: [2] اگر کوئی مرد اپنے خاص حصے کو کپڑے وغیرہ سے لپیٹ کر داخل کرے تو اگر جسم کی حرارت محسوس ہو تو غسل فرض ہو جائے گا، مگر احتیاط یہ ہے کہ جسم کی حرارت محسوس ہو یا نہ ہو غسل فرض ہو جائے گا۔

مسئلہ: [3] اگر کوئی عورت شہوت کے غلبہ میں اپنے خاص حصہ میں کسی بے شہوت مرد یا جانور کے خاص حصہ کو یا کسی لکڑی وغیرہ کو یا اپنی انگلی کو داخل کرے تب بھی اس پر غسل فرض ہو جائے گا، منی گرے یا نہ گرے، مگر یہ شارحِ مُنیہ کی رائے ہے، اور اصل مذہب میں بدونِ انزال غسل واجب نہیں۔

تیسرا سبب: [4] حیض سے پاک ہونا۔

چوتھا سبب: [5] نفاس سے پاک ہونا۔ ان کے مسائل بہشتی زیور میں گزر چکے۔ دیکھو حصہ دوم۔

جن صورتوں میں غسل فرض نہیں

مسئلہ: [6] منی اگر اپنی جگہ سے بشہوت جدا نہ ہو تو اگر چہ خاص حصہ سے باہر نکل آئے غسل فرض نہ ہوگا۔ مثلاً کسی شخص نے کوئی بوجھ اُٹھایا یا اونچے سے گر پڑا یا کسی نے اُس کو مارا اور اس صدمہ سے اسکی منی بغیر شہوت کے نکل آئی تو غسل فرض نہ ہوگا۔

=یوجب الغسل علی الفاعل والمفعول به لمواراة الحشفة. [فتاوی قاضي خان ۱/۲۱] [1] دیکھو مسئلہ ۸ باب ہذا۔

[2] ولو لف علی ذکره خرقة و أولج ولم ینزل، قال بعضهم: یجب الغسل لأنه یسمّی مولجاً، وقال بعضهم: لا یجب، والأصح إن کانت الخرقة رقیقةً بحیث یجد حرارة الفرج واللذة وجب الغسل وإلّا فلا. والأحوط وجوب الغسل في الوجهین. [البحر الرائق ۱/۱۳۵] [3] ولا عند إدخال إصبع ونحوه کذکر غیر آدمي وذکر خنثی ومیت وصبي لا یشتهي، وما یصنع من نحو خشب في الدبر أو القبل علی المختار [الدر المختار: ۱/۳۳۵]. وفي ردالمحتار: وقوله لأن المختار وجوب الغسل الخ بحث منه سبقه إلیه شارح المنیة حیث قال: والأولی أن یجب في القبل الخ. [ردالمحتار ۱/۳۳۶] [4]، [5] ویجب عند انقطاع حیض ونفاس. [الدر المختار ۱/۳۳٤] [6] قوله: (بشهوة) متعلق بقوله: منفصل احترز به عمّا لو انفصل بضرب أو حمل ثقیل علی ظهره، فلا غسل عندنا. [ردالمحتار ۱/۳۲۶]

مسئلہ:[1] اگر کوئی مرد کسی کمسن عورت کے ساتھ جماع کرے تو غسل فرض نہ ہوگا، بشرطیکہ منی نہ گرے اور وہ عورت اسقدر کمسن ہو کہ اس کے ساتھ جماع کرنے میں خاص حصے اور مشترک حصے کے مل جانے کا خوف ہو۔

مسئلہ:[2] اگر کوئی مرد اپنے خاص حصے میں کپڑا لپیٹ کر جماع کرے تو غسل فرض نہ ہوگا، بشرطیکہ کپڑا اسقدر موٹا ہو کہ جسم کی حرارت اور جماع کی لذت اس کی وجہ سے نہ محسوس ہو مگر احوط یہ ہے کہ بغیبتِ حشفہ سے غسل واجب ہو جائیگا۔

مسئلہ:[3] اگر کوئی مرد اپنے خاص حصے کا جزو مقدار حشفہ سے کم داخل کرے تب بھی غسل فرض نہ ہوگا۔

مسئلہ:[4] مذی اور ودی کے نکلنے سے غسل فرض نہیں ہوتا۔

مسئلہ:[5] استحاضہ سے غسل فرض نہیں ہوتا۔

مسئلہ:[6] اگر کسی شخص کو منی جاری رہنے کا مرض ہو تو اس کے اوپر اس منی کے نکلنے سے غسل فرض نہ ہوگا۔

مسئلہ:[7] سوکر اٹھنے کے بعد کپڑوں پر تری دیکھے تو ان صورتوں میں غسل فرض نہیں ہوتا:

۱: یقین ہو جائے کہ یہ مذی ہے اور احتلام یاد نہ ہو۔

۲: شک ہو کہ یہ منی ہے یا ودی ہے اور احتلام یاد نہ ہو۔

۳: شک ہو کہ یہ مذی یا ودی ہے اور احتلام یاد نہ ہو۔

۴، ۵: یقین ہو جائے کہ یہ ودی ہے اور احتلام یاد ہو یا نہ ہو۔

۶: شک ہو کہ یہ منی ہے یا مذی ہے یا ودی ہے اور احتلام یاد نہ ہو۔ ہاں پہلی، دوسری اور چھٹی صورت میں احتیاطاً غسل کر لینا واجب ہے، اگر غسل نہ کرے گا تو نماز نہ ہوگی اور سخت گناہ ہوگا، کیونکہ اسمیں امام ابو یوسف اور طرفین کا اختلاف ہے۔ امام ابو یوسف نے غسل واجب نہیں کہا اور طرفین نے واجب کہا ہے۔ اور فتویٰ قول طرفین پر ہے۔

---

[1] ولا عند وطئ بهيمة أو ميتة أو صغيرة غير مشتهاة بأن تصير مفضاة بالوطئ وإن غابت الحشفة...... بلا إنزال. [الدر المختار بحذف ۱/۳۳۶] [2] أو لبح حشفته أو قدرها ملفوفة بخرقة إن وجد لذة الجماع وجب الغسل وإلا لا على الأصح، والأحوط الوجوب. [الدر المختار ۱/۳۳٤] [3] حاشیہ مسئلہ ۹ باب ہذا دیکھو۔ [4] وليس في المذي والودي غسل. [الهداية ۱/٤۹]
[5] ودم الاستحاضة كالرعاف الدائم لا يمنع الصلوة ولا الصوم ولا الوطئ. [الهداية ۱/٤٤] [6] دیکھو حاشیہ مسئلہ ا باب ہذا۔
[7] دیکھو حاشیہ مسئلہ ۵ باب "غسل کا بیان"۔

مسئلہ:[1] خنثیٰ (مخنث)[2] کے مشترک حصے میں داخل ہونے سے غسل فرض نہیں ہوتا۔

مسئلہ:[3] اگر کوئی مرد اپنا خاص حصہ کسی عورت یا مرد کی ناف میں داخل کرے اور منی نہ نکلے تو اُس پر غسل فرض نہ ہوگا۔

مسئلہ:[4] اگر کوئی شخص خواب میں اپنی منی گرتے ہوئے دیکھے اور منی گرنے کی لذّت بھی اس کو محسوس ہو، مگر کپڑوں پر تری یا کوئی اور اثر معلوم نہ ہو تو غسل فرض نہ ہوگا۔

جن صورتوں میں غسل واجب ہے

١: اگر[5] کوئی کافر اسلام لائے اور حالتِ کفر میں اُس کو حدثِ اکبر ہوا ہو اور وہ نہ نہایا ہو یا نہایا ہو مگر شرعاً وہ غسل صحیح نہ ہوا ہو تو اُس پر بعد اسلام لانے کے نہانا واجب ہے۔

٢: اگر[6] کوئی شخص پندرہ برس کی عمر سے پہلے بالغ ہو جائے اور اُسے پہلا احتلام ہو تو اُس پر احتیاطاً غسل واجب ہے، اور اُس کے بعد جو احتلام ہو یا پندرہ برس کی عمر کے بعد محتلم ہو تو اُس پر غسل فرض ہے۔

٣: مسلمان[7] مردہ کی لاش کو نہلانا مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے۔

---

① ومنها (أي من أشياء لايغتسل منها) حقنة؛ لأنها لإخراج الفضلات لالقضاء الشهوة. [مراقي الفلاح ١٠١]

② کسی دوا کی حق یا پچکاری مقعد میں پہنچانا۔ (از مصحح)

③ أولج حشفته أو قدرها ملفوفة بخرقة إن وجد لذة الجماع وجب الغسل وإلا لا على الأصح، والأحوط الوجوب. [الدرّ المختار ١/٣٣٤] والأصحّ إن كانت الخرقة رقيقة يجد حرارة الفرج واللذة يجب الغسل وإلا فلا، والأحوط وجوب الغسل في الوجهين. [الهندية ١/١٨]

④ ولو تذكر الاحتلام ولذة الإنزال ولم يربللاً لايجب عليه الغسل. [الهندية ١/١٧ والدّرّ المختار ١/٣٣٣]

⑤ يجب على من أسلم جنبا أو حائضا أو نفساء. [الدّرّ المختار ١/٣٣٨]

⑥ احتلم الصبي أو الصبيّة الاحتلام الذي به البلوغ وأنزلا على وجه الدفق والشهوة لا يجب الغسل؛ لأن الخطاب إنما توجه عقيب الإنزال، فهو سابق على الخطاب، قال قاضي خان: والأحوط وجوب الغسل. [غنية المستملي ٤٦ والدّرّ المختار ١/٣٣٨] ⑦ ويجب أي يفرض على الأحياء المسلمين كفاية أن يغسلوا الميت المسلم إلا الخنثى المشكل فييمّم. [الدّرّ المختار ١/٣٣٧]

جن صورتوں میں غسل سنت ہے (۱)

۱: جمعہ (۲) کے دن نمازِ فجر کے بعد سے جمعہ تک ان لوگوں کو غسل کرنا سنت ہے، جن پر نمازِ جمعہ واجب ہو۔

۲: عیدین (۳) کے دن بعدِ فجر اُن لوگوں کو غسل کرنا سنت ہے، جن پر عیدین کی نماز واجب ہے۔

۳: حج یا عمرے (۴) کے احرام کیلئے غسل کرنا سنت ہے۔

۴: حج کرنے (۵) والے کو عرفہ کے دن بعد زوال کے غسل کرنا سنت ہے۔

جن صورتوں میں غسل کرنا مستحب ہے

۱: اسلام (۶) لانے کے لئے غسل کرنا مستحب ہے اگر حدثِ اکبر سے پاک ہو۔

۲: کوئی (۷) مرد یا عورت جب پندرہ برس کی عمر کو پہنچے اور اس وقت تک کوئی علامت جوانی کی اُس میں نہ پائی جاوے تو اُس کو غسل کرنا مستحب ہے۔

۳: پچھنے (۸) لگوانے کے بعد اور جنون اور مستی اور بیہوشی دفع ہوجانے کے بعد غسل کرنا مستحب ہے۔

۴: مُردے (۹) کو نہلانے کے بعد نہلانے والوں کو غسل کرنا مستحب ہے۔

۵: شب (۱۰) برات یعنی شعبان کی پندرہویں رات کو غسل کرنا مستحب ہے۔

۶: لیلۃ القدر (۱۱) کی راتوں میں اس شخص کو غسل کرنا مستحب ہے، جس کو لیلۃ القدر معلوم ہوئی ہو۔

---

(۱) قال الشامي: هو من سنن الزوائد فلاعتاب بتركه إلخ. [۱/۳۳۹] (۲) تا (۵) وسن لصلوة جمعة ولصلوة عيد هو الصحيح، ولأجل إحرام أي بحج أو عمرة أو بهما، وعرفة بعد الزوال. [الدّر المختار ۱/۳۳۹ و البحر الرائق ۱/۱۴۲]
(۶) وواحد مستحب وهو غسل الكافر إذا أسلم ولم يكن جنبا. [الهندية ۱/۱۸] (۷) و(لا) بأن أسلم طاهرا أو بلغ بالسن (مندوب). [الدّر المختار ۱/۳۳۹] (۸) تا (۱۱) وندب لمجنون أفاق و كذا المغمى عليه، وعند حجامة، وفي ليلة براءة وعرفة وقدر إذا رآها، وعند الوقوف بمزدلفة غداة يوم النحر للوقوف، وعند دخول منى يوم النحر لرمي الجمرة، وكذا لبقية الرمي، وعند دخول مكة لطواف الزيارة، ولصلوة كسوف وخسوف و استسقاء و فزع و ظلمة و ريح شديد، وكذا لدخول المدينة، ولحضور مجمع الناس، ولمن لبس ثوبا جديدا أو غسل ميتا أو يراد قتله، ولتائب من ذنب، ولقادم من سفر. [الدّر المختار ۱/۳۴۱ و ۳۴۲]

۷۔ مدینہ[1] منورہ میں داخل ہونے کے لئے غسل کرنا مستحب ہے۔

۸۔ مزدلفہ[2] میں ٹھہرنے[3] کے لئے دسویں[4] تاریخ کی صبح کو طلوع فجر کے بعد غسل مستحب ہے۔

۹۔ طواف[5] زیارت[6] کے لئے غسل مستحب ہے۔

۱۰۔ کنکری[7] پھینکنے[8] کے وقت غسل مستحب ہے۔

۱۱۔ کسوف[9] اور خسوف اور استسقا کی نمازوں کے لئے غسل مستحب ہے۔

۱۲۔ خوف[10] اور مصیبت کی نماز کے لئے غسل مستحب ہے۔

۱۳۔ کسی[11] گناہ سے توبہ کرنے کے لئے غسل مستحب ہے۔

۱۴۔ سفر[12] سے واپس آنے والے کو غسل مستحب ہے جب وہ اپنے وطن پہنچ جائے۔

۱۵۔ مجلس[13] عامہ میں جانے کے لئے اور نئے کپڑے پہننے کے لئے غسل مستحب ہے۔

۱۶۔ جس[14] کو قتل کیا جاتا ہے اُس کو غسل کرنا مستحب ہے۔

حدث[15] اکبر کے احکام

مسئلہ: جب[16] کسی پر غسل فرض ہو اسکو مسجد میں داخل ہونا حرام ہے۔ ہاں اگر کوئی سخت ضرورت ہو تو جائز ہے۔ مثلاً کسی کے گھر کا دروازہ مسجد میں ہو اور دوسرا کوئی راستہ اُس کے نکلنے کا سوا اس کے نہ ہو اور نہ وہاں کے سوا دوسری جگہ رہ سکتا ہو تو اس کو مسجد میں تیمم کر کے جانا جائز ہے۔ یا کسی مسجد میں پانی کا چشمہ یا کنواں یا حوض ہو اور اس کے سوا کہیں پانی نہ ہو تو اُس مسجد میں تیمم کر کے جانا جائز ہے۔

مسئلہ: عیدگاہ[17]، مدرسے اور خانقاہ وغیرہ میں جانا جائز ہے۔

---

(۱)، (۲) دیکھو حاشیہ ⑧ تا ⑪ صفحہ ۲۲ باب ہذا۔ (۳) یہ قیام ایام حج میں ہوتا ہے اور "مزدلفہ" مکہ کے قریب ایک جگہ ہے۔ (محشی)
(۴) یعنی ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کی صبح کو۔ (۵) دیکھو حاشیہ ⑧ تا ⑪ صفحہ ۲۲ باب ہذا۔ (۶) یہ طواف حج میں ہوتا ہے۔
(۷) دیکھو حاشیہ ⑧ تا ⑪ صفحہ ۲۲ باب ہذا۔ (۸) یہ فعل بھی حج میں ہوتا ہے (محشی) (۹) تا (۱۴) دیکھو حاشیہ ⑧ تا ⑪ صفحہ ۲۲ باب ہذا۔
(۱۵) یعنی بے غسل ہونے کے احکام۔ (۱۶)، (۱۷) ویحرم بالحدث الأكبر دخول مسجد لا مصلى عيد وجنازة ورباط ومدرسة ولو للعبور إلا لضرورة حيث لا يمكنه غيره كأن يكون باب بيته إلى المسجد، ولا يمكنه تحويله ولا يقدر على السكنى في غيره۔

مسئلہ:(١) حیض ونفاس کی حالت میں عورت کی ناف اور زانو کے درمیان جسم کو دیکھنا یا اس سے اپنے جسم کو ملانا جب کوئی کپڑا درمیان میں نہ ہو، اور جماع کرنا حرام ہے۔

مسئلہ:(٢) حیض ونفاس کی حالت میں عورت کا بوسہ لینا اور جھوٹا پانی وغیرہ پینا اور اس سے لپٹ کر سونا اور اسکے ناف اور ناف کے اوپر، زانو اور زانو کے نیچے کے جسم سے اپنے جسم کو ملانا اگرچہ کپڑا درمیان میں نہ ہو، اور ناف اور زانو کے درمیان میں کپڑے کے ساتھ ملانا جائز ہے، بلکہ حیض کی وجہ سے عورت سے علیحدہ ہو کر سونا یا اس کے اختلاط سے بچنا مکروہ ہے۔(٣)

مسئلہ:(٤) اگر کوئی مرد سو اٹھنے کے بعد اپنے خاص عضو پر تری دیکھے اور قبل سونے کے اسکے خاص حصے کو استادگی ہو تو اس پر غسل فرض نہ ہوگا اور وہ تری مذی سمجھی جائے گی، بشرطیکہ احتلام یاد نہ ہو اور اس تری کے منی ہونے کا غالب گمان نہ ہو، اور اگر ران وغیرہ یا کپڑوں پر بھی تری ہو تو غسل بہر حال واجب ہے۔

مسئلہ:(٥) اگر دو مرد یا عورتیں یا ایک مرد اور ایک عورت ایک ہی بستر پر لیٹیں، اور سو اٹھنے کے بعد اس بستر پر منی کا نشان پایا جاوے اور کسی طریقہ سے یہ نہ معلوم ہو کہ یہ کس کی منی ہے اور نہ اس بستر پر اُن سے پہلے کوئی اور سویا ہو تو اس صورت میں دونوں پر غسل فرض ہوگا، اور اگر اُن سے پہلے کوئی اور شخص اُس بستر پر سو چکا ہے اور منی خشک ہے تو

ومن صوره مافي الغاية عن المبسوط: مسافر مرّ بمسجد فيه عين ماء وهو جنب ولا يجد غيره فإنه يتيمم لدخول المسجد عندنا. [الدّر المختار مع ردالمحتار ٣٤٣/١] (١)، (٢) ويمنع حل الطواف وقربان ماتحت إزار يعني مابين سرة و ركبة ولو بلاشهوة، وحل ماعداه مطلقا (الدّر المختار)، فيجوز الاستمتاع بالسرة وما فوقها والركبة وماتحتها ولو بلا حائل، و كذا بما بينهما بحائل بغير الوطي ولو تلطخ دما. [ردالمحتار ٥٣٣/١] وفي الهندية: ومنها حرمة الجماع،... وله أن يقبلها ويضاجعها و يستمتع بجميع بدنها ما خلا ما بين السرة والركبة عند أبي حنيفة وأبي يوسف رحمه الله [٤٤/١] (٣) زانو کے نیچے اور اس سے بدن ملانے کو عام فقہاء نے تو جائز کہا ہے، مگر شامی نے اس کے عورت ہونے کی وجہ سے تامل کیا ہے، مگر یہ تامل تو جمیع بدن میں ہے کیونکہ تو وہ سارا جسم عورت ہے، اور ماتحت الازار میں ساق بھی داخل ہے کیونکہ ساق تو عورت ہے، لہٰذا راجح قول جمہور کا ہے۔ (ظفر احمد)

(٤) وإن استيقظ فوجد في إحليله بللا لا يدري أمني هو أم مذي، ولم يتذكر حلما، ينظر إن كان ذكره منتشرا قبل النوم فلا غسل عليه، وإن كان ساكنا فعليه الغسل، هذا إذا نام قائما أو قاعدا، أما إذا نام مضطجعا أو تيقن أنه مني فعليه الغسل. [غنية مع حلبي ٤٣] (٥) ولو وجد بين الزوجين ماء ولا مميز ولا تذكر ولا نام قبلهما غيرهما اغتسلا، فلو كان قد نام عليه غيرهما و كان المني المرئي يابسا فالظاهر أنه لايجب الغسل على واحد منهما، والتقييد بالزوجين اتفاقي جريا على الغالب، ولذا قال ط: الأجنبي والأجنبية كذلك، وكذا لو كانا رجلين أو امرأتين فالظاهر اتحاد الحكم. [الدّر المختار مع ردالمحتار ٣٣٣/١]

ان دونوں صورتوں میں کسی پر غسل فرض نہ ہوگا۔

مسئلہ: [①] کسی پر غسل فرض ہو اور پردہ کی جگہ نہیں، تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ مرد کو مردوں کے سامنے برہنہ ہو کر نہانا واجب ہے، اسی طرح عورت کو بھی عورتوں کے سامنے نہانا واجب ہے، اور مرد کو عورتوں کے سامنے اور عورتوں کو مردوں کے سامنے نہانا حرام ہے بلکہ تیمم کرے۔

تیمم کا بیان

مسئلہ: [②] کنوئیں سے پانی نکالنے کی کوئی چیز نہ ہو اور نہ کوئی کپڑا ہو جس کو کنوئیں میں ڈالکر تر کرلے اور اس سے نچوڑ کر طہارت کرے، یا پانی مٹکے وغیرہ میں ہو اور کوئی چیز پانی نکالنے کی نہ ہو اور مٹکا جھکا کر بھی پانی نہ لے سکتا ہو اور ہاتھ نجس ہوں اور کوئی دوسرا شخص ایسا نہ ہو جو پانی نکالدے یا اُس کے ہاتھ دُھلادے، ایسی حالت میں تیمم درست ہے۔

مسئلہ: [③] اگر وہ عذر جس کی وجہ سے تیمم کیا گیا ہے آدمیوں کی طرف سے ہو تو جب وہ عذر جاتا رہے تو جس قدر نمازیں اُس تیمم سے پڑھی ہیں سب دوبارہ پڑھنا چاہئے، مثلاً کوئی شخص جیل خانہ میں ہو اور جیل کے ملازم اُس کو پانی نہ دیں یا کوئی شخص اُس سے کہے کہ اگر تو وضو کرے گا تو میں تجھے مارڈالوں گا، اس تیمم سے جو نماز پڑھی ہے اُسکو پھر دہرانا پڑے گا۔

مسئلہ: [④] ایک مقام سے اور ایک ہی ڈھیلے سے چند آدمی یکے بعد دیگرے تیمم کریں درست ہے۔

مسئلہ: [⑤] جو شخص پانی اور مٹی دونوں کے استعمال پر قادر نہ ہو خواہ پانی اور مٹی نہ ہونے کی وجہ سے یا بیماری سے، تو اُسکو

[①] عليه غسل وثمة رجال لا يدعه وإن رأوه، والمرأة بين رجال أو رجال ونساء تؤخره لا بين نساء فقط، واختلف في الرجل بين رجال ونساء أو نساء فقط… وينبغي لها أن تتيمم وتصلي لعجزها شرعا عن الماء. [الدر المختار ١/٣١٨] [②] وتيمم لفقد آلة كحبل ودلو لأنه يصير البئر كعدمها. [المراقي ١١٦ و رد المحتار ١/٤٤٦] [③] الرجل إذا قال لغيره إن توضأت حبستك أو قتلتك فإنه يصلي بالتيمم ثم يعيد، والمحبوس في السجن يصلي بالتيمم ويعيد بالوضوء؛ لأن العجز إنما تحقق بصنع العباد، وصنع العباد لا يؤثر في إسقاط حق الله تعالى. [الهداية ١/٣٦ و الدر المختار ١/٤٤٤] [④] جاز تيمم جماعة من محل واحد. [الدر المختار ١/٤٧٥ والهداية ١/٣٥] [⑤] (والمحصور فاقد) الماء والتراب (الطهورين) بأن حبس في=

چاہیے کہ نماز بلا طہارت پڑھ لے، پھر اسکو طہارت سے لوٹا لے۔ مثلاً کوئی شخص ریل میں ہو اور اتفاق سے نماز کا وقت آ جائے اور پانی اور وہ چیز جس سے تیمم درست ہے جیسے مٹی اور مٹی کے برتن یا گرد و غبار نہ ہو اور نماز کا وقت جاتا ہو تو ایسی حالت میں بلا طہارت نماز پڑھ لے، اسی طرح جیل میں جو شخص ہو اور وہ پاک پانی اور مٹی پر قادر نہ ہو تو بے وضو اور تیمم کے نماز پڑھ لے اور دونوں صورتوں میں نماز کا اعادہ کرنا پڑے گا۔

مسئلہ [1] جس شخص کو اخیر وقت تک پانی ملنے کا یقین یا گمان غالب ہو اسکو نماز کے اخیر وقتِ مستحب تک پانی کا انتظار کرنا مستحب ہے۔ مثلاً کنوئیں سے پانی نکالنے کی کوئی چیز نہ ہو اور یہ یقین یا گمان غالب ہو کہ اخیر وقتِ مستحب تک رسی ڈول مل جائے گا، یا کوئی شخص ریل پر سوار ہو اور یقیناً یا ظناً معلوم ہو کہ اخیر وقت تک ریل ایسے اسٹیشن پر پہنچ جائے گی جہاں پانی مل سکتا ہے، تو اخیر وقتِ مستحب تک انتظار مستحب ہے۔

مسئلہ [2] اگر کوئی شخص ریل پر سوار ہو اور اس نے پانی نہ ملنے سے تیمم کیا ہو اور اثناء راہ میں چلتی ہوئی ریل سے اسے پانی کے چشمے تالاب وغیرہ دکھلائی دیں تو اسکا تیمم نہ جائے گا، اس لئے کہ اس صورت میں وہ پانی کے استعمال پر قادر نہیں۔ ریل نہیں ٹھہر سکتی اور چلتی ہوئی ریل سے اتر نہیں سکتا۔

تتمہ حصہ اول بہشتی زیور کا تمام ہوا آگے تتمہ حصہ دوم کا شروع ہوتا ہے

مكان نجس ولا يمكنه إخراج تراب مطهر، وكذا العاجز عنهما لمرض (يؤخرها عنده)، ... وقالا: يتشبه بالمصلين وجوبا، فيركع ويسجد إن وجد مكانا يابسا، وإلا يومئ قائما ثم يعيد كالصوم، به يفتى، وإليه صح رجوعه. [الدر المختار ١/٤٧٢]
[1] وندب لراجيه رجاء قويا آخر الوقت المستحب، ولو لم يؤخر وتيمم وصلى جاز إن كان بينه وبين الماء ميل، وإلا لا. [الدر المختار ١/٤٦٦] [2] وإذا مر على الماء وهو في موضع لا يستطيع النزول إليه لخوف عدو أو سبع لم ينتقض. [الهندية ١/٣٣]

تتمہ حصہ دوم بہشتی زیور

نماز کے وقتوں کا بیان

مُدرِک: ① وہ شخص جس کو شروع سے اخیر تک کسی کے پیچھے جماعت سے نماز ملے، اور اُسکو "مقتدی" اور "مؤتم" بھی کہتے ہیں۔

مَسبُوق: وہ شخص جو ایک رکعت یا اس سے زیادہ ہو جانے کے بعد جماعت میں آکر شریک ہوا ہو۔

لاحِق: وہ شخص جو کسی امام کے پیچھے نماز میں شریک ہوا ہو اور بعد شریک ہونے کے اُس کی سب رکعتیں جاتی رہیں، خواہ اس وجہ سے کہ وہ سو گیا ہو یا اُس کو کوئی حدث ہو جائے، اصغر یا اکبر۔

مسئلہ: ② مردوں کے لئے مستحب ہے کہ فجر کی نماز ایسے وقت شروع کریں کہ روشنی خوب پھیل جائے اور اس قدر وقت باقی ہو کہ اگر نماز پڑھی جائے اور اُس میں چالیس پچاس آیتوں کی تلاوت اچھی طرح کی جاوے اور بعد نماز کے اگر کسی وجہ سے نماز کا اعادہ کرنا چاہیں تو اسی طرح چالیس پچاس آیتیں اُس میں پڑھ سکیں۔ اور عورتوں کو ہمیشہ، اور مردوں کو حالتِ حج میں مزدلفہ میں، فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھنا مستحب ہے۔

مسئلہ: ③ جمعہ کی نماز کا وقت بھی وہی ہے جو ظہر کی نماز کا ہے۔ صرف اس قدر فرق ہے کہ ظہر کی نماز گرمیوں میں کچھ تاخیر ④ کرکے پڑھنا بہتر ہے، خواہ گرمی کی شدت ہو یا نہیں، اور جاڑوں کے زمانہ میں جلد پڑھنا مستحب ہے،

---

① اعلم أن المقتدي ثلاثة أقسام: مدرك، ولاحق، و مسبوق، فالمدرك: من صلى الركعات كلها مع الإمام. واللاحق: هو من دخل معه وفاته كلها أو بعضها بأن عرض له نوم أو غفلة أو زحمة أو سبق حدث أو كان مقيما خلف مسافر. والمسبوق: هو من سبقه الإمام بكلها أو بعضها. [طحطاوي على مراقي الفلاح ۳۰۹ و رد المحتار ۲/٤١٤] ② والمستحب للرجل الابتداء في الفجر بإسفار والختم به، هو المختار بحيث يرتل أربعين آية ثم يعيده مع ترتيل القراءة المذكورة لو فسد، إلا الحاج بمزدلفة، فالتغليس أفضل كمرأة مطلقا. [الدر المختار ۲/۳۰] ③ والثالث (من شرائط الجمعة) وقت الظهر فتبطل الجمعة بخروجه. [الدر المختار ۳/۲۱] ④ وتأخير ظهر الصيف بحيث يمشي في الظل مطلقا. [الدر المختار ۲/۳۰]

اور جمعہ کی نماز ہمیشہ اول وقت پڑھنا سنت ہے، جمہور کا یہی قول ہے۔

مسئلہ[1] عیدین کی نماز کا وقت آفتاب کے اچھی طرح نکل آنے کے بعد شروع ہوتا ہے، دوپہر سے پہلے تک رہتا ہے، آفتاب کے اچھی طرح نکل آنے سے یہ مقصود ہے کہ آفتاب کی زردی جاتی رہے اور روشنی ایسی تیز ہوجائے کہ نظر نہ ٹھہرے، اس کی تعیین کے لئے فقہاء نے لکھا ہے کہ بقدر ایک نیزے[2] کے بلند ہوجائے۔ عیدین کی نماز کا جلد پڑھنا مستحب ہے، مگر عید الفطر کی نماز اول وقت سے کچھ دیر[3] میں پڑھنا چاہئے۔

مسئلہ[4] جب امام خطبے کے لئے اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہو اور خطبہ جمعہ کا ہو یا عیدین کا یا حج وغیرہ کا، تو ان وقتوں میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ اور خطبۂ نکاح اور ختمِ قرآن میں بعد شروع خطبہ کے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

مسئلہ[5] جب فرض نماز کی تکبیر کہی جاتی ہو اس وقت بھی نماز مکروہ ہے، ہاں اگر فجر کی سنت نہ پڑھی ہو اور کسی طرح یہ یقین یا ظن غالب ہو کہ ایک رکعت جماعت مل جائے گی یا بقول[6] بعض علماء تشہد ہی مل جانے کی اُمید ہو تو فجر کی سنتوں کا پڑھ لینا مکروہ نہیں، یا جو سنت مؤکدہ شروع کردی ہو اس کو پورا کرلے۔

و المستحب تعجيل ظهر شتاء. [الدّر المختار ۲/۳۵] و جمعة كظهر أصلا و استحبابا في الزمانين؛ لأنها خلفه، وقال الجمهور: ليس بمشروع؛ لأنها تقام بجمع عظيم، فتأخيرها مفض إلى الحرج، ولا كذلك الظهر، و موافقة الخلف لأصله من كل وجه ليس بشرط. [الدّر المختار مع رد المحتار ۲/۳۱] [1] و ابتداء وقت صحة صلوة العيد من ارتفاع الشمس قدر رمح أو رمحين حتى تبيض إلى قبيل زوالها. [مراقي الفلاح ۵۳۲ و رد المحتار ۳/۶۰] [2] ایک نیزے سے یہ مراد ہے کہ طلوع کی جگہ سے اتنا اونچا ہوجائے۔ (محشی) [3] يندب تعجيل الأضحى لتعجيل الأضاحي وتأخير الفطر ليؤدي الفطرة. [رد المحتار ۳/۶۱]

[4] و (كره) عند خروج إمام لخطبة [الدّر المختار ۲/۴۷] و يكره التنفل عند خطبة الحج و خطبة النكاح، و يكره التطوع إذا خرج الإمام للخطبة يوم الجمعة. [الهندية ۱/۵۹]

[5] و يكره التنفل إذا أقيمت الصلوة إلا سنة الفجر إن لم يخف فوت الجماعة. [الهندية ۱/۵۹] و إذا خاف فوت ركعتي الفجر لاشتغاله بسنتها تركها لكون الجماعة أكمل، و إلا بأن رجا إدراك ركعة في ظاهر المذهب، و قيل: التشهد، و اعتمده المصنف و الشرنبلالي تبعا للبحر، لكن ضعفه في النهر، لا يتركها بل يصليها عند باب المسجد إن وجد مكانا، و إلا تركها؛ لأن ترك المكروه مقدم على فعل السنة. [الدّر المختار ۲/۶۱۶]

[6] مگر ظاہر مذہب یہ ہے کہ فرض صبح کی دونوں رکعتیں فوت ہونے کا اندیشہ ہو، گو تشہد مل جانے کی امید ہو تو اس صورت میں سنتِ فجر نہ پڑھے اور دوسرے قول کو نہر میں ضعیف کہا ہے، گو فتح القدیر میں اس کی تائید کی ہے۔

مسئلہ:[1] نمازِ عیدین کے قبل خواہ گھر میں خواہ عیدگاہ میں نمازِ نفل مکروہ ہے اور نمازِ عیدین کے بعد فقط عیدگاہ میں مکروہ ہے۔

اذان کا بیان

مسئلہ:[2] اگر کسی ادا نماز کے لئے اذان کہی جائے تو اس کیلئے اُس نماز کے وقت کا ہونا ضروری ہے۔ اگر وقت آنے سے پہلے اذان دی جائے تو صحیح نہ ہوگی، بعد وقت آنے کے پھر اُسکا اعادہ کرنا ہوگا، خواہ وہ اذان فجر کی ہو یا کسی اور وقت کی۔

مسئلہ:[3] اذان اور اقامت کا عربی زبان میں انہی خاص الفاظ سے ہونا ضروری ہے جو نبی ﷺ سے منقول ہیں، اگر کسی اور زبان میں یا عربی زبان میں کسی اور الفاظ سے اذان کہی جائے تو صحیح نہ ہوگی، اگرچہ لوگ اُس کو سُن کر اذان سمجھ لیں اور اذان کا مقصود اس سے حاصل ہو جائے۔

مسئلہ:[4] مؤذن کا مرد ہونا ضروری ہے، عورت کی اذان درست نہیں، اگر کوئی عورت اذان دے تو اُس کا اعادہ کرنا چاہئے اور اگر بغیر اعادہ کئے ہوئے نماز پڑھ لی جائے گی تو گویا بے اذان کے پڑھی گئی۔

مسئلہ:[5] مؤذن کا صاحبِ عقل ہونا بھی ضروری ہے، اگر کوئی ناسمجھ بچہ یا مجنون یا مست اذان دے تو معتبر نہ ہوگی۔

مسئلہ:[6] اذان کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ اذان دینے والا دونوں حدثوں سے پاک ہو کر کسی اونچے مقام پر مسجد

---

[1] ولا يتنفل قبلها مطلقاً، وكذا بعدها في مصلاها؛ فإنه مكروه عند العامة. [الدّر المختار ٣/٥٨-٥٧] [2] تقديم الأذان على الوقت في غير الصبح لا يجوز إتفاقاً، وكذا في الصبح عند أبي حنيفة و محمد رحمهما الله تعالى، وإن قدّم يعاد في الوقت. [الهندية ١/٦٠ و ردالمحتار ٢/٦٣] [3] الأذان هو إعلام مخصوص على وجه مخصوص بألفاظ كذلك أي مخصوصة، أشار إلى أنه لا يصح بالفارسية وإن علم أنه أذان، وهو الأظهر والأصح. [الدّر المختار مع ردالمحتار ٢/٥٨] [4] وكره أذان الجنب وإقامته وإقامة المحدث وأذان المرأة، ولما أذان المرأة فلأنها منهية عن رفع صوتها؛ لأنه يؤدي إلى الفتنة، وذكر في السراج الوهاج: إذا لم يعيدوا أذان المرأة فكأنهم صلوا بغير أذان، فلهذا كان عليهم الإعادة، وهو يقتضي عدم صحته. [البحر الرائق ١/٤٦٢] وفي البدائع: يكره أذان المرأة باتفاق الروايات، ولو أذنت للقوم أجزأهم حتى لا يعاد لحصول المقصود وهو الإعلام، وروي عن أبي حنيفة أنه يستحب الإعادة. [حاشية البحر الرائق ١/٤٦٠] [5] وأذان الصبي الذي لا يعقل لا يجوز، ويعاد، وكذا المجنون. [الهندية ١/٦٠ وردالمحتار ٢/٧٥] [6] ومن السنة أن يأتي بالأذان والإقامة جهراً رافعاً بهما صوته إلا أن الإقامة=

سے علیحدہ قبلہ رو کھڑا ہو اور اپنے دونوں کانوں کے سوراخوں کو کلمہ کی انگلی سے بند کر کے اپنی طاقت کے موافق بلند آواز سے (نہ اس قدر کہ جس سے تکلیف ہو) ان کلمات کو کہے: اَللّٰہُ اَکْبَرُ چار بار، پھر اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دو مرتبہ، پھر اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ دو بار، پھر حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ دو مرتبہ، پھر حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ دو مرتبہ پھر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ایک مرتبہ اور حَیَّ[1] عَلَی الصَّلٰوۃِ کہتے وقت اپنے منھ کو داہنی طرف پھیر لیا کرے اس طرح کہ سینہ اور قدم قبلہ سے نہ پھرنے پائے اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کہتے وقت بائیں طرف منھ پھیر لیا کرے اس طرح[2] کہ سینہ اور قدم قبلہ سے نہ پھرنے پائے، اور فجر کی اذان میں بعد حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ کے اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ بھی دو مرتبہ کہے، پس کل الفاظ اذان کے پندرہ ہوئے اور فجر کی اذان میں سترہ، اور اذان کے الفاظ کو گانے کے طور پر نہ ادا کرے اور نہ اس طرح کہ کچھ پست آواز سے اور کچھ بلند آواز سے۔ اور دو مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر اسقدر سکوت[3] کرے کہ سننے والا اس کا جواب دے سکے اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ کے سوا دوسرے الفاظ میں بھی ہر لفظ کے بعد اسی قدر سکوت کر کے دوسرا لفظ کہے۔

مسئلہ: اقامت کا طریقہ بھی یہی ہے، صرف فرق اسقدر ہے کہ اذان مسجد سے باہر کہی جاتی ہے، یعنی یہ بہتر ہے، اور اقامت مسجد کے اندر۔ اور اذان بلند آواز سے کہی جاتی اور اقامت پست آواز سے۔ اور اقامت میں اَلصَّلٰوۃُ[4] خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ نہیں، بلکہ بجائے اسکے پانچوں وقت میں قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ دو مرتبہ۔ اور اقامت کہتے وقت کانوں کے سوراخوں کا بند کرنا بھی نہیں، اس لئے کہ کان کے سوراخ آواز بلند ہونے کے لئے بند کئے جاتے ہیں اور وہ یہاں مقصود نہیں۔ اور اقامت میں حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کہتے وقت داہنے بائیں جانب[5] منھ پھیرنا بھی نہیں ہے یعنی ضروری نہیں، ورنہ بعض فقہاء نے لکھا ہے۔

ما انخفض منه... وينبغي أن يؤذن على المئذنة أو خارج المسجد ولا يؤذن في المسجد — والسنة أن يؤذن في موضع عال يكون أسمع لجيرانه، ويرفع صوته... ويكره للمؤذن أن يرفع صوته فوق الطاقة... ولا ترجيع في الأذان ويستقبل بهما القبلة وجعل إصبعيه في أذنيه سنة الأذان ليرفع صوته بخلاف الإقامة. [الهندية ۱/۶۲] [1] ويستحب أن يحول وجهه يمنة بالصلوة ويسارا بالفلاح. [مراقي الفلاح ۱۹۷] [2] يحول وجهه لا صدره — ولا قدميه. [رد المحتار ۲/۶۶] [3] ويقول بعد فلاح أذان الفجر: "الصلوة خير من النوم" مرتين. [الدر المختار ۲/۶۷] [4] ويترسل فيه بسكتة (تسع الإجابة) بين كلمتين. [رد المحتار ۲/۶۶] [5] والإقامة كالأذان فيما مر — ولا يضع — إصبعيه في أذنيه — ويحدر — ويزيد "قد قامت الصلوة" بعد فلاحها مرتين. [الدر المختار ۱/۶۷] [6] ويلتفت فيه، وكذا فيها (أي في الإقامة) مطلقا، وقيل: إن المحل متسعا. [الدر المختار ۲/۶۶]

اذان واقامت کے احکام

مسئلہ ①: سب فرض عین نمازوں کے لئے ایک بار اذان کہنا مردوں پر سنّتِ مؤکدہ ہے۔ مسافر ہو یا مقیم، جماعت کی نماز ہو یا تنہا، ادا نماز ہو یا قضا۔ اور نماز جمعہ کیلئے دو بار اذان کہنا۔

مسئلہ ②: اگر نماز کسی ایسے سبب سے قضا ہوئی ہو جس میں عام لوگ مبتلا ہوں تو اُس کی اذان اعلان کے ساتھ دی جائے اور اگر کسی خاص سبب سے قضا ہوئی ہو تو اذان پوشیدہ طور پر آہستہ کہی جاوے تاکہ لوگوں کو اذان سن کر نماز قضا ہونے کا علم نہ ہو، اس لئے کہ نماز کا قضا ہو جانا غفلت اور سستی پر دلالت کرتا ہے اور دین کے کاموں میں غفلت اور سُستی گناہ ہے اور گناہ کا ظاہر کرنا اچھا نہیں، اور اگر کئی نمازیں قضا ہوئی ہوں اور سب ایک ہی وقت پڑھی جائیں تو صرف پہلی نماز کی اذان دینا سنّت ہے اور باقی نمازوں کے لئے صرف اقامت۔ ہاں یہ مستحب ہے کہ ہر ایک کے واسطے اذان بھی علیحدہ دی جائے۔

مسئلہ ③: مسافر کے لئے اگر اسکے تمام ساتھی موجود ہوں اذان مستحب ہے، سنّتِ مؤکدہ نہیں۔

مسئلہ ④: جو شخص اپنے گھر میں نماز پڑھے تنہا یا جماعت سے اُس کے لئے اذان اور اقامت دونوں مستحب ہیں، بشرطیکہ محلّہ کی مسجد یا گاؤں کی مسجد میں اذان اور اقامت کے ساتھ نماز ہو چکی ہو اس لئے کہ محلّہ کی اذان اور اقامت تمام محلے والوں کو کافی ہے۔

مسئلہ ⑤: جس مسجد میں اذان اور اقامت کے ساتھ نماز ہو چکی ہو اس میں اگر نماز پڑھی جائے تو اذان اور

---

① وهو سنة للرجال في مكان عال مؤكدة للفرائض الخمس في وقتها ولو قضاء. [الدر المختار ۲/۶۰] ② ويسن أن يؤذن ويقيم لفائتة رافعاً صوته لو بجماعة أو صحراء لا ببيته منفرداً، وكذا يسنان لأولى الفوائت ويخير فيه للباقي. [الدر المختار ۲/۷۱] ③ وكره تركهما معا لمسافر ولو منفرداً وكذا تركها لا تركه لحضور الرفقة. [الدر المختار ۲/۷۸] ④ ولو صلى في بيته في قرية إن كان في القرية مسجد فيه أذان وإقامة فحكمه حكم من صلى في بيته في المصر، وإن لم يكن فيها مسجد فحكمه حكم المسافر. [الهندية ۱/۶۱] و كره تركهما للمسافر لا لمصل في بيته في المصر و ندبا لهما. [البحر الرائق ۱/۵۲۵] ⑤ أهل المسجد إذا صلوا بأذان وجماعة يكره تكرار الأذان والجماعة فيه.... مسجد ليس له مؤذن وإمام معلوم يصلي فيه الناس فوجاً فوجاً بجماعة، فالأفضل أن يصلي كل فريق بأذان و إقامة. [الهندية ۱/۶۱ و رد المحتار ۲/۷۸-۷۹]

اقامت کا کہنا مکروہ ہے، ہاں اگر اس مسجد میں کوئی مؤذن اور امام مقرر نہ ہو تو مکروہ نہیں بلکہ افضل ہے۔

مسئلہ: [1] اگر کوئی شخص ایسے مقام پر جہاں جمعہ کی نماز کے شرائط پائے جاتے ہوں اور جمعہ ہوتا ہو ظہر کی نماز پڑھے تو اس کو اذان اور اقامت کہنا مکروہ ہے، خواہ وہ ظہر کی نماز کسی عذر سے پڑھتا ہو یا بلا عذر اور خواہ قبل نماز جمعہ کے ختم ہونے کے پڑھے یا بعد ختم ہونے کے۔

مسئلہ: [2] عورتوں کو اذان اور اقامت کہنا مکروہ ہے، خواہ جماعت سے نماز پڑھیں یا تنہا۔

مسئلہ: [3] فرض عین نمازوں کے سوا اور کسی نماز کے لئے اذان واقامت مسنون نہیں، خواہ فرض کفایہ ہو جیسے جنازے کی نماز، یا واجب ہو جیسے وتر اور عیدین، یا نفل ہو جیسے اور نمازیں۔

مسئلہ: [4] جو شخص اذان سنے، مرد ہو یا عورت، طاہر ہو یا جنب، اس پر اذان کا جواب دینا مستحب ہے، اور بعض نے واجب بھی کہا ہے، مگر معتمد اور ظاہر مذہب استحباب ہی ہے، یعنی[5] جو لفظ مؤذن کی زبان سے سنے وہی کہے، مگر حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ اور حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کے جواب میں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ بھی کہے اور اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کے جواب میں صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ اور بعد[6] اذان کے درود شریف پڑھ کر یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَ الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ.

---

[1] ولا يسن لهما أيضا لظهر يوم الجمعة في مصر، شمل المعذور وغيره... وفي القرى لا يكره بكل حال. [الدر المختار مع رد المحتار ۲/۷۳] [2] ولا يسن ذلك أي الأذان والإقامة فيما تصليه النساء أداءً وقضاءً ولو جماعةً وأراد بنفي السنة الكراهة. [الدر المختار ورد المحتار ۲/۷۲] [3] وليس لغير الصلوات الخمس والجمعة نحو السنن والوتر والتطوعات والتراويح والعيدين أذان ولا إقامة. [الهندية ۱/۵۹] لا يسن لغيرها من الصلوات. [رد المحتار ۲/۶۹] [4] اختلف في الإجابة، فقيل: واجبة وهو ظاهر ما في الخانية والخلاصة والتحفة، وإليه مال الكمال... وقيل: مندوبة، وبه قال مالك والشافعي وأحمد وجمهور الفقهاء، واختاره العيني. [طحطاوي على المراقي ۲۰۲] ويجيب... من سمع الأذان ولو جنباً لا حائضا ونفساء. [الدر المختار ۲/۷۹-۸۱] [5] وصفة الإجابة أن يقول كما قال مجيبا له فيكون قوله مثله... ولكن حوقل... في... الحيعلتين... وفي أذان الفجر قال المجيب: "صدقت وبررت" قلت: صرح بذلك عامة الفقهاء الحنفية والشافعية، وقال ابن عابدين: قيل: يقوله للمناسبة، ولوروود خبر فيه، ورد بأنه غير معروف، وأجيب بأن من حفظ حجة على من لم يحفظه. [رد المحتار ۲/۸۳] أو... "ماشاء الله"... عند قول المؤذن... "الصلوة خير من النوم". [مراقي الفلاح ۲۰۳] [6] ثم دعا المجيب والمؤذن بالوسيلة بعد صلاته على النبي ﷺ عقب الإجابة، فيقول: اللهم رب هذه الخ. [المراقي بحذف ۲۰۴]

مسئلہ ۱:[1] جمعہ کی پہلی اذان سُن کر تمام کاموں کو چھوڑ کر جمعہ کی نماز کے لئے جامع مسجد جانا واجب ہے، خرید و فروخت یا کسی اور کام میں مشغول ہونا حرام ہے۔

مسئلہ ۲:[2] اقامت کا جواب دینا بھی مستحب ہے، واجب نہیں اور قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ کے جواب میں اَقَامَهَا اللّٰهُ وَ اَدَامَهَا کہے۔

مسئلہ ۳:[3] آٹھ صورتوں میں اذان کا جواب نہ دینا چاہئے:۔

۱: نماز کی حالت میں۔

۲: خطبہ سُننے کی حالت میں، خواہ وہ خطبہ جمعہ کا ہو یا اور کسی چیز کا۔

۳، ۴: حیض و نفاس میں یعنی ضروری نہیں۔

۵: علم دین پڑھنے یا پڑھانے کی حالت میں۔

۶: جماع کی حالت میں۔

۷: پیشاب یا پاخانہ کی حالت میں۔

۸: کھانا کھانے کی حالت میں یعنی ضروری نہیں، ہاں بعد ان چیزوں کی فراغت کے اگر اذان ہوئے زیادہ دیر نہ ہوئی ہو تو جواب دینا چاہئے، ورنہ نہیں۔

اذان اور اقامت کے سُنن اور مستحبات

اذان اور اقامت کے سُنن دو قسم کے ہیں: بعض مؤذن کے متعلق ہیں اور بعض اذان اور اقامت کے متعلق، لہٰذا ہم

---

[1] ووجب سعي إليها وترك البيع، وأراد به كل عمل ينافي السعي، وخصه اتباعاً للآية في الأصح. [الدر المختار مع رد المحتار ۲/۴۲] [2] ويجيب الإقامة ندباً إجماعاً كالأذان ويقول عند "قد قامت الصلوٰة" "أقامها الله وأدامها" وقيل: لا يجيبها. [الدر المختار ۲/۸۷] [3] ولم أر حكم ما إذا فرغ المؤذن ولم يتابعه السامع هل يجيب بعد فراغه وينبغي أنه إن طال الفصل لا يجيب وإلا يجيبه. وفي المجتبى: في ثمانية مواضع إذا سمع الأذان لا يجيب: في الصلوٰة، واستماع خطبة الجمعة وثلاث خطب الموسم، والجنازة، وفي تعلم العلم وتعليمه، والجماع، والمستراح، وقضاء الحاجة، والتغوط. قال أبو حنيفة لا يشتغل بلسانه. وكذا الحائض والنفساء لا يجوز أذانهما وكذا لا يجيبان، والمراد بالنفاه الإجابة، وكذا لا تجب الإجابة عند الأكل. [البحر الرائق ۱/۵۱۵]

پہلے نمبر پانچ تک موذن کی سنتوں کا ذکر کرتے ہیں، اس کے بعد اذان کی سنتیں بیان کرینگے۔

۱ موذن مرد ہونا چاہئے، عورت کی اذان و اقامت مکروہ تحریمی ہے، اگر عورت اذان کہے تو اس کا اعادہ کر لینا چاہئے، اقامت کا اعادہ نہیں۔ اس لئے کہ تکرار اقامت مشروع نہیں بخلاف تکرار اذان کے۔[1]

۲ موذن کا عاقل ہونا، مجنون اور مست اور ناسمجھ بچے کی اذان اور اقامت مکروہ ہے اور ان کی اذانوں کا اعادہ کر لینا چاہئے نہ کہ اقامت کا۔[2]

۳ موذن کا مسائل ضروریہ اور نماز کے اوقات سے واقف ہونا۔ اگر جاہل آدمی اذان دے تو اس کو موذنوں کے برابر ثواب نہ ملے گا۔[3]

۴ موذن کا پرہیزگار اور دیندار ہونا اور لوگوں کے حال سے خبردار رہنا۔ جو لوگ جماعت میں نہ آتے ہوں ان کو تنبیہ کرنا، یعنی اگر یہ خوف نہ ہو کہ مجھ کو کوئی ستائے گا۔[4]

۵ موذن کا بلند آواز ہونا۔[5]

۶ اذان کا کسی اونچے مقام پر مسجد سے علیحدہ کہنا اور اقامت کا مسجد کے اندر کہنا۔ مسجد کے اندر اذان کہنا مکروہ تنزیہی ہے۔ ہاں جمعہ کی دوسری اذان کا مسجد کے اندر منبر کے سامنے کہنا مکروہ نہیں، بلکہ تمام اسلامی شہروں میں معمول ہے۔[6]

---

[1][2] ویکرہ أذان جنب و إقامته وإقامة محدث لا أذانه علی المذهب، وأذان امرأة وخنثی وفاسق ولو عالماً، لکنه أولی بإمامة وأذان من جاهل تقی، وسکران ولو بمباح کمعتوه وصبی لا یعقل وقاعد إلا إذا أذن لنفسه وراکب إلا لمسافر ویعاد أذان جنب ندباً وقیل: وجوباً لا إقامته لمشروعیة تکراره فی الجمعة دون تکرارها، وکذا یعاد أذان امرأة ومجنون ومعتوه وسکران وصبی لا یعقل لا إقامتهم لما مر۔ [الدر المختار ۲/۷۵] [3] جاہل سے مراد یہ ہے کہ نماز کے اوقات سے خود واقف نہ ہو اور نہ کسی واقف سے پوچھ کر اذان کہے۔ [3] المؤذن إذا لم یکن عالماً بأوقات الصلوٰة لا یستحق ثواب المؤذنین۔ [البحر الرائق ۱/۵۰۲]

[4] وینبغی أن یکون المؤذن رجلاً عاقلاً صالحاً تقیاً عالماً بالسنة ... وینبغی أن یکون مهیباً، ویتفقد أحوال الناس، ویزجر المتخلفین عن الجماعات۔ [الهندیة ۱/۶۰] [5] لقوله ﷺ: فقم مع بلال فألق علیه ما رأیت فلیؤذن به فإنه أندی صوتاً منك (الحدیث)۔ [مشکوٰة ۱/۶۴] [6] و مجموعہ رسائل "تحقیق الاذان" مصنفہ مولانا خلیل احمد صاحب۔

[6] وینبغی أن یؤذن علی المئذنة أو خارج المسجد، ولا یؤذن فی المسجد، والسنة أن یؤذن فی موضع عال یکون أسمع لجیرانه ویرفع صوته۔ [الهندیة ۱/۶۲] والأذان بین یدیه جری به التوارث کالإقامة بعد الخطبة۔ [مراقی الفلاح ۵۱۵]

۷: اذان کا کھڑے ہو کر کہنا، اگر کوئی شخص بیٹھے بیٹھے اذان کہے تو مکروہ ہے اور اس کا اعادہ کرنا چاہئے، ہاں اگر مسافر سوار ہو یا مقیم اذان صرف اپنی نماز کے لئے کہے تو پھر اعادہ کی ضرورت نہیں۔[1]

۸: اذان کا بلند آواز سے کہنا، ہاں اگر صرف اپنی نماز کے لئے کہے تو اختیار ہے، مگر پھر بھی زیادہ ثواب بلند آواز میں ہوگا۔[2]

۹: اذان کہتے وقت کانوں کے سوراخوں کو انگلیوں سے بند کرنا مستحب ہے۔[3]

۱۰: اذان کے الفاظ کا ٹھہر ٹھہر کر ادا کرنا اور اقامت کا جلد جلد سنّت ہے، یعنی اذان کی تکبیروں میں ہر دو تکبیر کے بعد اس قدر سکوت کرے کہ سننے والا اس کا جواب دے سکے اور تکبیر کے علاوہ اور الفاظ میں ہر ایک لفظ کے بعد اسی قدر سکوت کر کے دوسرا لفظ کہے اور اگر کسی وجہ سے اذان بغیر اس قدر ٹھہرے ہوئے کہہ دے تو اس کا اعادہ مستحب ہے۔ اور اگر[4] اقامت کے الفاظ ٹھہر ٹھہر کر کہے تو اس کا اعادہ مستحب نہیں۔[5]

۱۱: اذان میں حَيَّ عَلَى الصَّلٰوة کہتے وقت داہنی طرف کو منہ پھیرنا اور حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کہتے وقت بائیں طرف منہ کو پھیرنا سنّت ہے، خواہ وہ اذان نماز کی ہو یا کسی اور چیز کی، مگر سینہ اور قدم قبلہ سے نہ پھرنے پائے۔[6]

۱۲: اذان اور اقامت کا قبلہ رو ہو کر کہنا بشرطیکہ سوار نہ ہو، بغیر قبلہ رو ہونے کے اذان و اقامت کہنا مکروہ تنزیہی ہے۔[7]

۱۳: اذان کہتے وقت حدث اکبر سے پاک ہونا ضروری ہے، اور دونوں حدثوں سے پاک ہونا مستحب ہے اور اقامت کہتے وقت دونوں حدثوں سے پاک ہونا ضروری ہے۔ اگر حدث اکبر کی حالت میں کوئی شخص اذان کہے تو مکروہ تحریمی ہے اور اس اذان کا اعادہ مستحب ہے، اسی طرح اگر کوئی حدث اکبر یا اصغر کی حالت میں اقامت کہے تو مکروہ تحریمی ہے مگر اقامت کا اعادہ مستحب نہیں۔[8]

---

① دیکھو حاشیہ نمبر ① صفحہ ۴۲ باب ہٰذا۔ ② لقوله عليه السلام: إذا كنت في غنمك أو باديتك فأذنت للصلوة فارفع صوتك بالنداء (الحديث) [الشامية ۲/۷۱] ③ وجعل إصبعيه في أذنيه سنة الأذان [الهندية ۱/۶۳] ④ ويحدر فيها... فلو ترسل لم يعدها في الأصح [الدر المختار ۲/۶۸] ⑤ ويترسل فيه بسكتة بين كل كلمتين، ويكره تركه، ويندب إعادته لو ترك الترسل [الدر المختار مع رد المحتار ۲/۶۶] ⑥ ويلتفت فيه أي يحول وجهه لا صدره ولا قدميه يمينا ويسارا فقط... بصلوة وفلاح ولو وحده أو لمولود لأنه سنة الأذان مطلقا [الدر المختار مع رد المحتار ۲/۶۶] ⑦ ويستقبل غير الراكب القبلة بهما أي بالأذان والإقامة ويكره تركه تنزيها [الدر المختار مع رد المحتار ۲/۶۹] ⑧ دیکھو حاشیہ ① صفحہ ۴۲ باب ہٰذا۔

۱۴: اذان اور اقامت کے الفاظ کا ترتیب وار کہنا سنت ہے، اگر کوئی شخص مؤخر لفظ کو پہلے کہہ جائے مثلاً اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سے پہلے اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہہ جائے یا حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ سے پہلے حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کہہ جائے تو اس صورت میں صرف اسی مؤخر لفظ کا اعادہ ضروری ہے جس کو اس نے مقدم کہہ دیا ہے۔ پہلی صورت میں اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ کر اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ پھر کہے اور دوسری صورت میں حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ کہہ کر حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ پھر کہے، پوری اذان کا اعادہ کرنا ضروری نہیں۔[1]

۱۵: اذان[2] اور اقامت کی حالت میں کوئی دوسرا کلام نہ کرنا، خواہ وہ سلام یا سلام کا جواب ہی کیوں نہ ہو، اگر کوئی شخص اثنائے اذان واقامت میں کلام کرے تو اگر بہت کلام کیا ہو تو اذان کا اعادہ کرے، اقامت کا نہیں۔[3]

متفرق مسائل

مسئلہ:[4] اگر کوئی شخص اذان کا جواب دینا بھول جائے یا قصداً نہ دے اور بعد اذان ختم ہونے کے خیال آئے یا دینے کا ارادہ کرے تو اگر زیادہ دیر نہ ہوئی ہو تو جواب دیدے، ورنہ نہیں۔

مسئلہ:[5] اقامت کہنے کے بعد اگر زیادہ زمانہ گزر جائے اور جماعت قائم نہ ہو تو اقامت کا اعادہ کرنا چاہئے۔ ہاں اگر کچھ تھوڑی سی دیر ہو جائے تو کچھ ضرورت نہیں، اگر اقامت ہو جائے اور امام نے فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں اور پڑھنے میں مشغول ہو جائے تو یہ زمانہ زیادہ فاصل نہ سمجھا جائے گا اور اقامت کا اعادہ نہ کیا جائے گا، اور اگر اقامت کے بعد دوسرا کام شروع کر دیا جائے جو نماز کی قسم سے نہیں جیسے کھانا پینا وغیرہ تو اس صورت میں اقامت کا اعادہ کر لینا چاہئے۔

---

[1] ولو قدم فيهما مؤخرا أعاد ما قدم فقط، كما لو قدم الفلاح على الصلوة يعيده أي ولا يستأنف الأذان من أوله. [الدر المختار مع رد المحتار ۲/۶۹] [2] ولا يتكلم فيهما أصلا ولو رد سلام، فإن تكلم استأنفه إلا إذا كان الكلام يسيراً. [الدر المختار مع رد المحتار ۲/۶۹] [3] یہ حکم مؤذن کا ہے، اور اذان اور تکبیر سننے والے کو بھی سزاوار نہیں کہ درمیان اذان اور تکبیر کے کلام کرے اور نہ وہ قراءت قرآن میں مشغول ہو اور نہ کسی کام میں سوائے جواب دینے کے اذان اور اقامت کا، اور اگر وہ قرآن پڑھتا ہو تو چاہئے کہ قطع کر دے اور اذان اور اقامت کے سننے اور جواب دینے میں مشغول ہو جائے۔ [عالمگیری: ۹۳] [4] هل يجب بعد الفراغ من هذه الحد كورات أم لا ينبغي أنه إن لم يطل الفصل فنعم، وإن طال فلا. [رد المحتار ۲/۸۱] [5] صلى السنة بعد الإقامة أو حضر الإمام بعد ها لا يعيدها...، وينبغي إن طال الفصل أو وجد ما يعد قاطعا كأكل أن تعاد. [الدر المختار ۲/۸۷]

مسئلہ: [1] اگر مؤذن اذان دینے کی حالت میں مرجائے یا بیہوش ہوجائے یا اُس کی آواز بند ہوجائے یا بھول جائے اور کوئی بتلانے والا نہ ہو یا اسکو حدث ہوجائے اور وہ اُس کے دُور کرنے کے لئے چلا جائے تو اس اذان کا نئے سرے سے اعادہ کرنا سنّتِ مؤکدہ ہے۔

مسئلہ: [2] اگر کسی کو اذان یا اقامت کہنے کی حالت میں حدث اصغر ہوجائے تو بہتر یہ ہے کہ اذان یا اقامت پوری کرکے اس حدث کے دور کرنے کو جائے۔

مسئلہ: [3] ایک مؤذن کا دو مسجدوں میں اذان دینا مکروہ ہے، جس مسجد میں فرض پڑھے وہیں اذان دے۔

مسئلہ: [4] جو شخص اذان دے اقامت بھی اُسی کا حق ہے، ہاں اگر وہ اذان دے کر کہیں چلا جائے یا کسی دوسرے کو اجازت دے تو دوسرا بھی کہہ سکتا ہے۔

مسئلہ: [5] کئی مؤذنوں کا ایک ساتھ اذان کہنا جائز ہے۔

مسئلہ: [6] مؤذن کو چاہئے کہ اقامت جس جگہ کہنا شروع کرے وہیں ختم کردے۔

مسئلہ: [7] اذان اور اقامت کے لئے نیت شرط نہیں، ہاں ثواب بغیر نیت کے نہیں ملتا، اور نیت یہ ہے کہ دل میں یہ ارادہ کرے کہ میں یہ اذان محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور ثواب کے لئے کہتا ہوں، اور کچھ مقصود نہیں۔

---

[1] ويجب استقباله لموت مؤذن وغشيه وخرسه وحصره ولا ملقن، وذهابه للوضوء لسبق حدث. والمراد بالوجوب اللزوم في تحصيل سنة الأذان. [الدر المختار مع رد المحتار ۲/۷۵]

[2] قوله: وذهابه للوضوء، لكن الأولى أن يتمهما ثم يتوضأ لأن ابتداءهما مع الحدث جائز فالبناء أولى. [رد المحتار ۲/۷۵]

[3] يكره له أن يؤذن في مسجدين. [الدر المختار ۲/۸۸]

[4] وإن أذن رجل وأقام آخر، إن غاب الأول جاز من غير كراهة، وإن كان حاضرا ويلحقه الوحشة بإقامة غيره يكره، وإن رضي به لا يكره عندنا. [الهندية ۱/۶۰ و رد المحتار ۲/۷۹]

[5] قوله: "وإذا أذن المؤذنون الأذان الأول ترك الناس البيع" ذكر المؤذنين بلفظ الجمع إخراجا للكلام مخرج العادة، فإن المتوارث فيه اجتماعهم لتبلغ أصواتهم إلى أطراف المصر الجامع، ففيه دليل على أنه غير مكروه لأن المتوارث لا يكون مكروها. [رد المحتار ۲/۷۱]

[6] فلو غيره (أي الإمام) يتمها (أي الإقامة) في موضع البداءة بلا خلاف. [رد المحتار ۲/۸۰] [7] لقوله ﷺ: إنما الأعمال بالنيات. وتفصيل المسئلة في. [رد المحتار ۲/۷۴]

نماز کی شرطوں کا بیان

مسائل طہارت

مسئلہ: ① اگر کوئی چادر اسقدر بڑی ہو کہ اسکا نجس حصہ (اوڑھ کر نماز پڑھتے ہوئے) نماز پڑھنے والے کے اُٹھنے بیٹھنے سے جنبش نہ کرے تو کچھ حرج نہیں۔ اور اسی طرح اُس چیز کو بھی پاک ہونا چاہئے ② جس کو نماز پڑھنے والا اٹھائے ہوئے ہو، بشرطیکہ وہ چیز خود اپنی قوت سے رکی ہوئی نہ ہو، مثلاً نماز پڑھنے والا کسی بچے کو اٹھائے ہوئے ہو اور وہ بچہ خود اپنی طاقت سے رکا ہوا نہ ہو تب تو اس کا پاک ہونا نماز کی صحت کے لئے شرط ہے۔ اور جب اس بچے کا بدن اور کپڑا اسقدر نجس ہو جو مانع نماز ہے تو اس صورت میں اس شخص کی نماز درست نہ ہوگی۔ اور اگر خود اپنی طاقت سے رکا ہوا بیٹھا ہو تو کچھ حرج نہیں، اس لئے کہ وہ اپنی قوت اور سہارے سے بیٹھا ہے، پس یہ نجاست اسی کی طرف منسوب ہوگی، اور نماز پڑھنے والے سے کچھ اس کا تعلق نہ سمجھا جائے گا۔ اسی طرح اگر نماز پڑھنے والے کے جسم ③ پر کوئی ایسی نجس چیز ہو جو اپنی جائے پیدائش میں ہو اور خارج میں اس کا کچھ اثر موجود نہ ہو تو کچھ حرج نہیں، مثلاً نماز پڑھنے والے کے جسم پر کتا بیٹھ جائے اور اُس کے منہ سے لعاب نہ نکلتا ہو تو کچھ مضائقہ نہیں، اس لئے کہ اسکا لعاب اُس کے جسم کے اندر ہے اور وہی اس کے پیدا ہونے کی جگہ ہے، پس مثل اس نجاست کے ہوگا جو انسان کے پیٹ میں رہتی ہے جس سے طہارت شرط نہیں، اسی طرح اگر کوئی ایسا انڈا ④ جس کی زردی خون ہوگئی ہو نماز پڑھنے والے کے پاس ہو تب بھی کچھ حرج نہیں، اس لئے کہ اسکا خون اسی جگہ ہے جہاں پیدا ہوا ہے، خارج میں اس کا کچھ اثر نہیں، بخلاف اس کے کہ اگر شیشی میں پیشاب بھرا ہو اور وہ نماز پڑھنے والے کے پاس ہو اگرچہ منہ اس کا بند ہو اس لئے کہ یہ پیشاب ایسی جگہ نہیں ہے جہاں پیشاب پیدا ہوتا ہے۔

---

①② هي (أي شرائط الصلوة) ستة: طهارة بدنه أي جسده... من حدث... و خبث... وثوبه، وكذا ما يتحرك بحركته كمنديل طرفه على عنقه وفي الآخر نجاسة مانعة إن تحرك موضع النجاسة بحركات الصلوة منع وإلا لا، بخلاف مالم يتصل كبساط طرفه نجس و موضع الوقوف والجبهة طاهر فلا يمنع مطلقاً... أو يعد حاملا له كصبي عليه نجس إن لم يستمسك بنفسه منع وإلا لا، كجنب و كلب إن شد فمه في الأصح. [الدر المختار مع رد المحتار ۲/۹۱] ③ لو صلى حاملا بيضة مذرة صار محها دما جاز لأنه في معدنه، والشيء مادام في معدنه لا يعطى له حكم النجاسة، بخلاف مالو حمل قارورة مضمومة فيها بول فلا تجوز صلوته لأنه في غير معدنه. [ردّ المحتار ۲/۹۲]

مسئلہ [1] نماز پڑھنے کی جگہ نجاستِ حقیقیہ [2] سے پاک ہونی چاہئے۔ ہاں اگر نجاست بقدرِ معافی ہو تو کچھ حرج نہیں، نماز پڑھنے کی جگہ سے وہ مقام مُراد ہے جہاں نماز پڑھنے والے کے پیر رہتے ہیں اور اسی طرح سجدہ کرنے کی حالت میں جہاں اس کے گھٹنے اور ہاتھ اور پیشانی اور ناک رہتی ہو۔

مسئلہ [3] اگر صرف ایک پیر کی جگہ پاک ہو اور دوسرے پیر کو اُٹھائے رہے تب بھی کافی ہے۔

مسئلہ [4] اگر کسی کپڑے پر نماز پڑھی جائے تب بھی اُسکا اسی قدر پاک ہونا ضروری ہے، پورے کپڑے کا پاک ہونا ضروری نہیں، خواہ کپڑا چھوٹا ہو یا بڑا۔

مسئلہ [5] اگر کسی نجس مقام پر کوئی پاک کپڑا بچھا کر نماز پڑھی جائے تو اسمیں یہ بھی شرط ہے کہ کپڑا اس قدر باریک نہ ہو کہ اسکے نیچے کی چیز صاف طور پر اس سے نظر آئے۔

مسئلہ [6] اگر نماز پڑھنے کی حالت میں نماز پڑھنے والے کا کپڑا کسی (سوکھے) نجس مقام پر پڑتا ہو تو کچھ حرج نہیں۔

مسئلہ [7] اگر کپڑے کے استعمال سے معذوری بوجہ آدمیوں کے فعل کے ہو تو جب معذوری جاتی رہے گی نماز کا اعادہ کرنا پڑے گا، مثلاً کوئی شخص جیل میں ہو اور جیل کے ملازموں نے اس کے کپڑے اُتار لئے ہوں یا کسی دشمن

---

[1] ومنها (أي من شروط الصلوٰة) طهارة الجسد والثوب والمكان... من نجس غير معفو عنه... حتى... موضع القدمين... واليدين والركبتين على الصحيح،... والجبهة على الأصح،... ولا يمنع نجاسة في محل أنفه مع طهارة باقي المحال بالاتفاق؛ لأن الأنف أقل من الدرهم، ويصير كأنه اقتصر على الجبهة مع الكراهة. [مراقي الفلاح ۲۰۷] أي التحريمية لأن وضع الأنف واجب، وإذا وضعه على نجاسة كأنه لم يضعه. [طحطاوي ۲۱۰] [2] یعنی حقیقی چیزیں ناپاک ہیں مثل پیشاب پاخانہ منی وغیرہ کے۔ (محشی) [3] فإن وضع إحدى القدمين التي موضعها طاهر و رفع القدم الأخرى التي موضعها نجس و صلى فإن صلوته جائزة. [الهندية ۱/۶۸ و الدر المختار ۲/۹۲] [4] بخلاف ما لو كانت النجاسة في بعض أطراف البساط حيث تجوز الصلوٰة على الطاهر منه ولو تحرك الطرف الآخر بحركته لأن البساط بمنزلة الأرض، فيشترط فيه طهارة مكان المصلي فقط كما في الحلبية. [طحطاوي ۲۰۸] [5] وكذا الثوب إذا فرش على النجاسة اليابسة إن كان رقيقاً يشف ما تحته أو توجد منه رائحة النجاسة على تقدير أن لها رائحة لا تجوز الصلوٰة عليه، وإن كان غليظاً بحيث لا يكون كذلك جازت. [طحطاوي على المراقي ۲۰۸] [6] لو كانت تقع ثيابه (أي المصلي) على أرض نجسة عند السجود لا يضر. [الشامية ۲/۹۲]

(ف) یعنی جب کہ پاک جگہ کھڑا ہو اور سجدہ کرنے میں کپڑے نجس مقام پر پڑتے ہوں بشرطیکہ وہ جگہ نجس سوکھی ہو یا گیلی ہو مگر کپڑوں میں اس قدر نجاست کا اثر نہ آئے جو مانع نماز ہے۔ (محشی) [7] وينبغي أن تلزمه الإعادة عندنا إذا كان العجز لمنع من العباد، كما إذا غصب ثوبه، لما صرحوا به في باب التيمم أن المنع من الماء إذا كان من قبل العباد يلزمه الإعادة. [البحر الرائق ۱/۲۹۴]

نے اُس کے کپڑے اُتار لئے ہوں یا کوئی دشمن کہتا ہو کہ اگر تو کپڑے پہنے گا تو میں تجھے مار ڈالوں گا، اور اگر آدمیوں کی طرف سے نہ ہو تو پھر نماز کے اعادہ کی ضرورت نہیں مثلاً کسی کے پاس کپڑے ہی نہ ہوں۔

مسئلہ:[1] اگر کسی کے پاس ایک کپڑا ہو کہ چاہے اس سے اپنے جسم کو چھپالے چاہے اُس کو بچھا کر نماز پڑھے تو اُس کو چاہئے کہ اپنے جسم کو چھپالے اور نماز اسی نجس مقام میں پڑھ لے اگر پاک جگہ میسّر نہ ہو۔

قبلے کے مسائل

مسئلہ:[2] اگر قبلہ نہ معلوم ہونے کی صورت میں جماعت سے نماز پڑھی جائے تو امام اور مقتدی سب کو اپنے غالب گمان پر عمل کرنا چاہئے، لیکن اگر کسی مقتدی کا غالب گمان امام کے خلاف ہوگا تو اس کی نماز اس امام کے پیچھے نہ ہوگی، اس لئے کہ وہ امام اُس کے نزدیک غلطی پر ہے اور کسی کو غلطی پر سمجھ کر اُس کی اقتدا جائز نہیں۔ (لہٰذا ایسی صورت میں اُس مقتدی کو تنہا نماز پڑھنا چاہئے جس طرف اس کا غالب گمان ہو۔ محشّی)

نیت کے مسائل

مسئلہ:[3] مقتدی کو اپنے امام کی اقتدا کی نیت کرنا بھی شرط ہے۔

مسئلہ:[4] امام کو صرف اپنی نماز کی نیت کرنا شرط ہے، امامت کی نیت کرنا شرط نہیں، ہاں اگر کوئی عورت اُسکے پیچھے نماز پڑھنا چاہے اور مَردوں کے برابر کھڑی ہو اور نماز جنازہ، جمعہ اور عیدین کی نہ ہو تو اُسکی اقتدا صحیح ہونے کے لئے اسکی امامت کی نیت کرنا شرط ہے، اور اگر مَردوں کے برابر نہ کھڑی ہو یا نماز جنازہ یا جمعہ یا عیدین کی ہو تو پھر شرط نہیں۔

---

① والضابطة أن من ابتلي ببليتين فإن تساويا خير، وإن اختلفا اختار الأخف. [الدّر المختار ۲/۱۰۸] ② (صلى جماعة عند اشتباه القبلة) فلو لم تشتبه إن أصاب جاز (بالتحري) مع إمام (وتبين أنهم صلوا إلى جهات مختلفة فمن تيقن) منهم (مخالفة إمامه في الجهة) أو تقدم عليه (حالة الأداء) لم تجز صلوته. [الدّر المختار ۲/۱٤۷] ③ والخامس منها (أي من شروط الصحة) نية المتابعة مع نية أصل الصلوة للمقتدي. [مراقي الفلاح ۱/۲۲۱] ④ والإمام ينوي صلوته فقط، ولا يشترط لصحة الاقتداء نية إمامة المقتدي— وإن أم نساء، فإن اقتدت به المرأة محاذية لرجل في غير صلوة جنازة، فلا بد لصحة صلاتها من نية إمامتها— وإن لم تقتد محاذية اختلف فيه، فقيل: يشترط، وقيل: لا كجنازة إجماعا و كجمعة وعيد على الأصح. [الدّر المختار ۲/۱۲۸]

مسئلہ: [1] مقتدی کو امام کی تعیین شرط نہیں کہ وہ زید ہے یا عمرو، بلکہ صرف اسی قدر نیت کافی ہے کہ میں اس امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں، ہاں اگر نام لے کر تعیین کرے گا اور پھر اُسکے خلاف ظاہر ہوگا تو اسکی نماز نہ ہوگی، مثلاً کسی شخص نے یہ نیت کی کہ میں زید کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں حالانکہ جس کے پیچھے نماز پڑھتا ہے وہ خالد ہے تو اس (مقتدی) کی نماز نہ ہوگی۔

مسئلہ: [2] جنازے کی نماز میں یہ نیت کرنا چاہئے کہ میں یہ نماز اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اس میت کی دعا کیلئے پڑھتا ہوں، اور اگر مقتدی کو یہ نہ معلوم ہو کہ یہ میت مرد ہے یا عورت تو اُسکو یہ نیت کر لینا کافی ہے کہ میرا امام جس کی نماز پڑھتا ہے اُسکی میں بھی پڑھتا ہوں، بعض علماء کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ فرض اور واجب نمازوں کے سوا اور نمازوں میں صرف نماز کی نیت کر لینا کافی [3] ہے۔ اس تخصیص کی کوئی ضرورت نہیں کہ یہ نماز سُنّت ہے یا مستحب، اور سُنّت فجر کے وقت کی ہے، یا یہ سُنّت تہجد ہے یا تراویح یا کسوف ہے یا خسوف، مگر راجح یہ ہے کہ تخصیص کے ساتھ نیت کرے۔

تکبیرِ تحریمہ کا بیان

مسئلہ: [4] بعض ناواقف جب مسجد میں آ کر امام کو رکوع میں پاتے ہیں تو جلدی کے خیال سے آتے ہی جھک جاتے ہیں اور اسی حالت میں تکبیر تحریمہ کہتے ہیں، اُن کی نماز نہیں ہوتی، اس لئے کہ تکبیر تحریمہ نماز کی صحت کیلئے شرط ہے، اور تکبیر تحریمہ کے لئے قیام شرط ہے، جب قیام نہ کیا وہ صحیح نہ ہوئی اور جب وہ صحیح نہ ہوئی تو نماز کیسے صحیح ہو سکتی ہے۔

---

[1] ونية استقبال القبلة ليست بشرط مطلقا ...... كنية تعيين الإمام في صحة الاقتداء فإنها ليست بشرط، فلو انتم به يظنه زيدا فإذا هو بكر صح، إلا إذا عينه باسمه فبان غيره. [الدّر المختار ٢/١٢٩] وإذا نوى الاقتداء بزيد فإذا هو عمرو لم يجز. [الهندية ١/٧٤] [2] ومصلي الجنازة ينوي الصلوة لله تعالى، وينوي أيضا الدعاء للميت، (وأيضا لا بد) أنه لو كان الميت ذكرا فلابد من نيته في الصلوة، وكذلك الأنثى والصبي والصبية، ومن لم يعرف أنه ذكر أو أنثى يقول: نويت أن أصلي الصلوة على الميت الذي يصلي عليه الإمام. [الدّر المختار مع ردّ المحتار ٢/١٢٦] [3] وكفى مطلق نية الصلوة وإن لم يقل لله لنفل وسنة راتبة وتراويح على المعتمد، إذ تعيينها بوقوعها وقت الشروع، و التعيين أحوط، ولا بد من التعيين عند النية ...... لفرض ...... ولو ...... قضاء. [الدّر المختار ٢/١١٦-١١٩] [4] فلو أدرك الإمام راكعا فكبر منحنيا لم تصح تحريمته. [الدّر المختار ٢/١٧٦]

فرض نماز کے بعض مسائل

مسئلہ:[1] آمین کے الف کو بڑھا کر پڑھنا چاہئے، اس کے بعد کوئی سورت قرآن مجید کی پڑھے۔

مسئلہ:[2] اگر سفر کی حالت ہو یا کوئی ضرورت درپیش ہو تو اختیار ہے کہ سورۂ فاتحہ کے بعد جو سورت چاہے پڑھے، اگر سفر اور ضرورت کی حالت نہ ہو تو فجر اور ظہر کی نماز میں سورۂ حجرات اور سورۂ بروج اور ان کے درمیان کی سورتوں میں سے جس سورت کو چاہے پڑھے، فجر کی پہلی رکعت میں بہ نسبت دوسری رکعت کے بڑی سورت ہونا چاہئے۔ باقی اوقات میں دونوں رکعتوں کی سورتیں برابر ہونی چاہئیں، ایک دو آیت کی کمی زیادتی کا اعتبار نہیں۔ عصر اور عشاء کی نماز میں **والسماء والطارق** اور **لم یکن** اور اُنکے درمیان کی سورتوں میں سے کوئی سورت پڑھنی چاہئے۔ مغرب کی نماز میں **اذا زلزلت** سے آخر (قرآن) تک۔

مسئلہ:[3] جب رکوع سے اُٹھ کر سیدھا کھڑا ہو تو امام صرف **سمع اللّٰہ لمن حمدہ** اور مقتدی صرف **ربنا لک الحمد** اور منفرد دونوں کہے، پھر تکبیر کہتا ہوا دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھے ہوئے سجدے میں جائے، تکبیر کی انتہا اور سجدہ کی ابتدا ساتھ ہی ہو، یعنی سجدے میں پہنچتے ہی تکبیر ختم ہو جائے۔

مسئلہ:[4] سجدے میں پہلے گھٹنوں[5] کو زمین پر رکھنا چاہئے، پھر ہاتھوں کو، پھر ناک کو، پھر پیشانی کو، منھ دونوں

---

[1] وأمن بمد (هي أشهر ها و أفصحها)، وقصر (وهي مشهورة). [الدرالمختار ۲/۲۳۷] و أمن الإمام والمأموم سرا — ثم قرأ سورة. [مراقي الفلاح ۲۸۲] [2] سنتها (أي القراءة) حالة الاضطرار في السفر، وهو: أن يدخله خوف أو عجلة في سيره أن يقرأ بفاتحة الكتاب وأي سورة شاء، وحالة الاضطرار في الحضر وهو ضيق الوقت أو الخوف على نفس أو مال أن يقرأ قدر مالا يفوته الوقت أو الأمن — واستحسنوا في الحضر طوال المفصل في الفجر و الظهر، و أوساطه في العصر والعشاء، وقصاره في المغرب، وطوال المفصل من الحجرات إلى البروج، والأوساط من سورة البروج إلى لم يكن، والقصار من سورة لم يكن إلى الآخر، — وإطالة القرأة في الركعة الأولى على الثانية من الفجر مسنونة بالإجماع. [الهندية بحذف ۱/۸۵-۸۶]

[3] فإن كان إماما يقول: "سمع الله لمن حمده" بالإجماع، وإن كان مقتديا يأتي بالتحميد ولا يأتي بالتسميع بلا خلاف، وإن كان منفردا الأصح أنه يأتي بهما. [الهندية ۱/۸۲] [4] قالوا: إذا أراد السجود يضع أولا ما كان أقرب إلى الأرض فيضع ركبتيه أولا ثم يديه ثم أنفه ثم جبهته — ويضع يديه في السجود حذاء أذنيه، ويوجه أصابعه نحو القبلة وكذا أصابع رجليه، — ويبدي ضبعيه عن جنبيه — ويجافي بطنه عن فخذيه. [الهندية ۱/۸۳] [5] اور سجدے سے اُٹھنے کے وقت پہلے پیشانی اُٹھائے، پھر ناک، پھر ہاتھ، پھر گھٹنے۔ (ف)

ہاتھوں کے درمیان ہونا چاہیے اور انگلیاں ملی ہوئی قبلہ رو ہونی چاہئیں، اور دونوں پیر انگلیوں کے بل کھڑے ہوئے اور انگلیوں کا رُخ قبلے کی طرف اور پیٹ زانو سے علیحدہ اور بازو بغل سے جدا ہوں۔ پیٹ زمین سے اس قدر اونچا ہو کہ بکری کا بہت چھوٹا بچہ درمیان سے نکل سکے۔

مسئلہ ۵:[1] فجر، مغرب، عشاء کے وقت پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور دوسری سورت اور سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ اور سب تکبیریں امام بلند آواز سے کہے، اور منفرد کو قراءت میں تو اختیار ہے، مگر سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ اور تکبیریں آہستہ کہے، اور ظہر، عصر کے وقت امام صرف سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ اور سب تکبیریں بلند آواز سے کہے اور منفرد آہستہ اور مقتدی ہر وقت تکبیریں وغیرہ آہستہ کہے۔

مسئلہ ۶:[2] بعد نماز ختم کر چکنے کے دونوں ہاتھ سینہ تک اُٹھا کر پھیلائے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے دعا مانگے اور امام ہو تو تمام مقتدیوں کے لئے بھی، اور بعد دُعا مانگ چکنے کے دونوں ہاتھ منہ پر پھیر لے۔ مقتدی خواہ اپنی اپنی دعا مانگیں یا امام کی دُعا سنائی دے تو خواہ سب آمین کہتے رہیں۔

مسئلہ ۷:[3] جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں جیسے ظہر، مغرب، عشاء، اُن کے بعد بہت دیر تک دُعا نہ مانگے، بلکہ مختصر دُعا مانگ کر اُن سنتوں کے پڑھنے میں مشغول ہو جائے اور جن نمازوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں جیسے فجر، عصر، اُن کے بعد جتنی دیر تک چاہے دُعا مانگے، اور امام ہو تو مقتدیوں کی طرف داہنی یا بائیں طرف کو منہ پھیر کر بیٹھ جائے، اسکے بعد دعا مانگے، بشرطیکہ کوئی مسبوق اس کے مقابلہ میں نماز نہ پڑھ رہا ہو۔

مسئلہ ۸:[4] بعد فرض نمازوں کے بشرطیکہ اسکے بعد سنتیں نہ ہوں (ورنہ سنت کے بعد مستحب ہے) کہ استغفر اللّٰہ

---

[1] ويجهر الإمام وجوبا في الفجر و أولي العشائين، ويسر في غيرها، ويخير المنفرد في الجهر إن أدى كمتنفل بالليل، ويخافت حتما إن قضى الجهرية في وقت المخافتة. [الدّر المختار ۲/۳۰٤] وجهر الإمام بالتكبير بقدر حاجته للإعلام بالدخول والانتقال، وكذا بالتسميع والسلام. وأما المؤتم والمنفرد فيسمع نفسه. [الدّر المختار ۲/۲۰۸] [2] ثم يدعون لأنفسهم ...... رافعي أيديهم ...... حذاء الصدر ...... ثم يمسحون بأيديهم وجوههم في آخره. [مراقي الفلاح ۳۱٦-۳۱۷]

[3] ويستقبل القوم بوجهه إذا لم يكن بحذائه مسبوق فإن كان ينحرف يمنة أو يسرة، والصيف والشتاء سواء هو الصحيح، وفي الحجة الإمام إذا فرغ من الظهر والمغرب والعشاء يشرع في السنة ولا يشتغل بأدعية طويلة. [الهندية ۱/۸۵]

[4] ويستغفرون الله ثلاثا، ويقرؤن آية الكرسي والمعوذات، ويسبحون الله تعالى ثلاثا وثلثين ويحمدونه كذلك، ويكبرونه كذلك ثم يقولون: لا إله إلا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير. [مراقي الفلاح بحذف ۳۱٤]

الذی لا إله إلا هو الحيّ القيوم تین مرتبہ، آیت الکرسی، قل هو الله أحد، قل أعوذ بربّ الفلق اور قل أعوذ بربّ النّاس ایک ایک مرتبہ پڑھ کر تینتیس (۳۳) مرتبہ سبحان الله اور اسی قدر الحمد لله اور چونتیس مرتبہ الله اکبر پڑھے۔

مسئلہ: عورتیں بھی اسی طرح نماز پڑھیں۔ صرف چند مقامات پر ان کو اسکے خلاف کرنا چاہئے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱. تکبیر تحریمہ کے وقت مردوں کو چادر وغیرہ سے ہاتھ نکال کر کانوں تک اُٹھانا چاہئے، اگر کوئی ضرورت مثل سردی وغیرہ کے اندر ہاتھ رکھنے کی نہ ہو۔ اور عورتوں کو ہر حال میں بغیر ہاتھ نکالے ہوئے کندھوں تک اُٹھانا چاہئے۔

۲. بعد تکبیر تحریمہ کے مَردوں کو ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا چاہئے اور عورتوں کو سینہ پر۔

۳. مَردوں کو چھوٹی اُنگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنا کر بائیں کلائی کو پکڑنا چاہئے اور داہنی تین اُنگلیاں بائیں کلائی پر بچھانا چاہئے، اور عورتوں کو داہنی ہتھیلی بائیں ہتھیلی کی پشت پر رکھ دینا چاہئے۔ حلقہ بنانا اور بائیں کلائی کو پکڑنا نہ چاہئے۔

۴. مَردوں کو رکوع میں اچھی طرح جھک جانا چاہئے کہ سر اور سُرین اور پشت برابر ہو جائیں، اور عورتوں کو اسقدر نہ جھکنا چاہئے بلکہ صرف اسی قدر جس میں اُن کے ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں۔

۵. مَردوں کو رکوع میں اُنگلیاں کشادہ کر کے گھٹنوں پر رکھنا چاہئے اور عورتوں کو بغیر کشادہ کئے ہوئے بلکہ ملا کر۔

---

(۱)،(۲)،(۳) قوله: ويسنّ وضع المرأة يديها على صدرها من غير تحليق [مراقي الفلاح ۲۵۹] المرأة تخالف الرجل في مسائل: منها هذه، ومنها: أنها لا تخرج كفيها من كميها عند التكبير، وترفع يديها حذاء منكبيها، ولا تفرج أصابعها في الركوع وتنحني في الركوع قليلا بحيث تبلغ حد الركوع، فلا تزيد على ذلك؛ لأنه أستر لها وتلزق مرفقيها بجنبيها فيه، وتلزق بطنها بفخذيها في السجود، وتجلس متوركة في كل قعود بأن تجلس على أليتها اليسرى وتخرج كلتا رجليها من الجانب الأيمن وتضع فخذيها على بعضهما، وتجعل الساق الأيمن على الساق الأيسر كما في مجمع الأنهر، ولا تؤم الرجال، وتكره جماعتهن ويقف الإمام وسطهن، ولا تجهر في موضع الجهر، ولا يستحب في حقها الإسفار بالفجر والتبع يعني الحصر. [الطحطاوي على المراقي ۲۵۹] ووضع الرجل يمينه على يساره تحت سرته آخذا رسغها بخنصره وإبهامه (أي يحلق الخنصر والإبهام على الرسغ) ويبسط الأصابع الثلاث. [الدر المختار ۲/۲۲۸] (۴) ويبسط ظهره ويسوي ظهره بعجزه، أما المرأة فتنحني في الركوع يسيرا. [الدر مع الشامية ۲/۲۴۱] (۵) ويفرج أصابعه في الركوع (وهي) لا تفرج ولكن تضم وتضع يديها على ركبتيها وضعا. [الدر المختار و رد المحتار ۲/۲۴۰-۲۴۱]

۶. مَردوں[1] کو حالتِ رکوع میں کہنیاں پہلو سے علیحدہ رکھنا چاہئے اور عورتوں کو ملی ہوئی۔

۷. مَردوں[2] کو سجدے میں پیٹ رانوں سے اور بازو بغل سے جدا رکھنا چاہئے اور عورتوں کو ملا ہوا۔

۸. مَردوں[3] کو سجدے میں کہنیاں زمین سے اُٹھی ہوئی رکھنا چاہئے اور عورتوں کو زمین پر بچھی ہوئی۔

۹. مَردوں[4] کو سجدے میں دونوں پیر انگلیوں کے بَل کھڑے رکھنا چاہئے اور عورتوں کو نہیں۔

۱۰. مَردوں[5] کو بیٹھنے کی حالت میں بائیں پَیر پر بیٹھنا چاہئے اور داہنے پَیر کو انگلیوں کے بَل کھڑا رکھنا چاہئے اور عورتوں کو بائیں سُرین کے بَل بیٹھنا چاہئے اور دونوں پَیر داہنی طرف نکال دینا چاہئے اس طرح کہ داہنی ران بائیں ران پر آجائے اور داہنی پنڈلی بائیں پنڈلی پر۔

۱۱. عورتوں[6] کو کسی وقت بلند آواز سے قراءت کرنے کا اختیار نہیں بلکہ ان کو ہر وقت آہستہ آواز سے قراءت کرنا چاہئے۔

تحیۃ المسجد

مسئلہ ۱: [7] یہ نماز اُس شخص کے لئے سُنت ہے جو مسجد میں داخل ہو۔

مسئلہ ۲: [8] اس نماز سے مقصود مسجد کی تعظیم ہے جو درحقیقت خدا ہی کی تعظیم ہے، اس لئے کہ مکان کی تعظیم صاحبِ مکان کے خیال سے ہوتی ہے، پس غیرِ خدا کی تعظیم کسی طرح اس سے مقصود نہیں۔ مسجد میں آنے کے بعد بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھ لے، بشرطیکہ کوئی مکروہ وقت نہ ہو۔

---

[1]،[2]،[3] ویسن مجافاة الرجل... بطنه عن فخذيه... ومرفقيه عن جنبيه وذراعيه عن الأرض،... ويسن انخفاض المرأة ولزقها بطنها بفخذيها. [مراقي الفلاح ٢٦٨] [4] وذكر في البحر أنها لا تنصب أصابع القدمين. [ردّالمحتار ١/٢٥٩]

[5] ويسن افتراش الرجل رجله اليسرى ونصب اليمنى... ويسن تورك المرأة بأن تجلس على أليتها، وتضع الفخذ على الفخذ، وتخرج رجلها من تحت وركها اليمنى. [مراقي الفلاح ٢٦٩] [6] ولا تجهر في الجهرية. [ردّالمحتار ٢/٢٥٩]

[7]،[8] ويسن تحية رب المسجد، وهي ركعتان. وقال ابن عابدين: قوله: (رب المسجد) أفاد أنه على حذف مضاف؛ لأن المقصود منها التقرب إلى الله تعالى لا إلى المسجد؛ لأن الإنسان إذا دخل بيت الملك يحيي الملك لا بيته. [ردّالمحتار ٢/٥٥٥]

مسئلہ:[1] اگر مکروہ وقت ہو تو صرف چار مرتبہ ان کلمات کو کہہ لے: سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ أَکْبَرُ اور اس کے بعد کوئی درود شریف پڑھ لے، اس نماز کی نیت یہ ہے: نَوَیْتُ أَنْ أُصَلِّيَ رَکْعَتَيْ تَحِیَّۃِ الْمَسْجِدِ یا اُردو میں اس طرح کہہ لے خواہ دل ہی میں سمجھ لے کہ میں نے یہ ارادہ کیا کہ دو رکعت نماز تحیۃ المسجد پڑھوں۔

مسئلہ:[2] دو رکعت کی کچھ تخصیص نہیں، اگر چار رکعت پڑھی جائیں تب بھی کچھ مضائقہ نہیں، اگر مسجد میں آتے ہی کوئی فرض نماز پڑھی جائے یا اور کوئی سنت ادا کی جائے تو وہی فرض یا سنت تحیۃ المسجد کے قائم مقام ہو جائیگی یعنی اسکے پڑھنے سے تحیۃ المسجد کا ثواب بھی مل جائیگا، اگرچہ اسمیں تحیۃ المسجد کی نیت نہیں کی گئی۔

مسئلہ:[3] اگر مسجد میں جا کر کوئی شخص بیٹھ جائے اور اسکے بعد تحیۃ المسجد پڑھے تب بھی کچھ حرج نہیں، مگر بہتر یہ ہے کہ بیٹھنے سے پہلے پڑھ لے۔

حدیث: نبی ﷺ[4] نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مسجد جایا کرے تو جب تک دو رکعت نماز نہ پڑھ لے نہ بیٹھے۔

مسئلہ:[5] اگر مسجد میں کئی مرتبہ جانے کا اتفاق ہو تو صرف ایک مرتبہ تحیۃ المسجد پڑھ لینا کافی ہے، خواہ پہلی مرتبہ پڑھ لے یا اخیر میں۔

نوافل سفر

مسئلہ:[6] جب کوئی شخص اپنے وطن سے سفر کرنے لگے تو اس کے لئے مستحب ہے کہ دو رکعت نماز گھر میں پڑھ کر سفر

---

[1] وقد حكى الإجماع على سنيتها، غير أن أصحابنا يكرهونها في الأوقات المكروهة تقديما لعموم الحاظر على عموم المبيح، قوله: (وهي ركعتان) في القهستاني: وركعتان أو أربع، وهي أفضل لتحية المسجد إلا إذا دخل فيه بعد الفجر أو العصر، فإنه يسبح ويهلل ويصلي على النبي ﷺ. [ردّ المحتار ۲/۵۵۵] [2] وأداء الفرض أو غيره، وكذا دخوله بنية فرض أو اقتداء ينوب عنها بلا نية. [الدّر المختار ۲/۵۵۵] [3] ولا تسقط بالجلوس عندنا. [الدّر المختار ۲/۵۵۷] [4] عن أبي قتادة ﷺ أن رسول الله ﷺ قال: إذا دخل أحدكم المسجد فليركع ركعتين قبل أن يجلس. متفق عليه. [مشكوة ۵۳]

[5] وتكفيه لكل يوم مرة إذا تكرر دخوله لعذر، وظاهر إطلاقه أنه مخير بين أن يؤديها في أول المرات أو آخرها. [ردّ المحتار ۲/۵۵۷]

[6] ومن المندوبات: ركعتا السفر والقدوم منه. [ردّ المحتار ۲/۵۶۵]

کرے، اور جب سفر سے آئے تو مستحب ہے کہ پہلے مسجد میں جا کر دو رکعت پڑھ لے، اسکے بعد اپنے گھر جائے۔

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ کوئی اپنے گھر میں ان دو رکعتوں سے بہتر کوئی چیز نہیں چھوڑ جاتا جو سفر کرتے وقت پڑھی جاتی ہیں۔[1]

حدیث:[2] نبی ﷺ جب سفر سے تشریف لاتے تو پہلے مسجد میں جا کر دو رکعت پڑھ لیتے تھے۔

مسئلہ:[3] مسافر کیلئے یہ بھی مستحب ہے کہ اثنائے سفر میں جب کسی منزل پر پہنچے اور وہاں قیام کا ارادہ ہو تو قبل بیٹھنے کے دو رکعت نماز پڑھ لے۔

نماز قتل

مسئلہ:[4] جب کوئی مسلمان قتل کیا جاتا ہو تو اس کو مستحب ہے کہ دو رکعت نماز پڑھ کر اپنے گناہوں کی مغفرت کی اللہ تعالیٰ سے دعا کرے تاکہ یہی نماز و استغفار دنیا میں اس کا آخری عمل رہے۔

حدیث: ایک مرتبہ نبی ﷺ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم میں سے چند قاریوں کو قرآن مجید کی تعلیم کیلئے کہیں بھیجا تھا، اثنائے راہ میں کفارِ مکہ نے انھیں گرفتار کیا۔ سوا حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے اور سب کو وہیں قتل کر دیا۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو مکہ میں لے جا کر بڑی دھوم اور بڑے اہتمام سے شہید کیا، جب یہ شہید ہونے لگے تو ان لوگوں سے اجازت لے کر دو رکعت نماز پڑھی، اسی وقت سے یہ نماز مستحب ہوگئی۔[5]

---

[1] عن مقطم بن المقدام قال: قال رسول الله ﷺ ما خلف أحد عند أهله أفضل من ركعتين يركعهما عندهم حين يريد سفرا، رواه الطبراني. [ردالمحتار ۲/۵۶۵] [2] وعن كعب بن مالك: كان رسول الله ﷺ لايقدم من السفر إلانهاراً في الضحى، فإذاقدم بدأ بالمسجد، فصلى فيه ركعتين. ثم جلس فيه رواه مسلم. [ردالمحتار ۲/۵۶۵] [3] وينبغي إذانزل منزلا يصلي فيه ركعتين أيضا ليكون قدومه ووداعه مفتتحاً بالصلوة ومختتما بها. قال الطحطاوي: يستحب أن لا يقعد حتى يصلي ركعتين. [ردالمحتار ۳۹] [4] من المندوب صلوة القتل، فإذاابتلي به مسلم يستحب أن يصلي ركعتين يستغفر بهما من ذنوبه لتكون الصلوة والاستغفار آخر أعماله. [طحطاوي على مراقي الفلاح ۴۰۱] [5] قال البخاري في حديث طويل: فخرجوه (أي الخبيب ﷺ) من الحرم ليقتلوه، فقال دعوني أصلي ركعتين، ثم انصرف إليهم، فقال: لولا أن تُرَوْا أن مابي جزع من الموت لزدت، فكان أول من سن ركعتين عند القتل. [فتح الباري على البخاري ۷/۴۷۳، حديث ۴۰۸۶، دارالسلام، رياض]

تراویح کا بیان

مسئلہ [1] وتر کا بعد تراویح کے پڑھنا بہتر ہے، اگر پہلے پڑھ لے تب بھی درست ہے۔

مسئلہ [2] نماز تراویح میں چار رکعت کے بعد اتنی دیر تک بیٹھنا جتنی دیر میں چار رکعتیں پڑھی گئی ہیں مستحب ہے۔ ہاں اگر اتنی دیر تک بیٹھنے میں لوگوں کو تکلیف ہو اور جماعت کے کم ہو جانے کا خوف ہو تو اس سے کم بیٹھے، اس بیٹھنے میں اختیار ہے، چاہے تنہا نوافل پڑھے، چاہے تسبیح وغیرہ پڑھے، چاہے چپ بیٹھا رہے۔

مسئلہ [3] اگر کوئی شخص عشاء کی نماز کے بعد تراویح پڑھ چکا ہو اور بعد پڑھ چکنے کے معلوم ہو کہ عشاء کی نماز میں کوئی بات ایسی ہو گئی تھی جس کی وجہ سے عشاء کی نماز نہیں ہوئی تو اس کو عشاء کی نماز کے اعادہ کے بعد تراویح کا بھی اعادہ کرنا چاہئے۔

مسئلہ [4] اگر عشاء کی نماز جماعت سے نہ پڑھی گئی ہو تو تراویح بھی جماعت سے نہ پڑھی جائے اس لئے کہ تراویح عشاء کے تابع ہے، ہاں جو لوگ جماعت سے عشاء کی نماز پڑھ کر تراویح جماعت سے پڑھ رہے ہوں ان کے ساتھ شریک ہو کر اس شخص کو بھی تراویح کا جماعت سے پڑھنا درست ہو جائے گا جس نے عشاء کی نماز بغیر جماعت کے پڑھی ہے، اس لئے کہ وہ اُن لوگوں کا تابع سمجھا جائے گا جن کی جماعت درست ہے۔

مسئلہ [5] اگر کوئی شخص مسجد میں ایسے وقت پر پہنچے کہ عشاء کی نماز ہو چکی ہو تو اُسے چاہئے کہ پہلے عشاء کی نماز پڑھ لے، پھر تراویح میں شریک ہو، اور اگر اس درمیان میں تراویح کی کچھ رکعتیں ہو جائیں تو ان کو بعد وتر پڑھنے کے

---

[1] ويصح تقديم الوتر على التراويح وتأخيره عنها، وهو أفضل. [مراقي الفلاح ٤١٣] [2] يجلس ندبا بين كل أربعة بقدرها، وكذا بين الخامسة والوتر، ويخيرون بين تسبيح وقراءة و سكوت. [الدر المختار ٢/٥٩٩] ينتظر الإمام بين كل ترويحة قدر ما يصلي فيه أربع ركعات فإذا أتمها ينتظر قدر ترويحة، ثم يوتر إلا أن يعلم أنه يثقل على القوم. [الفتاوى السراجية ٢٠]

[3] لو تبين فساد العشاء دون التراويح أعادوا العشاء ثم التراويح. [مراقي الفلاح ٤١٣ والهندية ١/١٢٨] [4] ولو تركوا الجماعة في الفرض لم يصلوا التراويح جماعة؛ لأنها تبع، فمصليه وحده يصليها معه [الدر المختار ٢/٦٠٣] فلو أقيمت بجماعة وحدها كانت مخالفة للوارد فيها فلم تكن مشروعة، أما لو صليت بجماعة الفرض وكان رجل قد صلى الفرض وحده فله أن يصليها مع ذلك الإمام؛ لأن جماعتهم مشروعة فله الدخول فيها معهم. [رد المحتار ٢/٦٠٣]

[5] فلو فاته بعضها وقام الإمام إلى الوتر أوتر معه ثم صلى مافاته [الدر المختار ٢/٥٩٨]

پڑھے اور یہ شخص وتر جماعت سے پڑھے۔

مسئلہ: (۱) مہینے میں ایک مرتبہ قرآن مجید کا ترتیب وار تراویح میں پڑھنا سنّتِ مؤکدہ ہے، لوگوں کی کاہلی یا سُستی سے اس کو ترک نہ کرنا چاہئے، ہاں اگر یہ اندیشہ ہو کہ اگر پورا قرآن مجید پڑھا جائیگا تو لوگ نماز میں نہ آئیں گے اور جماعت ٹوٹ جائیگی یا اُن کو بہت ناگوار ہوگا تو بہتر ہے کہ جس قدر لوگوں کو گراں نہ گذرے اسی قدر پڑھا جائے۔ الـم تـر کیف سے اخیر تک کی دس (۱۰) سورتیں پڑھ دی جائیں، ہر رکعت میں ایک سورت، پھر جب دس رکعتیں ہو جائیں تو اُنھیں سورتوں کو دوبارہ پڑھ دے یا اور جو سورتیں چاہے پڑھے۔

مسئلہ: (۲) ایک قرآن مجید سے زیادہ نہ پڑھے تاوقتیکہ لوگوں کا شوق نہ معلوم ہو جائے۔

مسئلہ: (۳) ایک رات میں پورے قرآن مجید کا پڑھنا جائز ہے، بشرطیکہ لوگ نہایت شوقین ہوں کہ اُن کو گراں نہ گذرے، اگر گراں گذرے اور ناگوار ہو تو مکروہ ہے۔

مسئلہ: (۴) تراویح میں کسی سورت کے شروع پر ایک مرتبہ بسم اللہ الرحمن الرحیم بلند آواز سے پڑھ دینا چاہئے، اسلئے کہ بسم اللہ بھی قرآن مجید کی ایک آیت ہے، اگر چہ کسی سورت کا جزو نہیں، پس اگر بسم اللہ بالکل نہ پڑھی جائے گی تو قران مجید کے پورے ہونے میں ایک آیت کی کمی رہ جاوے گی۔ اور اگر آہستہ آواز سے پڑھی جائیگی تو مقتدیوں کا قرآن مجید پورا نہ ہوگا۔

مسئلہ: (۵) تراویح کا رمضان کے پورے مہینے میں پڑھنا سنت ہے، اگر چہ قرآن مجید قبل مہینہ تمام ہونے کے ختم

(۱، ۲) فلا يترك الختم لكسل القوم، لكن في الاختيار: الأفضل في زماننا قدر ما لا يثقل عليهم، قال في البحر: فالحاصل أن المصحح في المذهب أن الختم سنة، لكن لا يلزم منه عدم تركه إذا لزم منه تنفير القوم وتعطيل كثير من المساجد خصوصا في زماننا، فالظاهر اختيار الأخف على القوم. [الدر مع الشامية ۲/۶۰۱] وفي التجنيس: ثم بعضهم اعتادوا قراءة (قل هو الله احد) في كل ركعة، و بعضهم اختاروا قراءة سورة الفيل إلى آخر القرآن وهذا حسن. [البحر الرائق ۲/۱۲۱] (۳) عن أبي حنيفة رحمه الله أنه كان يختم في رمضان إحدى وستين ختمة، في كل يوم ختمة، وفي كل ليل ختمة وفي كل التراويح ختمة. [مراقي الفلاح ۴۱۵] (۴) شبینہ شعارف اس حکم میں داخل نہیں ہے، اس کا حکم "اصلاح الرسوم" میں دیکھو۔ (حبیب احمد). (۵) لو قرأ تمام القرآن في التراويح ولم يقرأ البسملة في ابتداء سورة من السور سوى ما في النملة لم يخرج عن عهدة السنة، ولو قرأها الإمام سرا خرج عن عهدة السنة لكن لم يخرج المقتدون عن العهدة [أحكام القنطرة ۲۷۳] إنها (أي البسملة) اية فذة ليست من الفاتحة ولا من سورة أخرى أنزلت لبيان مبادي السور وخواتيمها. (۶) لو حصل الختم ليلة التاسع عشر=

ہو جائے۔ مثلاً پندرہ روز میں پورا قرآن شریف پڑھ دیا جائے تو باقی زمانہ میں بھی تراویح کا پڑھنا سنّتِ مؤکدہ ہے۔

مسئلہ:[۱] صحیح یہ ہے[۲] کہ قل ھو اللّٰہ کا تراویح میں تین مرتبہ پڑھنا جیسا کہ آجکل دستور ہے مکروہ ہے۔

نمازِ کسوف وخسوف

مسئلہ:[۳] کسوف (سورج گرہن) کے وقت دو رکعت نماز مسنون ہے۔

مسئلہ:[۴] نمازِ کسوف جماعت سے ادا کی جائے، بشرطیکہ امام جمعہ یا حاکمِ وقت یا اس کا نائب امامت کرے، اور ایک روایت میں ہے کہ ہر امام مسجد اپنی مسجد میں نمازِ کسوف پڑھا سکتا ہے۔

مسئلہ:[۵] نمازِ کسوف کے لئے اذان یا اقامت نہیں، بلکہ لوگوں کا جمع کرنا مقصود ہو تو الصّلوٰۃُ جامعۃٌ پکار دیا جائے۔

مسئلہ:[۶] نمازِ کسوف میں بڑی بڑی سورتوں کا مثل سورۂ بقرہ وغیرہ کے پڑھنا اور رکوع اور سجدوں کا بہت دیر تک ادا کرنا مسنون ہے، اور قراءت آہستہ[۷] پڑھے۔

مسئلہ:[۸] نماز کے بعد امام کو چاہئے کہ دعا میں مصروف ہو جائے اور سب مقتدی آمین آمین کہیں، جب تک کہ گرہن موقوف نہ ہو جائے دعا میں مشغول رہنا چاہئے، ہاں اگر ایسی حالت میں آفتاب غروب ہو جائے یا کسی نماز کا وقت آجائے تو البتہ دعا کو موقوف کرکے نماز میں مشغول ہو جانا چاہئے۔

=أو الحادي والعشرين لا تترك التراويح في بقية الشهر لأنها سنة. [الفتاوى الهندية: ۱/۱۲۰] [۱] قراءة "قل هو اللّٰه احد" ثلاث مرات عقيب الختم لم يستحسنها بعض المشائخ، واستحسنها أكثر المشائخ. [الفتاوى الهندية ۵/۳۹۲] [۲] وجہ کراہت یہ ہے کہ آجکل عوام نے اس کو لازم ختم سے سمجھ لیا ہے جیسا کہ ان کے طرزِ عمل سے ظاہر ہے، لہٰذا مکروہ ہے، نہ یہ کہ اعادۂ سورۃ فی نفسہٖ مکروہ ہے جیسا کہ مولانا رحمہ اللہ نے تتمہ ثالثہ امداد الفتاوی ۱۱۹ میں ایک سوال کے جواب میں تحریر فرمایا ہے۔ پس اعادۂ سورۃ خواہ فی نفسہٖ جائز ہو یا مکروہ، رسم بنا قابلِ ترک ہے۔ (تصحیح الاغلاط) [۳] سن ركعتان كهيئة النفل للكسوف. [مراقي الفلاح ۵۴۳] [۴] يصلي بالناس من يملك إقامة الجمعة، وعن أبي حنيفة في غير رواية الأصول: لكل إمام مسجد أن يصلي بجماعة في مسجده، والصحيح ظاهر الرواية، وهو أنه لا يقيمها إلا الذي يصلي بالناس الجمعة. [الدر المختار ۳/۷۷] [۵] بلا أذان ولا إقامة ولا جهر... بل ينادي: الصلوة جامعة. [مراقي الفلاح ۵۴۵] [۶] وسن تطويلهما بنحو سورة البقرة، وسن تطويل ركوعهما وسجودهما. [مراقي الفلاح ۵۴۵] [۷] ويخفي القراءة عند أبي حنيفة رحمه اللہ وعندهما يجهر، وعن محمد كقول أبي حنيفة رحمه اللہ. [الحلبي ۴۲۴]

[۸] ثم يدعو الإمام... جالساً مستقبل القبلة... أو يدعو قائما مستقبل الناس... وهو أحسن... ويؤمنون على دعائه... حتى يكمل انجلاء الشمس. وإن غربت كاسفة أمسك عن الدعاء، واشتغل بصلوة المغرب. [مراقي الفلاح مع الطحطاوي: ۵۴۶]

مسئلہ: [1] خسوف (چاند گرہن) کے وقت بھی دو رکعت نماز مسنون ہے، مگر اس میں جماعت مسنون نہیں، سب لوگ تنہا علیٰحدہ علیٰحدہ نمازیں پڑھیں، اور اپنے اپنے گھروں میں پڑھیں، مسجد میں جانا بھی مسنون نہیں۔

مسئلہ: [2] اسی طرح جب کوئی خوف یا مصیبت پیش آئے تو نماز پڑھنا مسنون ہے، مثلاً سخت آندھی چلے یا زلزلہ آئے یا بجلی گرے یا ستارے بہت ٹوٹیں یا برف بہت گرے یا پانی بہت برسے یا کوئی مرض عام مثل ہیضے وغیرہ کے پھیل جائے یا کسی دشمن وغیرہ کا خوف ہو، مگر ان اوقات میں جو نمازیں پڑھی جائیں ان میں جماعت نہ کی جائے، ہر شخص اپنے اپنے گھر میں تنہا پڑھے۔ نبی ﷺ کو جب کوئی مصیبت یا رنج ہوتا تو نماز میں مشغول ہو جاتے۔

مسئلہ: جس قدر نمازیں یہاں بیان ہو چکیں اُن کے علاوہ بھی جس قدر کثرت نوافل کی کی جائے باعث ثواب وترقی درجات ہے، خصوصاً ان اوقات میں جن کی فضیلت احادیث میں وارد ہوئی ہے اور ان میں عبادت کرنے کی ترغیب نبی ﷺ نے فرمائی ہے، مثل رمضان [3] کے اخیر عشرہ کی راتوں اور شعبان [4] کی پندرہویں تاریخ کے، ان اوقات کی بہت فضیلتیں اور ان میں عبادت کا بہت ثواب احادیث میں وارد ہوا ہے، ہم نے اختصار کے خیال سے اُن کی تفصیل بیان نہیں کی۔

---

[1] يصلون ركعتين في خسوف القمر وحدانا. [الفتاوى الهندية ١/١٦٨] كما يصلون في خسوف القمر فرادى بلا جماعة لتعذر الاجتماع بالليل أو لخوف الفتنة، وفي التحفة: يصلون في منازلهم، وقيل: الجماعة جائزة فيه عندنا لكنّها ليست بسنّة. [مجمع الأنهر ١/٢٠٦]

[2] وكالصلوٰة فرادى لحصول الظلمة الهائلة نهاراً، والريح الشديدة ليلا كان أو نهاراً، والفزع بالزلازل والصواعق، وانتشار الكواكب والضوء الهائل ليلا، والثلج والأمطار الدائمة، وعموم الأمراض، والخوف الغالب من العدو ونحو ذلك من الأفزاع والأهوال، لأنها آيات مخوّفة للعباد ليتركوا المعاصي، ويرجعوا إلى طاعة الله تعالىٰ التي بها فوزهم وصلاحهم، وأقرب أحوال العبد في الرجوع إلى ربه الصلوٰة، نسأل الله من فضله العفو والعافية بجاه سيدنا محمد ﷺ [مراقي الفلاح ٥٤٦] وذكر في البدائع أنهم يصلون في منازلهم. [الفتاوى الهندية ١/١٦٩]

[3] وندب إحياء ليالي العشر الأخير من رمضان، لما ورد عن عائشة رضي الله عنها أن النبي ﷺ كان إذا دخل العشر الأخير من رمضان أحيا الليل وأيقظ أهله وشدّ المئزر. [مراقي الفلاح ٣٩٩]

[4] وندب إحياء ليلة النصف من شعبان لأنها تكفر ذنوب السنة. [مراقي الفلاح ٤٠٠]

استسقاء کی نماز کا بیان

[1] جب پانی کی ضرورت ہو اور پانی نہ برستا ہو اُس وقت اللہ تعالیٰ سے پانی برسنے کی دعا کرنا مسنون ہے، استسقاء کے لئے دعا کرنا اس طریقہ سے مستحب ہے کہ تمام مسلمان مل کر مع اپنے لڑکوں اور بوڑھوں اور جانوروں کے پا پیادہ خشوع و عاجزی کیساتھ معمولی لباس میں جنگل کی طرف جائیں اور توبہ کی تجدید کریں اور اہل حقوق کے حقوق ادا کریں اور اپنے ہمراہ کسی کافر کو نہ لے جائیں، پھر دو رکعت بلا اذان اور اقامت کے جماعت سے پڑھیں اور امام جہر سے قرأت پڑھے، پھر دو خطبے پڑھے جس طرح عید کے روز کیا جاتا ہے۔[2] پھر امام قبلہ رو ہو کر کھڑا ہو جاوے اور دونوں ہاتھ اُٹھا کر اللہ تعالیٰ سے پانی برسنے کی دعا کرے اور سب حاضرین بھی دعا کریں، تین روز متواتر ایسا ہی کریں، تین روز کے بعد نہیں کیونکہ اس سے زیادہ ثابت نہیں۔ اور اگر نکلنے سے پہلے یا ایک دن نماز پڑھ کر بارش ہو جائے تو جب بھی تین دن پورے کر دیں، اور تینوں دنوں میں روزہ بھی رکھیں تو مستحب ہے، اور جانے سے پہلے صدقہ خیرات کرنا بھی مستحب ہے۔

فرائض و واجبات صلوٰۃ کے متعلق بعض مسائل

مسئلہ: [3] مدرک پر قرأت نہیں، امام کی قرأت سب مقتدیوں کی طرف سے کافی ہے، اور حنفیہ کے نزدیک مقتدی کو امام کے پیچھے قراءت کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ: [4] مسبوق کو اپنی گئی ہوئی رکعتوں سے ایک یا دو رکعت میں قراءت کرنا فرض ہے۔

---

[1] الإستسقاء: دعاء واستغفار ... بلا جماعة مسنونة بل هي جائزة وبلا خطبة، وقالا: تفعل كالعيد، ... و بلا حضور ذمي، وإن صلوا فرادى جاز ... ويخرجون ثلاثة أيام ... متتابعات، ويستحب للإمام أن يأمرهم بصيام ثلثة أيام قبل الخروج وبالتوبة، ثم يخرج بهم في الرابع مشاة في ثياب غسيلة أو مرقعة متذللين متواضعين خاشعين لله ناكسين رؤسهم، ويقدمون الصدقة في كل يوم قبل خروجهم، ويجددون التوبة، ويستغفرون للمسلمين ويستسقون بالضعفة والشيوخ والعجائز والصبيان، ويبعدون الأطفال عن أمهاتهم. [الدر المختار بحذف: ۸۱/۳] [2] یعنی جیسے کہ عید کی نماز کے بعد خطبہ پڑھا جاتا ہے اسی طرح یہاں بھی نماز کے بعد دونوں خطبے پڑھے۔ [3] ولا يقرأ المؤتم خلف الإمام لقوله عليه السلام: "من كان له إمام فقراءة الإمام له قراءة" ويكره عندهما (عند أبي حنيفة وأبي يوسف) لما فيه من الوعيد. [الهداية بحذف ۲۲۹/۱]

[4] ولو أدرك ركعتين قضى ركعتين بقرأة ولو ترك في إحداهما فسدت. [الفتاوى الهندية ۱۰۲/۱]

مسئلہ:[1] حاصل یہ ہے کہ امام کے ہوتے ہوئے مقتدی کو قراءت نہ کرنی چاہئے، ہاں مسبوق کیلئے چونکہ اُن گئی ہوئی رکعتوں میں امام نہیں ہوتا اسلئے اس کو قراءت کرنا چاہئے۔

مسئلہ:[2] سجدے کے مقام کو پیروں کی جگہ سے آدھ گز سے زیادہ اُونچا نہ ہونا چاہئے، اگر آدھ گز سے زیادہ اونچے مقام پر سجدہ کیا جائے تو درست نہیں، ہاں اگر کوئی ایسی ہی ضرورت پیش آجائے تو جائز ہے، مثلاً جماعت زیادہ ہو اور لوگ اس قدر مل کر کھڑے ہوں کہ زمین پر سجدہ ممکن نہ ہو تو نماز پڑھنے والوں کی پیٹھ پر سجدہ کرنا جائز ہے، بشرطیکہ جس شخص کی پیٹھ پر سجدہ کیا جاوے وہ بھی وہی نماز پڑھتا ہو جو سجدہ کرنیوالا پڑھ رہا ہے۔

مسئلہ:[3] عیدین کی نماز میں علاوہ معمول کی تکبیروں کے چھ تکبیریں کہنا واجب ہے۔

مسئلہ:[4] امام کو فجر کی دونوں رکعتوں میں اور مغرب کی اور عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں خواہ وہ قضا ہوں یا ادا اور جمعہ اور عیدین اور تراویح کی نماز میں اور رمضان کے وتر میں بلند آواز سے قراءت کرنا واجب ہے۔

مسئلہ:[5] منفرد کو فجر کی دونوں رکعتوں میں اور مغرب وعشاء کی پہلی دو رکعتوں میں اختیار ہے، چاہے بلند آواز سے قراءت کرے یا آہستہ آواز سے۔ بلند آواز ہونے کی فقہاء نے یہ حد لکھی ہے کہ کوئی دوسرا شخص سُن سکے اور آہستہ آواز کی یہ حد لکھی ہے کہ خود سُن سکے، دوسرا نہ سُن سکے۔[7]

مسئلہ:[8] امام اور منفرد کو ظہر عصر کی کُل رکعتوں میں اور مغرب اور عشاء کی اخیر رکعتوں میں آہستہ آواز سے قراءت کرنا واجب ہے۔

---

[1] دیکھو حاشیہ مسئلہ ۲ باب ہذا۔ [2] ومن شروط صحة السجود عدم ارتفاع محل السجود عن موضع القدمين بأكثر من نصف ذراع ... وإن زاد على نصف ذراع لم يجز السجود ... إلا ... لزحمة سجد فيها على ظهر مصل صلاته. [مراقي الفلاح ۲۳۲] [3] ويجب تكبيرات العيدين وهي ثلاث في كل ركعة وكل تكبيرة منها واجبة يجب بتركها سجود السهو. [مراقي الفلاح ۲۵۲] [4] ويجهر الإمام وجوبا ... في الفجر وأولى العشائين أداء وقضاء وجمعة وعيدين وتراويح ووتر بعدها. [الدر المختار ۲/۳۰۴] [5] ويخير المنفرد بين الجهر والإخفاء في نفل الليل ... وفي الفرض الجهري إن كان في وقته أي: إذا أراد المنفرد أداء الجهري خير: إن شاء جهر لكونه إمام نفسه، وإن شاء خافت إذ ليس خلفه من يسمعه، وفضل الجهر ليكون الأداء على هيئة الجماعة، ... وقيد بالجهري لأنه لا يخير في غيره بل يخافت حتما. [مجمع الأنهر ۱/۱۰۳]
[6] وأدنى الجهر إسماع غيره، وأدنى المخافتة إسماع نفسه ومن بقربه. [مجمع الأنهر ۱/۱۰۳] [7] یعنی جو شخص دُور کھڑا ہو وہ نہ سُن سکے اور یہ فرض نہیں ہے کہ جو بالکل پاس کھڑا ہو وہ بھی نہ سن سکے۔ (محشی) [8] ويجب الإسرار ... في جميع ركعات الظهر

مسئلہ: [۱] جو نفل نمازیں دن کو پڑھی جائیں ان میں آہستہ آواز سے قراءت کرنا چاہئے اور جو نفلیں رات کو پڑھی جائیں ان میں اختیار ہے۔

مسئلہ: [۲] منفرد اگر فجر، مغرب، عشاء کی قضاء دن میں پڑھے تو اُن میں بھی اس کو آہستہ آواز سے قراءت کرنا واجب ہے، اگر رات کو قضاء پڑھے تو اُسے اختیار ہے۔

مسئلہ: [۳] اگر کوئی شخص مغرب کی یا عشاء کی پہلی دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد دوسری سورت ملانا بھول جائے تو اُسے تیسری چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد دوسری سورت پڑھنا چاہئے، اور ان رکعتوں میں بھی بلند آواز سے قراءت کرنا واجب ہے، اور اخیر میں سجدۂ سہو کرنا واجب ہے۔

نماز کی بعض سنتیں

مسئلہ: [۴] تکبیر تحریمہ کہنے سے پہلے دونوں ہاتھوں کا اُٹھانا، مردوں کو کانوں تک اور عورتوں کو شانوں تک سُنّت ہے، عذر کی حالت میں مَردوں کو بھی شانوں تک ہاتھ اُٹھانے میں کوئی حرج نہیں۔

مسئلہ: [۵] تکبیر تحریمہ کے بعد فوراً ہاتھوں کو باندھ لینا، مردوں کو ناف کے نیچے اور عورتوں کو سینہ پر سُنّت ہے۔

مسئلہ: [۶] مَردوں کو اس طرح ہاتھ باندھنا کہ داہنی ہتھیلی بائیں ہتھیلی پر رکھ لیں اور داہنے انگوٹھے اور چھوٹی انگلی

=والعصر.... وفيما بعد أوليي العشائين، الثالثة من المغرب وهي والرابعة من العشاء. [مراقي الفلاح ۲۵۳]

[۱] و(يجب) الإسرار في نفل النهار... والمنفرد مخير فيما يجهر... كمتنفل بالليل فإنه مخير. [مراقي الفلاح ۲۵۴]

[۲] ويخافت المنفرد حتما أي وجوباً إن قضى الجهرية في وقت المخافتة كأن صلى العشاء بعد طلوع الشمس. قوله: (في وقت المخافتة) قيد به لأنه إن قضى في وقت الجهر خير كما لايخفى. [الدر مع الشامية ۲/۳۰۷] [۳] (ولو ترك سورة) أراديها مايقرأ مع الفاتحة في أوليي العشاء، قيد به وإن كان غيره كذلك لبيان الجهر بذلك قضاها وجوبا في الأخريين مع الفاتحة لوجوب قضاء الواجب وجهر بهما. [الهندية ۱/۸۰] [۴] ويرفع يديه حتى يحاذي بإبهاميه شحمتي أذنيه.... والمرأة ترفع يديها حذاء منكبيها. [الهندية ۱/۸۰] وما رواه الشافعي من حديث ابن عمر قال: "رأيت النبي ﷺ إذا افتتح الصلوة رفع يديه حتى يحاذي منكبيه" محمول على حالة العذر. [طحطاوي على المراقي ۲۵۶] [۵]،[۶] ووضع الرجل يمينه على يساره تحت سرّته آخذ ارسغها بخنصره وإبهامه هو المختار، وتضع المرأة والخنثى الكف على الكف تحت ثديها كما فرغ من التكبير بلا إرسال. [الدرّالمختار ۲/۲۲۸]

سے بائیں کلائی کو پکڑ لینا اور تین انگلیاں بائیں کلائی پر بچھانا سنت ہے۔

مسئلہ:[1] امام اور منفرد کو بعد سورۂ فاتحہ کے ختم ہونے کے آہستہ آواز سے آمین کہنا، اور قرأت بلند آواز سے ہو تب بھی سب مقتدیوں کو بھی آہستہ آمین کہنا سنّت ہے۔

مسئلہ:[2] مردوں کو رکوع کی حالت میں اچھی طرح جھک جانا کہ پیٹھ اور سر اور سُرین سب برابر ہو جائیں سنّت ہے۔

مسئلہ:[3] رکوع میں مردوں کو دونوں ہاتھوں کا پہلو سے جُدا رکھنا سنت ہے۔ قومے[4] میں امام کو صرف سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہنا اور مقتدی کو صرف رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کہنا اور منفرد کو دونوں کہنا سنّت ہے۔

مسئلہ:[5] سجدے کی حالت میں مردوں کو اپنے پیٹ کا زانو سے، کہنیوں کا پہلو سے علیحدہ رکھنا اور ہاتھوں کی باہوں کا زمین سے اُٹھا ہوا رکھنا سنّت ہے۔

مسئلہ:[6] قعدۂ اولیٰ اور اُخری دونوں میں مردوں کو اس طرح بیٹھنا کہ داہنا پیر انگلیوں کے بل کھڑا ہو اور اس کی انگلیوں کا رُخ قبلہ کی طرف ہو اور بایاں پیر زمین پر بچھا ہو اور اُسی پر بیٹھے ہوں اور دونوں ہاتھ زانوں پر ہوں اور انگلیوں کے سرے گھٹنوں کی طرف ہوں، یہ سنت ہے۔

مسئلہ:[7] امام کو سلام بلند آواز سے کہنا سنت ہے۔

مسئلہ:[8] امام کو اپنے سلام میں اپنے تمام مقتدیوں کی نیت کرنا خواہ مرد ہوں یا عورت یا لڑکے ہوں اور ساتھ

---

① وأمن الإمام سراً كمأموم ومنفرد. [تنوير الأبصار مع الدرّ ۲/۲۳۷] ② ويسن بسط ظهره حال ركوعه وتسوية رأسه بعجزه. [مراقي الفلاح ۲۶۶] ③ ارفع يديك عن جنبيك. [المراقي ۲۶۶ و ردّالمحتار ۲/۲۴۱] ④ ويقول الإمام: سمع الله لمن حمده، ويقول المؤتم: ربنا لك الحمد، ولا يقولها الإمام عند أبي حنيفة رحمه الله وقالا: يقولها في نفسه، ... والمنفرد يجمع بينهما في الأصح. [الهداية ۱/۱۹۷-۱۹۸] ⑤ ويسنّ مجافاة الرجل ... بطنه عن فخذيه، ومرفقيه عن جنبيه، وذراعيه عن الأرض. [مراقي الفلاح ۲۶۸] ⑥ يفترش الرجل رجله اليسرى ... ويجلس عليها، وينصب رجله اليمنى، ويوجه أصابعه ... نحو القبلة، ... ويضع يمناه على فخذه اليمنى ويسراه على اليسرى، ويبسط أصابعه ... جاعلاً أطرافها عند ركبتيه. [الدرّ المختار ۲/۲۶۵] ⑦ وفي البدائع: ومنها أي من السنن أن يجهر بالتسليم إن كان إماما لأنه للخروج عن الصلوٰة، فلابد من الإعلام. [البدائع ۱/۵۰۲] ⑧ وينوي الإمام بخطابه السلام على من في يمينه ويساره ... والحفظة فيهما ... ويريد المؤتم السلام على إمامه في التسليمة الأولى إن كان الإمام فيها وإلا ففي الثانية، ونواه فيهما لو محاذيا، وينوي المنفرد الحفظة فقط. [الدرّ المختار ۲/۲۹۴]

رہنے والے فرشتوں کی نیت کرنا، اور مقتدیوں کو اپنے ساتھ نماز پڑھنے والوں کی اور ساتھ رہنے والے فرشتوں کی، اور اگر امام داہنی طرف ہو تو داہنے سلام میں اور بائیں طرف ہو تو بائیں سلام میں اور اگر محاذی ہو تو دونوں سلاموں میں امام کی بھی نیت کرنا سنت ہے۔

مسئلہ: [1] تکبیر تحریمہ کہتے وقت مردوں کو اپنے ہاتھوں کا آستین یا چادر وغیرہ سے باہر نکال لینا بشرطیکہ کوئی عذر مثل سردی وغیرہ کے نہ ہو سنت ہے۔

جماعت کا بیان

چونکہ جماعت سے نماز پڑھنا واجب یا سنت [2] موکدہ ہے، اس لئے اس کا ذکر نماز کے واجبات وسنن کے بعد اور مکروہات وغیرہ سے پہلے مناسب معلوم ہوا، اور مسائل کے زیادہ اور قابل اہتمام ہونے کے سبب سے اس کے لئے علیحدہ عنوان قائم کیا گیا، جماعت کم سے کم دو آدمیوں کے مل کر نماز پڑھنے کو کہتے ہیں اس طرح کہ ایک شخص ان میں تابع ہو اور دوسرا متبوع۔ متبوع کو "امام" اور تابع کو "مقتدی" کہتے ہیں۔

مسئلہ: [3] امام کے سوا ایک آدمی کے شریک نماز ہو جانے سے جماعت ہو جاتی ہے، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، غلام ہو یا آزاد، بالغ ہو یا سمجھدار نابالغ بچہ، ہاں [4] جمعہ اور عیدین کی نماز میں کم سے کم امام کے سوا تین آدمیوں کے بغیر جماعت نہیں ہوتی۔

مسئلہ: [5] جماعت کے ہونے میں یہ بھی ضروری نہیں کہ فرض نماز ہو، بلکہ اگر نفل بھی دو آدمی اسی طرح ایک دوسرے کے تابع ہو کر پڑھیں تو جماعت ہو جائے گی، خواہ امام اور مقتدی دونوں نفل پڑھتے ہوں یا مقتدی نفل پڑھتا ہو۔ البتہ جماعت کی نفل کا عادی ہونا یا تین مقتدیوں سے زیادہ ہونا مکروہ ہے۔

---

[1] إذا أراد الرجل الدخول في الصلوة... أخرج كفيه من كميه بخلاف المرأة وحال الضرورة. [مراقي الفلاح ٢٧٨]

[2] وأقلها (أي الجماعة) اثنان واحد مع الإمام ولو مميزا. [الدر المختار: ٢/٣٤٤] [3] بعضوں کے نزدیک واجب اور بعضوں کے نزدیک سنت موکدہ ہے جس کا مفصل بیان آگے آتا ہے۔ (محشی) [4] والسادس الجماعة وأقلها ثلاثة رجال ... سوى الإمام. [الدر المختار ٣/٢٧ باب الجمعة] [5] ولا يصلي الوتر ولا التطوع بجماعة خارج رمضان، أي: يكره ذلك لو على سبيل التداعي بأن يقتدي أربعة بواحد. [الدر المختار ٢/٦٠٤]

جماعت کی فضیلت اور تاکید

جماعت کی فضیلت اور تاکید میں صحیح احادیث اس کثرت سے وارد ہوئی ہیں کہ اگر سب ایک جگہ جمع کی جائیں تو ایک بہت کافی حجم کا رسالہ تیار ہو سکتا ہے، ان کے دیکھنے سے قطعاً یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جماعت نماز کی تکمیل میں ایک اعلیٰ درجہ کی شرط ہے۔ نبی ﷺ نے کبھی اس کو ترک نہیں فرمایا، حتٰی کہ حالتِ مرض میں جب آپکو خود چلنے کی قوت نہ تھی دو آدمیوں کے سہارے سے مسجد میں تشریف لے گئے اور جماعت سے نماز پڑھی۔ تارک جماعت پر آپ کو سخت غصہ آتا تھا اور ترک جماعت پر سخت سے سخت سزا دینے کو آپ کا جی چاہتا تھا۔ بے شبہ شریعتِ محمدیہ میں جماعت کا بڑا اہتمام کیا گیا ہے اور ہونا بھی چاہئے تھا۔ نماز جیسی عبادت کی شان بھی اسی کو چاہتی تھی کہ جس چیز سے اس کی تکمیل ہو وہ بھی تاکید کے اعلیٰ درجہ پر پہنچا دی جائے، ہم اس مقام پر اس آیت کو لکھ کر جس سے بعض مفسرین اور فقہاء نے جماعت کو ثابت کیا ہے چند حدیثیں بیان کرتے ہیں، قال اللہ تعالیٰ: ''وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ'' ''نماز پڑھو نماز پڑھنے والوں کے ساتھ مل کر یعنی جماعت سے۔ اس آیت میں حکمِ صریح جماعت سے نماز پڑھنے کا ہے، مگر چونکہ رکوع کے معنی بعض مفسرین نے خضوع کے بھی لکھے ہیں لہٰذا فرضیت ثابت نہ ہوگی۔[1]

حدیث ۱: نبی ﷺ سے ابن عمر رضی اللہ عنہ جماعت کی نماز میں تنہا نماز سے ستائیس درجہ زیادہ ثواب روایت کرتے ہیں۔[2][3]

حدیث ۲: نبی ﷺ نے فرمایا کہ تنہا نماز پڑھنے سے ایک آدمی کے ساتھ نماز پڑھنا بہت بہتر ہے اور دو آمیوں کے ساتھ اور بھی بہتر ہے اور جس قدر زیادہ جماعت ہو اُسی قدر اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔[4]

حدیث ۳: انس بن مالک رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ بنی سلمہ کے لوگوں نے ارادہ کیا کہ اپنے قدیمی مکانات سے (چونکہ وہ مسجد نبوی سے دور تھے) اُٹھ کر نبی ﷺ کے قریب آ کر قیام کریں، تب اُن سے نبی ﷺ نے

---

[1] وجاز أن يراد بالركوع الصلوة كما يعبر عنها بالسجود، وأن يكون أمراً بالصلوة مع المصلين يعني في الجماعة أي صلوها مع المصلين لا منفردين [مدارك التنزيل ۳۶/۱] [2] مطلب یہ ہے کہ اکیلے نماز پڑھنے سے جتنا ثواب ملتا ہے، جماعت سے پڑھنے سے اس سے ستائیس گنا زیادہ ثواب ملتا ہے۔ (محشی)۔ [3] عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله ﷺ: صلوة الجماعة تفضل صلوة الفذ بسبع وعشرين درجة. (متفق عليه) [مشكاة المصابيح ۹۵] [4] عن أبي بن كعب رضي الله عنه في حديث طويل قال رسول الله ﷺ: وإن صلوة الرجل مع الرجل أزكى من صلوته وحده، وصلوته مع الرجلين أزكى من صلوته مع الرجل، وما كثر فهو أحب إلى الله. رواه ابوداؤد والنسائي. [مشكاة المصابيح ۹۶]

فرمایا کہ کیا تم اپنے قدموں میں جو زمین پر پڑتے ہیں ثواب[1] نہیں سمجھتے؟

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص جتنی دور سے چل کر مسجد میں آئے گا اس قدر زیادہ[2] ثواب ملے گا۔

حدیث ۴: نبی ﷺ نے فرمایا کہ جتنا وقت نماز کے انتظار میں گذرتا ہے وہ سب نماز میں شمار ہوتا ہے۔

حدیث ۵: نبی ﷺ نے ایک روز عشاء کے وقت اپنے اُن اصحاب سے جو جماعت میں شریک تھے فرمایا کہ لوگ نماز پڑھ پڑھ کر سو رہے اور تمہارا وہ وقت جو انتظار میں گزرا سب نماز میں محسوب ہوا۔

حدیث ۶: نبی ﷺ سے بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: بشارت دو اُن لوگوں کو جو اندھیری راتوں میں جماعت کے لئے مسجد جاتے ہیں اس بات کی کہ قیامت میں ان کے لئے پوری روشنی ہوگی۔

حدیث ۷: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص عشاء کی نماز جماعت سے پڑھے اس کو نصف شب کی عبادت کا ثواب ملے گا۔ اور جو عشاء اور فجر کی نماز جماعت سے پڑھے گا اُسے پوری رات کی عبادت کا ثواب ملے گا۔

حدیث ۸: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے راوی ہیں کہ ایک روز آپ نے فرمایا کہ بے شک میرے دل میں یہ ارادہ ہوا کہ کسی کو حکم دوں کہ لکڑیاں جمع کرے، پھر اذان کا حکم دوں اور کسی شخص سے کہوں کہ وہ امامت کرے اور میں اُن لوگوں کے گھروں پر جاؤں جو جماعت میں نہیں آتے اور اُن کے گھروں کو جلا دوں۔

حدیث ۹: ایک روایت میں ہے کہ اگر مجھے چھوٹے بچوں اور عورتوں کا خیال نہ ہوتا تو میں عشاء کی نماز میں مشغول ہو جاتا اور خادموں کو حکم دیتا کہ ان کے گھروں کے مال و اسباب کو مع ان کے جلا دیں (مسلم)، عشاء کی تخصیص اس حدیث میں اس مصلحت سے معلوم ہوتی ہے کہ وہ سونے کا وقت ہوتا ہے اور غالباً تمام لوگ اس وقت گھروں میں

---

[1] عن جابر رضي الله عنه قال: خلت البقاع حول المسجد فأراد بنو سلمة أن ينتقلوا قرب المسجد، فبلغ ذلك النبي ﷺ فقال لهم: بلغني أنكم تريدون أن تنتقلوا قرب المسجد، قالوا: نعم يا رسول الله! قد أردنا ذلك، فقال: يا بني سلمة! دياركم، تكتب آثاركم، دياركم، تكتب آثاركم. (رواه مسلم). [مشكاة المصابيح ٦٨] [2] لیکن اگر کسی کے محلہ میں مسجد ہو تو اس کو چھوڑ کر دور نہ جاوے، کیونکہ محلہ کی مسجد کا حق ہے، بلکہ اگر وہاں جماعت بھی نہ ہوتی ہو تب بھی وہاں جا کر اذان و اقامت کہہ کر تنہا نماز پڑھے۔ (محشی) [رد المحتار ۳۴۷/۲ أحكام المساجد]

ہوتے ہیں۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو لکھ کر فرماتے ہیں کہ یہی مضمون ابن مسعود اور ابودرداء اور ابن عباس اور جابر رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے، یہ سب لوگ نبی ﷺ کے معزز اصحاب میں ہیں۔

حدیث ۱۰: ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ کسی آبادی یا جنگل میں تین مسلمان ہوں اور جماعت سے نماز نہ پڑھیں تو بیشک اُن پر شیطان غالب ہوجائے گا، پس اے ابودرداء! جماعت کو اپنے اوپر لازم سمجھ لو، دیکھو بھیڑیا (شیطان) اُسی بکری (آدمی) کو کھاتا (بہکاتا) ہے جو اپنے گلے (جماعت) سے الگ ہوگئی ہو۔

حدیث ۱۱: ابن عباس رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے راوی ہیں کہ جو شخص اذان سُن کر جماعت میں نہ آئے اور اُسے کوئی عذر بھی نہ ہو تو اسکی وہ نماز جو تنہا پڑھی ہو قبول[1] نہ ہوگی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ وہ عذر کیا ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ خوف یا مرض۔ اس حدیث میں خوف اور مرض کی تفصیل نہیں کی گئی۔ بعض احادیث میں کچھ تفصیل بھی ہے۔

حدیث ۱۲: حضرت مِحجن[2] رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نبی ﷺ کے ساتھ تھا کہ اتنے میں اذان ہوئی اور رسول اللہ ﷺ نماز پڑھنے لگے اور میں اپنی جگہ پر جا کر بیٹھ گیا۔ حضرت نے نماز سے فارغ ہوکر فرمایا کہ اے مِحجن! تم نے جماعت سے نماز کیوں نہ پڑھی، کیا تم مسلمان نہیں ہو؟ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ میں مسلمان تو ہوں، مگر میں اپنے گھر میں نماز پڑھ چکا تھا۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب مسجد میں آؤ اور دیکھو کہ جماعت ہورہی ہے تو لوگوں کے ساتھ مل کر نماز پڑھ لیا کرو اگرچہ[3] پڑھ چکے ہو۔ ذرا اس حدیث کو غور سے دیکھو کہ نبی ﷺ نے اپنے برگزیدہ صحابی مِحجن رضی اللہ عنہ کو جماعت سے نماز نہ پڑھنے پر کیسی سخت اور عتاب آمیز بات کہی کہ کیا تم مسلمان نہیں ہو؟

چند حدیثیں نمونے کے طور پر ذکر ہوچکیں، اب نبی ﷺ کے برگزیدہ اصحاب رضی اللہ عنہم کے اقوال سُنیئے کہ انھیں جماعت کا کس قدر اہتمام مدنظر تھا اور ترک جماعت کو وہ کیسا سمجھتے تھے، اور کیوں نہ سمجھتے نبی ﷺ کی اطاعت اور اُن کی مرضی کا اُن سے زیادہ کس کو خیال ہوسکتا ہے؟۔

---

[1] یعنی پورا ثواب نہ ملے گا، یہ غرض نہیں ہے کہ فرض ادا نہ ہوگا، کبھی کوئی اس خیال سے نماز ہی چھوڑ دے کہ نماز قبول تو ہوگی ہی نہیں پھر تنہا بھی نہ پڑھیں کیونکہ کچھ فائدہ نہیں، ایسا خیال ہرگز نہ چاہیے۔ (محشی) [2] بالکسر وفتح الجیم۔ (محشی) [3] مگر فجر اور عصر اور مغرب کی نماز اگر تنہا پڑھ لی ہو اور پھر جماعت ہو تو اب جماعت میں شامل نہ ہونا چاہیے، اس لئے کہ فجر اور عصر کے بعد تو نوافل نہ پڑھنا چاہئیں اور مغرب میں اس لئے کہ تین رکعت نفل کی شریعت میں نہیں ہیں۔ (محشی)

اثر[1] اسود کہتے ہیں کہ ایک روز ہم حضرت اُمّ المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر تھے کہ نماز کی پابندی اور اسکی فضیلت اور تاکید کا ذکر (چل) نکلا، اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تائیداً نبی ﷺ کے مرضِ وفات کا قصہ بیان کیا کہ ایک دن نماز کا وقت آیا اور اذان ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ ابوبکر سے کہو: نماز پڑھاویں۔ عرض کیا گیا کہ ابوبکر ایک نہایت رقیق القلب آدمی ہیں جب آپکی جگہ پر کھڑے ہونگے تو بے طاقت ہوجائیں گے اور نماز نہ پڑھا سکیں گے، آپ نے پھر وہی فرمایا۔ پھر وہی جواب دیا گیا تو آپ نے فرمایا: کہ تم ایسی باتیں کرتی ہو جیسے یوسف علیہ السلام سے مصر کی عورتیں[2] کرتی تھیں، ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ نماز پڑھاویں۔ خیر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے کو نکلے۔ اتنے میں نبی ﷺ کو مرض میں کچھ تخفیف معلوم ہوئی تو آپ دو آدمیوں کے سہارے سے نکلے، میری آنکھوں میں اب تک وہ حالت موجود ہے کہ نبی ﷺ کے قدم مبارک زمین پر گھسٹتے ہوئے جاتے تھے، یعنی اتنی قوت بھی نہ تھی کہ زمین سے پیر اُٹھا سکیں۔ وہاں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز شروع کرچکے تھے، چاہا کہ پیچھے ہٹ جاویں، مگر نبی ﷺ نے منع فرمایا اور اُنھیں سے نماز پڑھوائی۔

اثر۲ ایک دن حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سلیمان بن ابی حثمہ کو صبح کی نماز میں نہ پایا تو اُن کے گھر گئے اور اُن کی ماں سے پوچھا کہ آج میں نے سلیمان کو فجر کی نماز میں نہیں دیکھا، انھوں نے کہا کہ وہ رات بھر نماز پڑھتے رہے اس وجہ سے اس وقت اُن کو نیند آگئی، تب حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے فجر کی نماز جماعت سے پڑھنا زیادہ محبوب ہے بہ نسبت اس کے کہ تمام شب عبادت کروں۔ (مؤطا امام مالک)۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ صبح کی نماز باجماعت پڑھنے میں تہجد سے بھی زیادہ ثواب ہے، اس لئے علماء نے لکھا ہے کہ اگر شب بیداری نمازِ فجر میں مخل ہو تو ترک اس کا اولیٰ ہے۔ (اشعۃ اللمعات)۔

---

[1] "اثر" صحابی اور تابعین کے قول کو کہتے ہیں۔ (محشی) [2] یہاں پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تشبیہ دی حضرت زلیخا سے، وجہ تشبیہ کی یہ ہے کہ جب حضرت زلیخا کے عشق کی شہرت ہوئی کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کو چاہتی ہیں جو اس وقت میں ان کے خاوند کے غلام تھے تو انھوں نے عورتوں کی ضیافت کی اور مراد ان کی علاوہ ضیافت کے اور بھی تھی اور وہ یہ تھی کہ یہ عورتیں حضرت یوسف علیہ السلام کے حسنِ بے نظیر کو دیکھیں اور مجھے اُن کے ساتھ عشق میں معذور سمجھیں اور لعن وطعن سے باز آئیں، اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مراد بھی علاوہ اس کے جو انھوں نے عذر کیا اور بھی تھی اور وہ یہ کہ لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حضور ﷺ کی جگہ کھڑے ہونے کو بدفالی نہ سمجھیں اور اس بنا پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے لوگوں کو حضور کے بعد کدورت نہ ہو (کذا فی فتح الباری وغیرہ)۔ (محشی)

اثر ۳: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بیشک ہم نے آزمالیا اپنے کو اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو کہ ترک جماعت نہیں کرتا مگر وہ منافق کہ جس کا نفاق کھلا ہوا ہو یا بیمار، مگر بیمار بھی تو دو آدمیوں کا سہارا دیکر جماعت کیلئے حاضر ہوتے تھے، بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ہدایت کی راہیں بتلائیں، اور منجملہ اُن کے نماز ہے ان مسجدوں میں جہاں اذان ہوتی ہو، یعنی جماعت ہوتی ہو۔ دوسری ہدایت میں ہے کہ فرمایا: جسے خواہش ہو کل (قیامت میں) اللہ تعالیٰ کے سامنے مسلمان جائے اُسے چاہئے کہ پنج وقتی نمازوں کی پابندی کرے اُن مقامات میں جہاں اذان ہوتی ہو (یعنی جماعت سے نماز پڑھی جاتی ہو)۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کیلئے ہدایت کے طریقے نکالے ہیں، اور یہ نماز بھی اُن ہی طریقوں میں سے ہے، اگر تم اپنے گھروں میں نماز پڑھ لیا کرو گے جیسے کہ منافق پڑھتا ہے تو بیشک تم سے چھوٹ جائے گی تمہارے نبی کی سُنّت اور اگر تم چھوڑ دو گے اپنے پیغمبر کی سُنّت کو تو بے شبہ گمراہ ہو جاؤ گے، اور کوئی شخص اچھی طرح وضو کر کے نماز کیلئے مسجد نہیں جاتا، مگر اس کے ہر قدم پر ایک ثواب ملتا ہے اور ایک مرتبہ عنایت ہوتا ہے اور ایک گناہ معاف ہوتا ہے، اور ہم نے دیکھ لیا کہ جماعت سے الگ نہیں رہتا مگر منافق۔ ہم لوگوں کی حالت تو یہ تھی کہ بیماری کی حالت میں دو آمیوں پر تکیہ لگا کر جماعت کیلئے لائے جاتے تھے اور صف میں کھڑے کر دیے جاتے تھے۔

اثر ۴: ایک مرتبہ ایک شخص مسجد سے بعد اذان[1] کے بغیر نماز پڑھے ہوئے چلا گیا تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس شخص نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی اور انکے مقدس حکم کو نہ مانا (مسلم شریف)۔ دیکھو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے تارک جماعت کو کیا کہا۔ کیا کسی مسلمان کو اب بھی بے عذر ترک جماعت کی جرأت ہو سکتی ہے؟ کیا کسی ایمان دار کو حضرت ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی گوارا ہو سکتی ہے؟

اثر ۵: حضرت اُمِّ درداء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ میرے پاس اس حال میں آئے کہ نہایت غضبناک تھے، میں نے پوچھا کہ اس وقت آپ کو کیوں غصہ آیا، کہنے لگے: اللہ کی قسم! میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں اب کوئی بات نہیں دیکھتا، مگر یہ کہ وہ جماعت سے نماز پڑھ لیتے ہیں، یعنی اب اس کو بھی چھوڑنے لگے۔

[1] بعد اذان کے مسجد سے ایسے شخص کو کہ پھر اس مسجد میں آ کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو جانا منع ہے، ہاں کوئی قوی عذر ہو اور سخت مجبوری ہو تو مضائقہ نہیں۔ (محشی)

اثر۶: نبی ﷺ کے بہت اصحاب سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ جو کوئی اذان سُن کر جماعت میں نہ جائے اس کی نماز ہی نہ ہوگی، یہ لکھ کر امام ترمذی لکھتے ہیں کہ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ حکم تاکیدی ہے، مقصود یہ ہے کہ بے عذر ترکِ جماعت جائز نہیں۔[1]

اثر۷: مجاہد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ جو شخص تمام دن روزے رکھتا ہو اور رات بھر نمازیں پڑھتا ہو، مگر جمعہ اور جماعت میں نہ شریک ہوتا ہو اُسے آپ کیا کہتے ہیں، فرمایا کہ دوزخ میں جائے گا۔ (ترمذی)۔ امام ترمذی اس حدیث کا مطلب یہ بیان فرماتے ہیں کہ جمعہ و جماعت کا مرتبہ کچھ کم سمجھ کر[2] ترک کرے تب یہ حکم کیا جائے گا، لیکن اگر دوزخ میں جانے سے مراد تھوڑے دن کے لئے جانا لیا جائے تو اس تاویل کی کچھ ضرورت نہ ہوگی۔

اثر۸: سلف صالحین کا یہ دستور تھا کہ جسکی جماعت ترک ہو جاتی سات دن تک اُس کی ماتم پُرسی کرتے (احیاء العلوم)۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال بھی تھوڑے سے بیان ہو چکے ہیں جو درحقیقت نبی ﷺ کے اقوال ہیں۔

اب ذرا علمائے اُمّت اور مجتہدین ملّت کو دیکھئے کہ ان کا جماعت کی طرف کیا خیال ہے اور ان احادیث کا مطلب انھوں نے کیا سمجھا ہے:

۱ ظاہریہ[3] اور امام احمد رحمہ اللہ کے بعض مقلدین کا مذہب ہے کہ جماعت نماز کے صحیح ہونے کی شرط ہے، بغیر اس کے نماز نہیں ہوتی۔

۲ امام احمد کا صحیح مذہب یہ ہے کہ جماعت فرض عین ہے اگرچہ نماز کے صحیح ہونے کی شرط نہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے بعض مقلدین کا بھی یہی مذہب ہے۔

۳ امام شافعی رحمہ اللہ کے بعض مقلدین کا یہ مذہب ہے کہ جماعت فرض کفایہ ہے، امام طحاوی رحمہ اللہ جو حنفیہ میں ایک بڑے درجے کے فقیہ اور محدّث ہیں ان کا بھی یہی مذہب ہے۔

---

[1] اور بے عذر تنہا نماز پڑھنے سے گو نماز ہو جاوے گی مگر کامل نہ ہوگی۔ [2] اس لئے کہ احکامِ شرعیہ کو ہلکا اور حقیر سمجھنا کفر ہے، اور اس تاویل کی حاجت جب ہوگی جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے فرمانے کا یہ مطلب ہو کہ ایسا شخص ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ (محشی)

[3] ”ظاہریہ“ ایک اسلامی فرقہ کا نام ہے۔

- اکثر محققین حنفیہ کے نزدیک جماعت واجب ہے۔ محقق ابن ہمام اور حلبی اور صاحب البحر الرائق وغیرہم اسی طرف ہیں۔
- بعض حنفیہ کے نزدیک جماعت سنتِ مؤکدہ ہے مگر واجب کے حکم میں، اور درحقیقت حنفیہ کے ان دونوں قولوں میں کچھ مخالفت نہیں۔
- ہمارے فقہاء لکھتے ہیں اگر کسی شہر میں لوگ جماعت چھوڑ دیں اور کہنے سے بھی نہ مانیں تو ان سے لڑنا حلال ہے۔
- "قنیہ" وغیرہ میں ہے کہ بے عذر تارکِ جماعت کو سزا دینا امامِ وقت پر واجب ہے، اور اس کے پڑوسی اگر اس کے اس فعلِ قبیح پر سکوت کرلیں تو گنہگار ہوں گے۔
- اگر مسجد جانے کیلئے اقامت سننے کا انتظار کرے تو گنہگار ہوگا، یہ اس لئے کہ اگر اقامت سُن کر چلا کریں گے تو ایک دو رکعت یا پوری جماعت چلے جانے کا خوف ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ جمعہ اور جماعت کیلئے تیز قدم جانا درست ہے بشرطیکہ زیادہ تکلیف نہ ہو۔
- تارکِ جماعت ضرور گنہگار ہے اور اس کی گواہی قبول نہ کی جائے۔ بشرطیکہ اس نے بے عذر صرف کاہلی انکاری (سستی) سے جماعت چھوڑی ہو۔
- اگر کوئی شخص دینی مسائل کے پڑھنے پڑھانے میں دن رات مشغول رہتا ہو اور جماعت میں حاضر نہ ہوتا ہو تو معذور نہ سمجھا جائے گا اور اس کی گواہی مقبول نہ ہوگی۔

حکم جماعت کے بارے میں عبارات فقہاء میں اختلاف ہوا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ جماعت سنتِ مؤکدہ ہے اور بعض نے کہا ہے کہ واجب ہے۔ اس کے بعد فقہاء نے قولوں کا اختلاف آراء پر محمول کیا اور تطبیق کی طرف بھی گئے۔ بعض نے تطبیق کی طرح، جن لوگوں نے تطبیق کی فکر کی ان میں سے بعض نے کہا کہ سنتِ مؤکدہ کے معنی یہ ہیں کہ وہ واجب ہے اور اس کا وجوب سنت سے ثابت ہے، اور بعض نے کہا کہ اس پر دلالت سنتِ مؤکدہ ہے اور کبھی کبھی ترک جائز ہے، یہ وہ تطبیقیں ہیں جو کہ کتب فقہ میں میری نظر سے گذری ہیں۔ اور تطبیق جو علم الفقہ میں بیان کی گئی ہے وہ اس سے پیشتر کسی میں منقول ہوئی ہے نہ میری نظر سے گذری اور نہ اس کا صحیح مطلب میری سمجھ میں آیا۔ اس میں غور کر لیا جائے۔ (حبیب احمد)

: یعنی اس کو اس فعل سے منع نہ کریں اور نصیحت حسب قدرت نہ کریں، ہاں جبکہ ان کو اس شخص سے کسی ضرر کا اندیشہ نہ ہو تو وہ بڑے گنہگار ہوں گے۔

جماعت کی حکمتیں اور فائدے

اس بارے میں حضرات علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے بہت کچھ بیان کیا ہے، مگر جہاں تک میری نظر قاصر پہنچی ہے حضرت شاہ مولانا ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بہتر، جامع اور لطیف تقریر کسی کی نہیں، اگرچہ زیادہ لطف یہی تھا کہ اُنھیں کی پاکیزہ عبارت سے وہ مضامین سُنے جائیں، مگر بوجہ اختصار کے میں حضرت موصوف رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا خلاصہ یہاں درج کرتا ہوں، وہ فرماتے ہیں:

۱ کوئی چیز اُس سے زیادہ سود مند نہیں کہ کوئی عبادت رسم عام کر دی جائے یہاں تک کہ وہ عبادت ایک ضروری عبادت ہو جائے کہ اس کا چھوڑنا ترک عادت کی طرح ناممکن ہو جائے، اور کوئی عبادت نماز سے زیادہ شاندار نہیں کہ اس کے ساتھ یہ خاص اہتمام کیا جائے۔

۲ مذہب میں ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں، جاہل بھی عالم بھی، لہٰذا یہ بڑی مصلحت کی بات ہے کہ سب لوگ جمع ہو کر ایک دوسرے کے سامنے اس عبادت کو ادا کریں، اگر کسی سے کچھ غلطی ہو جائے تو دوسرا اُسے تعلیم کر دے، گویا اللہ تعالیٰ کی عبادت ایک زیور ہوئی کہ تمام پرکھنے والے اُسے دیکھتے ہیں، جو خرابی اس میں ہوتی ہے بتلا دیتے ہیں اور جو عمدگی ہوتی ہے اُسے پسند کرتے ہیں، پس یہ ایک عمدہ ذریعہ نماز کی تکمیل کا ہوگا۔

۳ جو لوگ بے نمازی ہونگے اُن کا حال بھی اس سے کھل جائے گا اور ان کو نصیحت کرنے کا موقع ملے گا۔

۴ چند مسلمانوں کا مل کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اور اس سے دعا مانگنا ایک عجیب خاصیت رکھتا ہے نزول رحمت اور قبولیت کے لئے۔

۵ اس اُمت سے اللہ تعالیٰ کا یہ مقصود ہے کہ اُس کا کلمہ بلند اور کلمۂ کفر پست ہو اور زمین پر کوئی مذہب اسلام سے غالب نہ رہے، اور یہ بات جب ہی ہو سکتی ہے کہ یہ طریقہ مقرر کیا جائے کہ تمام مسلمان عام اور خاص، مسافر اور مقیم، چھوٹے بڑے اپنی کسی بڑی اور مشہور عبادت کے لئے جمع ہوا کریں اور شان وشوکت اسلام کی ظاہر کریں، ان ہی سب مصالح سے شریعت کی پوری توجہ جماعت کی طرف مصروف ہوگئی اور اس کی ترغیب دی گئی اور اسکے چھوڑنے کی سخت ممانعت کی گئی۔

۶: جماعت میں یہ فائدہ بھی ہے کہ تمام مسلمانوں کو ایک دوسرے کے حال پر اطلاع ہوتی رہے گی، اور ایک دوسرے کے درد و مصیبت میں شریک ہو سکے گا، جس سے دینی اخوت اور ایمانی محبت کا پورا اظہار و استحکام ہوگا جو اس شریعت کا ایک بڑا مقصود ہے اور جس کی تاکید اور فضیلت جا بجا قرآن عظیم اور احادیث نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم میں فرمائی گئی ہے، افسوس! ہمارے زمانے میں ترکِ جماعت ایک عام عادت ہوگئی ہے، جاہلوں کا کیا ذکر ہم بعضے لکھے پڑھے لوگوں کو اس بلا میں مبتلا دیکھ رہے ہیں۔ افسوس! یہ لوگ احادیث پڑھتے ہیں اور ان کے معنی سمجھتے ہیں، مگر جماعت کی سخت تاکیدیں اُن کے پتھر سے زیادہ سخت دلوں پر کچھ اثر نہیں کرتیں، قیامت میں جب قاضی روزِ جزا کے سامنے سب سے پہلے نماز کے مقدمات پیش ہوں گے اور اسکے نہ ادا کرنے والے یا ادا میں کمی کرنے والوں سے بازپرس شروع ہوگی تو یہ لوگ کیا جواب دیں گے؟۔

جماعت کے واجب ہونے کی شرطیں

۱: مرد ہونا۔[1] عورتوں پر جماعت واجب نہیں۔

۲: بالغ ہونا۔ نابالغ بچوں پر جماعت واجب نہیں۔

۳: آزاد ہونا۔ غلام پر جماعت واجب نہیں۔

۴: عاقل ہونا۔ مست، بیہوش اور دیوانے پر جماعت واجب نہیں۔

۵: تمام[2] عذروں سے خالی ہونا۔ ان عذروں کی حالت میں جماعت واجب نہیں، مگر ادا کرلے تو بہتر ہے، نہ ادا

---

[1] فتسن أو تجب على الرجال العقلاء البالغين الأحرار القادرين على الصلوة بالجماعة من غير حرج. [تنوير الأبصار مع الدر المختار ۲/۳٤٦] (قوله: البالغين) قيد به لأن الرجل قد يراد به مطلق الذكر بالغاً أو غيره، كما في قوله تعالى: "وإن كانوا إخوة رجالاً" و كما في حديث: "ألحقوا الفرائض بأهلها، فما أبقت فلأولى رجل ذكر" ولذا قيد بذكر، لدفع أن يراد به البالغ بناء على ما كان في الجاهلية من عدم توريثهم إلا من استعد للحرب دون الصغار، فافهم. (قوله: الأحرار) فلا تجب على القن، وسيأتي في الجمعة لو أذن له مولاه وجبت، وقيل: يخير، ورجحه في البحر. [ردّالمحتار ۲/۳٤٦] [2] (قوله: من غير حرج) قيد به لكونها سنة مؤكدة أو واجبة، فبالحرج يرتفع الاثم ويرخص في تركها ولكنه يفوته الأفضل، ... والظاهر أن المراد به العذر المانع كالمرض والشيخوخة والفلج. [ردّالمحتار ۲/۳٤٦]

کرنے میں ثواب جماعت سے محروم رہے گا۔ ترک جماعت کے عذر چودہ[14] ہیں:۔

۱: لباس[1] بقدر ستر عورت کے نہ پایا جانا۔

۲: مسجد[2] کے راستے میں سخت کیچڑ ہو کہ چلنا سخت دشوار ہو، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ کیچڑ وغیرہ کی حالت میں جماعت کے لئے آپ کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا کہ جماعت کا چھوڑنا مجھے پسند نہیں۔

۳: پانی[3] بہت زور سے برستا ہو، ایسی حالت میں امام محمد نے مؤطا میں لکھا ہے کہ اگرچہ نہ جانا جائز ہے مگر بہتر یہی ہے کہ جماعت سے جا کر نماز پڑھے۔

۴: سردی[4] سخت ہونا کہ باہر نکلنے میں یا مسجد تک جانے میں کسی بیماری کے پیدا ہو جانے کا یا بڑھ جانے کا خوف ہو۔

۵: مسجد[5] جانے میں مال واسباب کے چوری ہو جانے کا خوف ہو۔

۶: مسجد[6] جانے میں کسی دشمن کے مل جانے کا خوف ہو۔

۷: مسجد[7] جانے میں کسی قرض خواہ کے ملنے کا اور اس سے تکلیف پہنچنے کا خوف ہو، بشرطیکہ اس کے قرض کے ادا کرنے پر قادر نہ ہو، اور اگر قادر ہو تو وہ ظالم سمجھا جائے گا اور اس کو ترک جماعت کی اجازت نہ ہوگی۔

۸: اندھیری[8] رات ہو کہ راستہ نہ دکھلائی دیتا ہو، لیکن اگر روشنی کا سامان خدا نے دیا ہو تو جماعت نہ چھوڑنی چاہئے۔

۹: رات[9] کا وقت ہو اور آندھی بہت سخت چلتی ہو۔

۱۰: کسی[10] مریض کی تیمارداری کرتا ہو کہ اس کے جماعت میں چلے جانے سے اس مریض کی تکلیف یا وحشت کا خوف ہو۔

۱۱: کھانا[11] تیار ہو یا تیاری کے قریب اور بھوک ایسی لگی ہو کہ نماز میں جی نہ لگنے کا خوف ہو۔

۱۲: پیشاب[12] یا پاخانہ زور کا معلوم ہوتا ہو۔

---

(۱) والأفضل أن يصلي العراة وحدانا متباعدين. [الهندية ۱/۹٤] (۲) عن أبي يوسف سألت أبا حنيفة عن الجماعة في طين و ردغة، فقال: لا أحب تركها. وقال محمد في الموطا: الحديث رخصة، يعني قوله ﷺ "إذا ابتلّت النعال فالصلوة في الرحال" والنعال: هنا الأراضي الصلاب. [ردّالمحتار ۲/۳٤۸] (۳) ۔ (۴) فلاتجب على مريض ومقعد وزمن و مقطوع يد و رجل من=

۱۳: سفر[1] کا ارادہ رکھتا ہو اور خوف ہو کہ جماعت سے نماز پڑھنے میں دیر ہو جائے گی، قافلہ نکل جائے گا، ریل کا مسئلہ اسی پر قیاس کیا جا سکتا ہے، مگر فرق اس قدر ہے کہ وہاں ایک قافلے کے بعد دوسرا قافلہ بہت دنوں میں ملتا ہے، اور یہاں ریل ایک دن میں کئی بار جاتی ہے، اگر ایک وقت کی ریل نہ ملے تو دوسرے وقت جا سکتا ہے۔ ہاں اگر کوئی ایسا ہی سخت حرج ہوتا ہو تو مضائقہ نہیں، ہماری شریعت سے حرج اُٹھا دیا گیا ہے۔

۱۴: کوئی ایسی بیماری ہو جس کی وجہ سے چل پھر نہ سکے یا نابینا ہو یا لنجا ہو یا کوئی پیر کٹا ہوا ہو لیکن جو نابینا بے تکلف مسجد تک پہنچ سکے اس کو ترکِ جماعت نہ کرنا چاہئے۔

جماعت[2] کے صحیح ہونے کی شرطیں

شرط (۱): اسلام[3]۔ کافر کی جماعت صحیح نہیں۔

شرط (۲): عاقل ہونا۔ مست، بیہوش اور دیوانے کی جماعت صحیح نہیں۔

شرط (۳): مقتدی کو نماز کی نیت کے ساتھ امام کے اقتدا کی بھی نیت کرنا، یعنی یہ ارادہ دل میں کرنا کہ میں اس امام کے پیچھے فلاں نماز پڑھتا ہوں، نیت کا بیان اوپر بہ تفصیل ہو چکا ہے۔

شرط (۴): امام اور مقتدی دونوں کے مکان کا متحد ہونا، خواہ حقیقتاً متحد ہوں جیسے دونوں ایک ہی مسجد[4] یا ایک ہی گھر میں کھڑے ہوں یا حکماً متحد ہوں جیسے کسی دریا کے پل پر جماعت قائم کی جائے اور امام پل کے اُس پار ہو مگر

=خلاف أو رحل فقط، ... و مفلوج و شیخ کبیر عاجز و أعمی، وإن وجد قائدا، ولا علی من حال بینه و بینها مطر و طین و برد شدید و ظلمة كذلك، وريح ليلا لا نهاراً، أو خوف على ماله، أو من غريمه، أو ظالم، و مدافعة أحد الأخبثين، وإرادة سفر، وقيامه بمريض، وحضور طعام تتوقه نفسه. [الدرّ المختار ۲/۳۴۷] (قوله: أو من غريم) أي: إذا كان معسرا ليس عنده مايوفي غريمه، وإلا كان ظالماً. (قوله: وقيامه بمريض) أي يحصل له بغيبته المشقة والوحشة. [رد المحتار: ۲/۳۴۹]

[1] (وإرادة سفر) أي: وأقيمت الصلوة ويخشى أن تفوته القافلة. بحر. وأما السفر لنفسه فليس بعذر. [ردّ المحتار ۲/۳۴۹] [2] یعنی جماعت میں امام کی امامت اور مقتدی کی اقتدا کے صحیح ہونے کی شرطیں [3] وشروط صحة الإمامة للرجال الأصحاء ستة أشياء: الإسلام ... والبلوغ ... والعقل ... والذكورة ... والقراءة ... والسلامة من الأعذار ... كالرعاف ... والفأفأة والتمتمة ... واللثغ ... ومن فقد شرط كطهارة ... وستر عورة. [مراقي الفلاح ۲۸۷]

[4] یعنی جبکہ وہ مسجد یا گھر بہت بڑے نہ ہوں، کیونکہ بڑی مسجد اور بڑے گھر کا حکم آگے آئے گا۔ (حبیب احمد)

درمیان میں برابر صفیں کھڑی ہوں تو اس صورت میں اگرچہ امام کے اور اُن مقتدیوں کے درمیان میں جو پُل کے اس پار ہیں دریا حائل ہے اور اس وجہ سے دونوں کا مکان حقیقۃً متحد نہیں، مگر چونکہ درمیان میں برابر صفیں کھڑی ہوئی ہیں اس لئے دونوں کا مکان حکماً متحد سمجھا جائے گا اور اقتدا صحیح ہو جائے گی۔

مسئلہ: ① اگر مقتدی مسجد کی چھت پر کھڑا ہو اور امام مسجد کے اندر تو درست ہے، اس لئے کہ مسجد کی چھت مسجد کے حکم میں ہے، اور یہ دونوں مقام حکماً متحد سمجھے جائیں گے، اسی طرح اگر کسی کی چھت مسجد سے متصل ہو اور درمیان میں کوئی چیز حائل نہ ہو تو وہ بھی حکماً مسجد سے متحد سمجھی جائے گی، اور اُس کے اوپر کھڑے ہو کر اس امام کی اقتدا کرنا جو مسجد میں نماز پڑھ رہا ہے درست ہے۔

مسئلہ: ② اگر مسجد بہت بڑی ہو اور اسی طرح اگر گھر بہت بڑا یا جنگل ہو، اور امام اور مقتدی کے درمیان اتنا خالی میدان ہو کہ جس میں دو صفیں ہو سکیں تو یہ دونوں مقام یعنی جہاں مقتدی کھڑا ہے اور جہاں امام ہے مختلف سمجھے جائیں گے اور اقتدا درست نہ ہوگی۔

مسئلہ: ③ اسی طرح اگر امام اور مقتدی کے درمیان کوئی نہر ہو جس میں ناؤ وغیرہ چل سکے، یا کوئی اتنا بڑا حوض ہو جس کی طہارت کا حکم شریعت نے دیا ہو، یا کوئی عام رہگذر ہو جس سے بیل گاڑی وغیرہ نکل سکے، اور درمیان میں صفیں نہ ہوں تو وہ دونوں متحد نہ سمجھے جائیں گے اور اقتدا درست نہ ہوگی، البتہ بہت چھوٹی گول اگر حائل ہو جس کی برابر تنگ ④ راستہ نہیں ہوتا وہ مانع اقتدا نہیں۔

---

① ويمنع من الاقتداء... طريق تجري فيه عجلة... أو نهر تجري فيه السفن... أو خلاء... في الصحراء أو في مسجد كبير جداً كمسجد القدس يسع صفين فأكثر إلا إذا اتصلت الصفوف فيصح مطلقاً، كأن قام في الطريق ثلاثة، وكذا اثنان عند الثاني لا واحد اتفاقاً. [الدرّ المختار ۲/ ۳۹۸] وصورة اتصال الصفوف في النهر: أن يقفوا على جسر موضوع فوقه أو على سفن مربوطة فيه. [ردّ المحتار ۲/ ۴۰۱] ② ولو قام على سطح المسجد واقتدى بإمام في المسجد إن كان للسطح باب في المسجد ولا يشتبه عليه حال الإمام يصح الاقتداء، وإن اشتبه عليه حال الإمام لا يصح. [الفتاوى الهندية ۱/ ۹۸] ولو اقتدى من سطح داره المتصلة بالمسجد لم يجز لاختلاف المكان، درر وبحر وغيرهما، وأقره المصنف، لكنه تعقبه في الشرنبلالية، ونقل عن البرهان وغيره: أن الصحيح اعتبار الاشتباه فقط. قلت: وفي "الأشباه" و"زواهر الجواهر" و"مفتاح السعادة": أنه الأصح. وفي النهر: عن الزاد أنه اختيار جماعة من المتأخرين. [الدرّ المختار ۲/ ۴۰۲] ③ دیکھو باب ہٰذا نمبر (۳)۔ ④ تنگ سے تنگ راستہ وہ ہے جس کے عرض میں اونٹ آ سکے تو جو گول یا راجباہا عرض میں اس سے کم ہو وہ مانع اقتدا نہیں۔ كذا في الشامية عن أبي يوسف. ظ

مسئلہ: [1] اسی طرح اگر دو صفوں کے درمیان میں کوئی ایسی نہر یا ایسا رہگذر واقع ہو جائے تو اس صف کی اقتدا درست نہ ہوگی جو ان چیزوں کے اُس پار ہے۔

مسئلہ: [2] پیادے کی اقتدا سوار کے پیچھے یا ایک سوار کی دوسرے سوار کے پیچھے صحیح نہیں، اس لئے کہ دونوں کے مکان متحد نہیں، ہاں اگر ایک ہی سواری پر دونوں سوار ہوں تو درست ہے۔

شرط (۵) [3] مقتدی اور امام دونوں کی نماز کا مغایر (جدا) نہ ہونا۔ اگر مقتدی کی نماز امام کی نماز سے مغایر ہوگی تو اقتدا درست نہ ہوگی۔ مثلاً [4] امام ظہر کی نماز پڑھتا ہو اور مقتدی عصر کی نماز کی نیت کرے۔ یا امام کل کی ظہر کی قضا پڑھتا ہو اور مقتدی آج کی ظہر کی۔ ہاں اگر دونوں کل کی ظہر کی قضا پڑھتے ہوں یا دونوں آج ہی کی ظہر کی قضا پڑھتے ہوں تو درست ہے۔ البتہ اگر امام فرض پڑھتا ہو اور مقتدی نفل تو اقتدا صحیح ہے اس لئے کہ امام کی نماز قوی ہے۔

مسئلہ: [5] مقتدی اگر تراویح پڑھنا چاہے اور امام نفل پڑھتا ہو تب بھی اقتدا نہ ہوگی، کیونکہ امام کی نماز ضعیف ہے۔

شرط (۶) [6] امام کی نماز کا صحیح ہونا، اگر امام کی نماز فاسد ہوگی تو سب مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہو جائیگی، خواہ یہ فساد نماز ختم ہونے سے پہلے معلوم ہو جائے یا بعد ختم ہونے کے مثل اس کے کہ امام کے کپڑوں میں نجاستِ غلیظہ ایک درھم سے زیادہ تھی اور بعد نماز ختم ہونے یا اثنائے نماز میں معلوم ہوگیا، یا امام کا وضو نہ تھا اور بعد نماز ختم ہونے کے یا اثنائے نماز میں اس کو خیال آیا۔

مسئلہ: [7] امام کی نماز اگر کسی وجہ سے فاسد ہوگئی ہو اور مقتدیوں کو نہ معلوم ہو تو امام پر ضروری ہے کہ اپنے مقتدیوں

---

[1] دیکھو حاشیہ مسئلہ باب ہذا۔ [2] ولا نازل براكب ولا راكب براكب دابة أخرى، فلو معه صح. [الدرّالمختار ۲/۳۹۵]
[3] لأن اتحاد الصلوتين شرط عندنا. [الدرّالمختار ۲/۳۹۲] [4] ولامفترض بمتنفل وبمفترض فرضا آخر، سواء تغاير الفرضان اسما أو صفة، كمصلي ظهر أمس بمصلي ظهر اليوم، بخلاف مااذافاتتهم صلوة واحدة من يوم واحد فإنه يجوز. [ردّالمحتار ۲/۳۹۱] [5] إذاصلى التراويح مقتديابمن يصلي المكتوبة أوبمن يصلي نافلة غير التراويح اختلفوا فيه. والصحيح أنه لايجوز. [رد المحتار:۲/۴۰۸] [6] (قوله: وصحة صلوة إمامه) فلو تبين فسادها فسقا من الإمام أونسيانا لمضي مدة المسح أولو جود الحدث أوغير ذلك لم تصح صلوة المقتدي لعدم صحة البناء. [ردالمحتار:۲/۳۳۹] [7] وإن ظهر بطلان صلوة إمامه... أعاده... ويلزم الإمام... إعلام القوم بإعادة صلوتهم بالقدر الممكن ولوبكتاب أورسول في المختار. [مراقي الفلاح ۲۹۶ و ردّالمحتار ۲/۴۱۱]

کو حتی الامکان اس کی اطلاع کردے تا کہ اپنی اپنی نمازوں کا اعادہ کرلیں، خواہ اطلاع آدمی کے ذریعہ سے کی جائے یا خط کے ذریعہ سے۔

شرط (۷) [1] مقتدی کا امام سے آگے نہ کھڑا ہونا، خواہ برابر ہو یا پیچھے۔ اگر مقتدی امام سے آگے کھڑا ہو تو اسکی اقتدا درست نہ ہوگی۔ امام سے آگے کھڑا ہونا اس وقت سمجھا جائے گا کہ جب مقتدی کی ایڑی امام کی ایڑی سے آگے ہو جائے، اگر ایڑی آگے نہ ہو اور انگلیاں آگے بڑھ جائیں خواہ پیر کے بڑے ہونے کے سبب سے یا انگلیوں کے لمبے ہونے کی وجہ سے تو یہ آگے کھڑا ہونا نہ سمجھا جائے گا اور اقتدا درست ہو جائے گی۔

شرط (۸) [2] مقتدی کو امام کے انتقالات کا مثل رکوع، قومے، سجدوں اور قعدوں وغیرہ کا علم ہونا، خواہ امام کو دیکھ کر یا اسکی یا کسی مکبّر (تکبیر کہنے والے) کی آواز سن کر یا کسی مقتدی کو دیکھ کر۔ اگر مقتدی کو امام کے انتقالات کا علم نہ ہو خواہ کسی چیز کے حائل ہونے کے سبب سے یا اور کسی وجہ سے تو اقتدا صحیح نہ ہوگی، اور اگر کوئی حائل مثل پردے یا دیوار وغیرہ کے ہو مگر امام کے انتقالات معلوم ہوتے ہوں تو اقتدا درست ہے۔

مسئلہ: [3] اگر امام کا مسافر یا مقیم ہونا معلوم نہ ہو، لیکن قرائن سے اس کے مقیم ہونے کا خیال ہو بشرطیکہ وہ شہر یا

---

[1] وتقدّمُ الإمام بعقبه عن عقب المقتدي شرط لصحة اقتدائه، حتى لو كان عقب المقتدي غير متقدم على عقب الإمام، لكن قدمه أطول فتكون أصابعه قدام أصابع إمامه تجوز، كما لو كان المقتدي أطول من إمامه فيسجد أمامه. [رد المحتار ۲/۳۳۹]

[2] (وعلمه بانتقالاته) أي: بسماع أو رؤية للإمام أو لبعض المقتدين، وإن لم يتحد المكان. [ردالمحتار ۲/۳۳۹]

[3] (قوله: وبعكسه صح فيهما) وهو اقتداء المقيم بالمسافر فهو صحيح في الوقت وبعده لأن صلوة المسافر في الحالين واحدة، والقعدة فرض في حقه غير فرض في حق المقتدي، وبناء الضعيف على القوي جائز، وقد أمّ النبي ﷺ وهو مسافر أهل مكة، وقال: "أتموا صلاتكم فإنا قوم سفر" ويستحب أن يقول ذلك بعد السلام كل مسافر صلى بمقيم لاحتمال أن خلفه من لا يعرف حاله ولا يتيسر له الاجتماع بالإمام قبل ذهابه، فيحكم حينئذ بفساد صلوة نفسه بناء على ظن إقامة الإمام ثم إفساده بالسلام على رأس الركعتين، وهذا محمل مافي الفتاوى. إذا اقتدى بالإمام لا يدري أمسافر هو أم مقيم لا يصح؛ لأن العلم بحال الإمام شرط الأداء بجماعة، لا أنه شرط في الابتداء لمافي المبسوط: رجل صلى الظهر بالقوم بقرية أو مصر ركعتين وهم لا يدرون أمسافر هو أم مقيم فصلاتهم فاسدة، سواء كانوا مقيمين أم مسافرين؛ لأن الظاهر من حال من في موضع الإقامة أنه مقيم، والبناء على الظاهر واجب حتى يتبين خلافه، فإن سألوه فأخبرهم أنه مسافر جازت صلاتهم، وفي القنية: وإن كان خارج المصر لا تفسد ويجوز الأخذ بالظاهر في مثله، وإنما كان قول الإمام ذلك مستحبا؛ لأنه لم يتعين معرفا لصحة سلامه لهم، فإنه ينبغي أن يتموا ثم يسألوه فتحصل المعرفة. [البحر الرائق ۲/۲۱۲]

گاؤں کے اندر ہو اور نماز پڑھائے مسافر کی سی یعنی چار رکعت والی نماز میں دو رکعت پر سلام پھیر دے اور مقتدی کو اس سلام سے امام کے متعلق سہو کا شبہ ہو تو اس مقتدی کو اپنی چار رکعتیں پوری کر لینے کے بعد امام کی حالت کی تحقیق کرنا واجب ہے کہ امام کو سہو ہوا یا وہ مسافر تھا، اگر تحقیق سے مسافر ہونا معلوم ہوا تو نماز صحیح ہوگئی اور اگر سہو کا ہونا تحقیق ہوا تو نماز کا اعادہ کرے اور اگر کچھ تحقیق نہیں کی بلکہ مقتدی اسی شبہ کی حالت میں نماز پڑھ کر چلا گیا تو اس صورت میں بھی اس پر نماز کا اعادہ واجب ہے۔

مسئلہ:[1] اگر امام کے متعلق مقیم ہونے کا خیال ہے، مگر وہ نماز شہر یا گاؤں میں نہیں پڑھا رہا بلکہ شہر یا گاؤں سے باہر پڑھا رہا ہے اور اس نے چار رکعت والی نماز میں مسافر کی سی نماز پڑھائی اور مقتدی کو امام کے سہو کا شبہ ہوا اس صورت میں بھی مقتدی اپنی چار رکعت پوری کرلے اور بعد نماز کے امام کا حال معلوم کرلے تو اچھا ہے، اگر نہ معلوم کرے تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ شہر یا گاؤں سے باہر امام کا مسافر ہونا ہی ظاہر ہے، اور اس کے متعلق مقتدی کا یہ خیال کہ شاید اس کو سہو ہوا ہے ظاہر کے خلاف ہے، لہٰذا اس صورت میں تحقیق حال ضروری نہیں، اسی طرح اگر امام چار رکعت والی نماز شہر یا گاؤں میں پڑھائے یا جنگل وغیرہ میں اور کسی مقتدی کو اس کے متعلق مسافر ہونے کا شبہ ہو لیکن امام نے پوری چار رکعت پڑھائیں تب بھی مقتدی کو بعد نماز کے تحقیق حال امام واجب نہیں، اور فجر اور مغرب کی نماز میں کسی وقت بھی امام کے مسافر یا مقیم ہونے کی تحقیق ضروری نہیں، کیونکہ ان نمازوں میں مقیم و مسافر سب برابر ہیں۔ خلاصہ یہ کہ اس تحقیق کی ضرورت صرف ایک صورت میں ہے جبکہ امام شہر یا گاؤں میں یا کسی جگہ چار رکعت کی نماز میں دو رکعت پڑھائے اور مقتدی کو امام پر سہو کا شبہ ہو۔

شرط (۹):[2] مقتدی کو تمام ارکان میں سوائے قراءت کے امام کا شریک رہنا، خواہ امام کیساتھ ادا کرے یا اسکے بعد یا اس سے پہلے، بشرطیکہ اسی رکن کے اخیر تک امام اس کا شریک ہو جائے۔

پہلی صورت کی مثال: امام کے ساتھ ہی رکوع سجدہ وغیرہ کرے۔

دوسری صورت کی مثال: امام رکوع کرکے کھڑا ہو جائے اس کے بعد مقتدی رکوع کرے۔

---

[1] دیکھو حاشیہ مسئلہ۸ باب ہٰذا۔ [2] (قوله: ومشاركته في الأركان) أي: في أصل فعلها أعم من أن يأتي بها معه أو بعده لا قبله، إلا إذا أدركه إمامه فيها فالأول ظاهر، والثاني كما لو ركع إمامه ورفع ثم ركع هو فيصح، والثالث عكسه، فلا يصح إلا إذا ركع وبقي راكعاً حتى أدركه إمامه، فيصح لوجود المتابعة التي هي حقيقة الاقتداء. [رد المحتار ۲/۳۳۹]

تیسری صورت کی مثال امام سے پہلے رکوع کرے مگر رکوع میں اتنی دیر تک رہے کہ امام کا رکوع اس سے مل جائے۔

مسئلہ[1] اگر کسی رکن میں امام کی شرکت نہ کی جائے، مثلاً امام رکوع کرے اور مقتدی رکوع نہ کرے یا امام دو سجدے کرے اور مقتدی ایک ہی سجدہ کرے یا کسی رکن کی ابتدا امام سے پہلے کی جائے اور اخیر تک امام اس میں شریک نہ ہو۔ مثلاً مقتدی امام سے پہلے رکوع میں جائے اور قبل اس کے کہ امام رکوع کرے مقتدی کھڑا ہو جائے، ان دونوں صورتوں میں اقتدا درست نہ ہوگی۔

شرط (۱۰)[2] مقتدی کی حالت کا امام سے کم یا برابر ہونا۔

مثال (۱)[3] قیام کرنے والے کی اقتدا قیام سے عاجز کے پیچھے درست ہے، شرع میں معذور کا قعود بمنزلہ قیام کے ہے۔

۲۔ تیمم[4] کرنے والے کے پیچھے خواہ وضو کا ہو یا غسل کا، وضو اور غسل کرنے والے کی اقتدا درست ہے، اس لئے کہ تیمم اور وضو اور غسل کا حکم طہارت میں یکساں ہے، کوئی کسی سے کم زیادہ نہیں۔

۳۔ مسح[5] کرنے والے کے پیچھے خواہ موزوں پر کرتا ہو یا پٹی پر، دھونے والے کی اقتدا درست ہے، اس لئے کہ مسح کرنا اور دھونا دونوں ایک ہی درجے کی طہارت ہیں، کسی کو کسی پر فوقیت نہیں۔

۴۔ معذور[6] کی اقتدا معذور کے پیچھے درست ہے، بشرطیکہ دونوں ایک عذر میں مبتلا ہوں۔ مثلاً دونوں کو سلسل بول ہو یا دونوں کو خروج ریح کا مرض ہو۔

۵۔ امی[7] کی اقتدا امی کے پیچھے درست[8] ہے۔ بشرطیکہ مقتدیوں میں کوئی قاری نہ ہو۔

---

(۱) ویفسدها مسابقة المقتدي بركن لم يشاركه فيه إمامه، كما لو ركع ورفع رأسه قبل الإمام ولم يعده معه أو بعده وسلم. [مراقي الفلاح ٣٣٧] (۲) وكونه مثله أو دونه فيها، (أي في الأركان) وفي الشرائط. [الدر المختار ٢/٣٣٩]

(۳)(۴)(۵) وصح اقتداء متوضئ؛ لاماء معه أي: مع المقتدي، أما لو كان معه ماء فلايصح الاقتداء بتيمم، أي: عندهما، بناء على أن الخلفية عندهما بين الآلتين وهما الماء والتراب والطهارتان سواء. (وغاسل بماسح ولو على جبيرة) الأولى قوله في الخزائن: على خف أو جبيرة، إذلا وجه للمبالغة هنا أيضا؛ لأن المسح على الجبيرة أولى بالجواز؛ لأنه كالغسل لماتحته. (وقائم بقاعد يركع ويسجد) وقيد القاعد بكونه يركع ويسجد؛ لأنه لو كان مؤميا لم يجز اتفاقا. [ردّ المحتار ٢/٤٠٥] (۶) (وصح اقتداء معذور بمثله)، أي: إن اتحد عذرهما ـــ ويصلي من به سلسل البول خلف مثله. [ردّ المحتار ٢/٣٨٩] (۷) امی وہ شخص ہے جو بقدر قراءت مفروضہ یعنی ایک آیت قرآن مجید زبانی نہ پڑھ سکتا ہو اور قاری سے مراد وہ شخص ہے جو بقدر قراءت مفروضہ زبانی قرآن مجید پڑھ سکے۔ (محشی) (۸) أما اقتداء أخرس بأخرس أولى بأمي فصحيح. [ردّ المحتار ٢/٣٩١]

۶: عورت یا نابالغ کی اقتدا بالغ مرد کے پیچھے درست ہے۔ ①

۷: عورت ② کی اقتدا عورت کے پیچھے درست ہے۔

۸: نابالغ ③ عورت یا نابالغ مرد کی اقتدا نابالغ مرد کے پیچھے درست ہے۔

۹: نفل ④ پڑھنے والے کی اقتدا واجب پڑھنے والے کے پیچھے درست ہے۔ مثلاً کوئی شخص ظہر کی نماز پڑھ چکا ہو اور وہ کسی ظہر کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے نماز پڑھے یا عید کی نماز پڑھ چکا ہو اور وہ دوبارہ پھر نماز میں شریک ہو جائے۔

۱۰: نفل ⑤ پڑھنے والے کی اقتدا نفل پڑھنے والے کے پیچھے درست ہے۔

۱۱: قسم ⑥ کی نماز پڑھنے والے کی اقتدا نفل پڑھنے والے کے پیچھے درست ہے، اس لئے کہ قسم کی نماز بھی فی نفسہٖ نفل ہے، یعنی ایک شخص نے قسم کھائی کہ میں دو رکعت نماز پڑھوں گا اور پھر کسی متنفل کے پیچھے اس نے دو رکعت پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی اور قسم پوری ہو جائے گی۔

۱۲: نذر ⑦ کی نماز پڑھنے والے کی اقتدا نذر کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے درست ہے، بشرطیکہ دونوں کی نذر ایک ہو، مثلاً ایک شخص کی نذر کے بعد دوسرا شخص کہے کہ میں نے بھی اس چیز کی نذر کی جس کی فلاں شخص نے نذر کی ہے، اور اگر یہ صورت نہ ہو بلکہ ایک نے دو رکعت کی مثلاً الگ نذر کی اور دوسرے نے الگ، تو ان میں سے کسی کو دوسرے کی اقتدا درست نہ ہوگی، حاصل یہ ہے کہ جب مقتدی امام سے کم یا برابر ہوگا تو اقتدا درست ہو جائے گی، اب ہم وہ صورتیں لکھتے ہیں جن میں مقتدی امام سے زیادہ ہے خواہ یقیناً یا احتمالاً، اور اقتدا درست نہیں:۔

۱: بالغ ⑧ کی اقتدا خواہ مرد ہو یا عورت، نابالغ کے پیچھے درست نہیں۔

① إمامة الرجل للمرأة جائزة إذا نوى الإمام إمامتها ولم يكن في الخلوة ...... ويصح اقتداء المرأة بالرجل في صلوة الجمعة وإن لم ينو إمامتها. [الهندية ١/٩٤ والشامية ٢/٣٨٧] ② والأنثى البالغة تصح إمامتها للأنثى مطلقا فقط مع الكراهة. [الشامية ٢/٣٨٧] ③ وأما غير البالغ فإن كان ذكرا تصح إمامته لمثله من ذكر وأنثى. [الشامية ٢/٣٨٧] ④ و(صح اقتداء) متنفل بمفترض في غير التراويح. [الدّر المختار ٢/٤٠٨] ⑤ صح اقتداء متنفل بمتنفل. [الدّرالمختار ٢/٤٠٩] ⑥ صح اقتداء الحالف بالمتنفل، لأن المحلوف عليها نفل. [الشامية ٢/٣٩٣] ⑦ ولا (يصح اقتداء) ناذر بناذر لأن كلا منهما كمفترض فرضا آخر، إلا إذا نذر أحدهما عين منذور الآخر للاتحاد. بأن قال بعد نذر صاحبه: نذرت تلك المنذورة التي نذرها فلان. [الدّر المختار مع الشامية ٢/٣٩٢] ⑧ وأما غير البالغ فإن كان ذكرا تصح إمامته لمثله من ذكر وأنثى وخنثى=

۲: مرد[1] کی اقتدا خواہ بالغ ہو یا نابالغ، عورت کے پیچھے درست نہیں۔

۳: خنثیٰ[2] کی خنثیٰ کے پیچھے درست نہیں۔ خنثیٰ اس کو کہتے ہیں جس میں مرد اور عورت ہونے کی علامات ایسی متعارض ہوں کہ نہ اس کا مرد ہونا تحقیق ہو نہ عورت ہونا اور ایسی مخلوق شاذ و نادر ہوتی ہے۔

۴: جس[3] عورت[4] کو اپنے حیض کا زمانہ یاد نہ ہو اس کی اقتدا اسی قسم کی عورت کے پیچھے درست نہیں۔ ان دونوں صورتوں میں مقتدی کا امام سے زیادہ ہونا محتمل ہے اسلئے اقتدا جائز نہیں، کیونکہ پہلی صورت میں جو خنثیٰ امام ہے شاید عورت ہو اور جو خنثیٰ مقتدی ہے شاید مرد ہو، اسی طرح دوسری صورت میں جو عورت امام ہے شاید یہ زمانہ اس کے حیض کا ہو اور جو مقتدی ہے اس کی طہارت کا ہو۔

۵: خنثیٰ[5] کی اقتدا عورت کے پیچھے درست نہیں اس خیال سے کہ شاید وہ خنثیٰ مرد ہو۔

۶: ہوش[6] و حواس والے کی اقتدا مجنون، مست، بیہوش اور بے عقل کے پیچھے درست نہیں۔

۷: طاہر[7] کی اقتدا معذور کے پیچھے مثل اس شخص کے جس کو سلسل بول وغیرہ کی شکایت ہو درست نہیں۔

۸: ایک[8] عذر والے کی اقتدا دو عذر والے کے پیچھے درست نہیں، مثلاً کسی کو صرف خروج ریح کا مرض ہو اور وہ ایسے شخص کی اقتدا کرے جس کو خروج ریح اور سلسل بول کی دو بیماریاں ہوں۔

۹: ایک[9] طرح کے عذر والے کی اقتدا دوسری طرح کے عذر والے کے پیچھے درست نہیں، مثلاً سلسل بول والا

=وإن كان أنثى تصح إمامتها لمثلها فقط. [ردّ المحتار ۲/۳۸۷] (۱) ولا يصح اقتداء رجل بامرأة. [الدّر المختار ۲/۳۸۷] (۲) والخنثى البالغ تصح إمامته للأنثى مطلقاً فقط، لا لرجل ولا لمثله. [الشامية ۲/۳۸۷] (۳) الاقتداء بالمماثل صحيح إلا ثلاثة: الخنثى المشكل، والضالة لاحتمال الحيض، ومن جوز اقتداء الضالة بالضالة فقد غلط غلطا فاحشاً. [الدّر المختار مع الشامية ۲/۳۹۰] (۴) اس سے مراد وہ عورت ہے جس کو اول ایک خاص عادت کے ساتھ حیض آتا ہو اس کے بعد کسی مرض کی وجہ سے اس کا خون جاری ہو جائے اور جاری رہے اور وہ عورت اپنی عادت حیض کو بھول جائے۔ (حبیب احمد) (۵) صفحہ ہذا حاشیہ ۲ دیکھو۔

(۶) ولا يصح الاقتداء بالمجنون المطبق ولا بالسكران، فإن كان يجن ويفيق يصح الاقتداء به في زمان الإفاقة، هكذا في فتاوى قاضي خان، قال الفقيه: وفي الروايات الظاهرة لافرق بين أن يكون لإفاقته وقت معلوم أو لم يكن، فهو بمنزلة الصحيح في زمان الإفاقة، وبه نأخذ، هكذا في التاتارخانية. [الهندية ۱/۹۴] (۷) ولا يصلي الطاهر خلف من به سلسل البول، ولا الطاهرات خلف المستحاضة. [الهندية ۱/۹۴] (۸) لا يصلي من به سلسل بول خلف من به انفلات ريح وجرح لا يرقأ؛ لأن الإمام صاحب عذرين، والمأموم صاحب عذر. [الهندية ۱/۹۴] (۹) ويجوز اقتداء المعذور بالمعذور إن اتحد عذرهما=

ایسے شخص کی اقتدا کرے جس کو نکسیر بہنے کی شکایت ہو۔

۱۰: قاری[1] کی اقتداءامّی کے پیچھے درست نہیں۔ اور قاری وہ کہلاتا ہے جس کو اتنا قرآن صحیح یاد ہو جس سے نماز ہوجاتی ہے اور امّی وہ جس کو اتنا بھی یاد نہ ہو۔

۱۱: امّی[2] کی اقتدا امّی کے پیچھے جبکہ مقتدیوں میں کوئی قاری موجود ہو درست نہیں، کیونکہ اس صورت میں اس امام امّی کی نماز فاسد ہو جائیگی۔ اس لئے کہ ممکن تھا کہ وہ اس قاری کو امام کر دیتا اور اسکی قراءت سب مقتدیوں کی طرف سے کافی ہو جاتی ہے، اور جب امام کی نماز فاسد ہوگئی تو سب مقتدیوں کی نماز فاسد ہو جائے گی جن میں وہ امّی مقتدی بھی ہے۔

۱۲: امّی[3] کی اقتدا گونگے کے پیچھے درست نہیں، اس لئے کہ امّی اگر چہ بالفعل قراءت نہیں کر سکتا مگر قادر تو ہے اس وجہ سے کہ وہ قراءت سیکھ سکتا ہے، گونگے میں تو یہ قدرت بھی نہیں۔

۱۳: جس[4] شخص کا جسم جس قدر ڈھانکنا فرض ہے چھپا ہوا ہو، اس کی اقتدا برہنہ کے پیچھے درست نہیں۔

۱۴: رکوع[5] سجود کرنے والے کی اقتدا ان دونوں سے عاجز کے پیچھے درست نہیں، اور اگر کوئی شخص صرف سجدے سے عاجز ہو اس کے پیچھے بھی اقتدا درست نہیں۔

۱۵: فرض[6] پڑھنے والے کی اقتدا نفل پڑھنے والے کے پیچھے درست نہیں۔

۱۶: نذر[7] کی نماز پڑھنے والے کی اقتدا نفل نماز پڑھنے والے کے پیچھے درست نہیں، اسلئے کہ نذر کی نماز واجب ہے۔

ھو إن اختلف فلا یجوز. [الهندیة ۱/۹۳] ① لا حافظ آیة من القرآن بغیر حافظ لها وهو الأمي. [الدر المختار ۲/۳۹۱]
② وإذا اقتدی أمي وقاري بأمي تفسد صلوة الكل للقدرة علی القراءة بالاقتداء بالقاري. [الدرّالمختار ۲/۴۱۲]
③ ولا أمي بأخرس لقدرة الأمي علی التحريمة فصح عكسه. [الدرّالمختار ۲/۳۹۱] ④ ولا مستور عورة بعار. [الدرّالمختار ۲/۳۹۱] ⑤ ولاقادر علی ركوع و سجود بعاجز عنهما لبناء القوي علی الضعيف. [الدرّالمختار ۲/۳۹۱]
⑥ ولا مفترض بمتنفل. [الدرّالمختار ۲/۳۹۱] ⑦ ولا ناذر بمتنفل؛ لان النذر واجب فيلزم بناء القوي علی الضعيف؛ ولا ناذر بحالف؛ لان المنذورة أقوی. أي: من المحلوف عليها فإنها لاتخرج بالحلف عن كونها نافلة. [الدرّالمختار مع الشامية ۲/۳۹۲]

۱۷: نذر[1] کی نماز پڑھنے والے کی اقتدا قسم کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے درست نہیں، مثلاً اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں آج چار رکعت پڑھوں گا اور کسی نے چار رکعت نماز کی نذر کی تو وہ نذر کرنے والا اگر اس کے پیچھے نماز پڑھے تو درست نہ ہوگی، اس لئے کہ نذر کی نماز واجب ہے اور قسم کی نفل۔ کیونکہ قسم کا پورا کرنا ہی واجب نہیں ہوتا بلکہ اس میں یہ بھی ہو[2] سکتا ہے کہ کفارہ دیدے اور وہ نماز نہ پڑھے۔

۱۸: جس[3] شخص سے صاف حروف نہ ادا ہو سکتے ہوں، مثلاً سین کو ثے یا رے کو غین پڑھتا ہو یا کسی اور حرف میں ایسا ہی تبدل وتغیر ہوتا ہو تو اس کے پیچھے صاف اور صحیح پڑھنے والے کی نماز درست نہیں۔ ہاں اگر پوری قراءت میں ایک آدھ حرف ایسا واقع ہو جائے تو اقتدا صحیح ہو جائے گی۔

شرط (۱۱)[4]: امام کا واجب الانفراد نہ ہونا، یعنی ایسے شخص کے پیچھے اقتدا درست نہیں جس کا اس وقت منفرد رہنا ضروری ہے، جیسے مسبوق کہ اس کو امام کی نماز ختم ہو جانے کے بعد اپنی چھوٹی ہوئی رکعتوں کا تنہا پڑھنا ضروری ہے، پس اگر کوئی شخص کسی مسبوق کی اقتدا کرے تو درست نہ ہوگی۔

شرط (۱۲)[5]: امام کو کسی کا مقتدی نہ ہونا، یعنی ایسے شخص کو امام نہ بنانا چاہئے جو خود کسی کا مقتدی ہو، خواہ حقیقۃً جیسے مدرک یا حکماً جیسے لاحق، لاحق اپنی ان رکعتوں میں جو امام کے ساتھ اس کو نہیں ملیں مقتدی کا حکم رکھتا ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص کسی مدرک یا لاحق کی اقتدا کرے تو درست نہیں، اسی طرح مسبوق اگر لاحق کی یا لاحق مسبوق کی اقتدا کرے تب بھی درست نہیں۔ یہ بارہ[6] شرطیں جو ہم نے جماعت کے صحیح ہونے کی بیان کیں اگر ان میں سے کوئی

---

[1] دیکھو حاشیہ ۷ صفحہ ۷۵ باب ہذا۔ [2] تفصیل اس کی یہ ہے کہ جس کام کے لئے قسم کھائی جائے اگر وہ کام اصل سے فرض یا واجب ہے تب تو قسم کا پورا کرنا متعین ہے اور اگر وہ کام گناہ ہے تو قسم توڑنا اور کفارہ دینا متعین ہے، اور اگر نہ فرض وواجب ہے نہ گناہ تو دیکھا جائے گا کہ اس کا کرنا بہتر ہے تو قسم کا پورا کرنا افضل ہوگا اور نہ کرنا بہتر ہے تو قسم کا توڑنا بہتر ہوگا، اور اگر دونوں برابر ہیں تو قسم پورا کرنا اولیٰ ہوگا، بہرحال جس کام پر قسم کھائی جائے اس کام کا کرنا مطلقاً واجب نہیں ہو جاتا اس لئے اگر نفلی نماز کے لئے قسم کھائی تو وہ واجب نہ ہوئی [کذا في رد المحتار ۱/ ۵۴۳] محمد شفیع دیوبندی۔ [3] لا غير الألثغ به أي: بالألثغ على الأصح، هو الذي يتحول لسانه من السين إلى الثاء، وقيل: من الراء إلى الغين أو اللام أو الياء، زاد في القاموس: أو من حرف إلى حرف، وكذا من لا يقدر على التلفظ بحرف من الحروف أو لا يقدر على إخراج الفاء إلا بتكرار. [الشامية ۲/ ۳۹۵] [4]، [5] ولا لاحق ولا مسبوق بمثلهما لما تقرر أن الاقتداء في موضع الانفراد مفسد كعكسه. [الدر المختار ۱/ ۶۰۷] [6] واعلم انه اذا فسد الاقتداء بأي وجه كان لا يصح شروعه في صلوة نفسه على —

شرط کسی مقتدی میں نہ پائی جائے گی تو اسکی اقتدا صحیح نہ ہوگی۔ اور جب کسی مقتدی کی اقتدا صحیح نہ ہوگی تو اس کی وہ نماز بھی نہ ہوگی جس کو اس نے بحالتِ اقتدا ادا کیا ہے۔

جماعت کے احکام

مسئلہ: جماعت جمعہ اور عیدین کی نمازوں میں شرط ہے،[1] یعنی یہ نمازیں تنہا صحیح ہی نہیں ہوتیں۔ پنج وقتی نمازوں[2] میں واجب ہے، بشرطیکہ کوئی عذر نہ ہو اور تراویح میں سُنتِ مؤکدہ ہے اگر چہ ایک قرآن مجید جماعت کے ساتھ ہو چکا ہو، اور اسی طرح نماز کسوف کے لئے اور رمضان[3] کے وتر میں مستحب ہے، اور سوائے رمضان کے اور کسی زمانے کے وتر میں مکروہ تنزیہی ہے، یعنی جبکہ مواظبت کی جائے اور اگر مواظبت نہ کی جائے بلکہ کبھی کبھی دو تین آدمی جماعت سے پڑھ لیں تو مکروہ نہیں،[4] اور نماز خسوف میں اور تمام نوافل میں، جبکہ نوافل اس اہتمام سے ادا کی جائیں جس اہتمام سے فرائض کی جماعت ہوتی ہے، یعنی اذان و اقامت کے ساتھ یا اور کسی طریقہ سے لوگوں کو جمع کر کے، تو جماعت مکروہ تحریمی ہے۔ ہاں اگر بے اذان و اقامت کے اور بے بلائے ہوئے دو تین آدمی جمع ہو کر کسی نفل کو جماعت سے پڑھ لیں تو کچھ مضائقہ نہیں اور پھر بھی دوام نہ کریں، اور اسی طرح مکروہ تحریمی ہے ہر فرض

=المذهب. [الدرّ المختار ۲/۳۹۷] [1] و(الشرط) السادس (من شروط صحة الجمعة): الجماعة وأقلها ثلاثة رجال. [الدرّ المختار ۳/۲۷] تجب صلاتهما (أي: العيدين) في الأصح على من تجب عليه الجمعة بشرائطها سوى الخطبة فإنها سنة بعدها. [الدرّ المختار ۳/۵۱] [2] ومنها أنها واجبة للصلوات الخمس إلا للجمعة فإنها شرط فيها، وتجب لصلوٰة العيدين على القول بوجوبهما وتسن فيها على القول بسنيتها، وفي الكسوف والتراويح سنة. [البحر ۱/۶۵۰] [3] وتستحب في الوتر في رمضان على قول ولا تستحب فيه على قول [البحر ۱/۶۵۱] ولا يصلى الوتر والتطوع بجماعة خارج رمضان أي: يكره ذلك لو على سبيل التداعي بأن يقتدي أربعة بواحد. [الدرّ المختار ۲/۶۰۴] قال الشامي: إن كان ذلك أحيانا كما فعل عمر كان مباحا غير مكروه، وإن كان على سبيل المواظبة كان بدعة مكروهة؛ لأنه خلاف المتوارث، وعلل الكراهة بأن الوتر نفل من وجه، والتنفل بالجماعة غير مستحب في غير رمضان، وهو كالصريح في أنها كراهة تنزيه، والتداعي: هو أن يدعو بعضهم بعضاً. [الشامية مختصرا ۲/۶۰۴] [4] وهي مكروهة في صلوة الخسوف، وقيل: لا. وأما ما عدا هذه الجملة ففي الخلاصة: الاقتداء في الوتر خارج رمضان يكره، وذكر القدوري أنه لا يكره. وأصل هذا أن التطوع بالجماعة يكره في الأصل للصدر الشهيد، أما إذا صلوا بجماعة بغير أذان وإقامة في ناحية المسجد لا يكره. وقال شمس الأئمة الحلواني: إن كان سوى الإمام ثلاثة لا يكره بالاتفاق، وفي الأربع اختلف المشائخ، والأصح أنه لا يكره. [البحر ۱/۶۵۱]

کی دوسری جماعت مسجد میں ان چار شرطوں سے:[1]

۱۔ مسجد محلّے کی ہو اور عام رہگذر پر نہ ہو، اور مسجد محلّے کی تعریف یہ لکھی ہے کہ وہاں کا امام اور نمازی معیّن ہوں۔

۲۔ پہلی جماعت بلند آواز سے اذان و اقامت کہہ کر پڑھی گئی ہو۔

۳۔ پہلی جماعت ان لوگوں نے پڑھی ہو جو اس محلّے میں رہتے ہوں اور جن کو اس مسجد کے انتظامات کا اختیار حاصل ہے۔

۴۔ دوسری جماعت اسی ہیئت اور اہتمام سے ادا کی جائے جس ہیئت اور اہتمام سے پہلی جماعت ادا کی گئی ہے اور یہ چوتھی شرط صرف امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ہے، اور امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک ہیئت بدل دینے پر بھی کراہت رہتی ہے۔ پس اگر وہ دوسری جماعت مسجد میں نہ ادا کی جائے بلکہ گھر میں ادا کی جائے تو مکروہ نہیں، اسی طرح اگر کوئی شرط ان چار شرطوں میں سے نہ پائی جائے، مثلاً مسجد عام رہگذر پر ہو محلّے کی نہ ہو، جس کے معنی اوپر معلوم ہو چکے تو اس میں دوسری بلکہ تیسری چوتھی جماعت بھی مکروہ نہیں۔ یا پہلی جماعت بلند آواز سے اذان اور اقامت کہہ کر نہ پڑھی گئی ہو تو دوسری جماعت مکروہ نہیں یا پہلی جماعت ان لوگوں نے پڑھی ہو جو اس محلّے میں نہیں رہتے، نہ ان کو مسجد کے انتظامات کا اختیار حاصل ہے، یا بقول امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے دوسری جماعت اس ہیئت سے ادا نہ کی جائے جس ہیئت سے پہلی جماعت ادا کی گئی ہے، جس جگہ پہلی جماعت کا امام کھڑا ہوا تھا دوسری جماعت کا امام وہاں سے ہٹ کر کھڑا ہو تو ہیئت بدل جائے گی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک جماعت مکروہ نہ ہوگی۔

تنبیہ: ہر چند کہ بعض لوگوں کا عمل امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول پر ہے، لیکن امام صاحب رحمہ اللہ کا قول دلیل سے بھی قوی ہے اور اس وقت دینیات میں اور خصوصاً امر جماعت میں جو تہاون (سستی) اور تکاسل ہو رہا ہے اس کا مقتضا بھی یہی ہے کہ باوجود تبدّلِ ہیئت کراہت پر فتویٰ دیا جائے، ورنہ لوگ قصداً جماعت اولیٰ کو ترک کریں گے کہ ہم اپنی دوسری کر لیں گے۔

[1] ویکرہ (تحریما) تکرار الجماعۃ بأذان وإقامۃ في مسجد محلۃ لا في مسجد طریق أو مسجد لا إمام لہ ولا مؤذن، إلا إذا صلی بہما فیہ أولاً غیر أہلہ أو أہلہ لکن بمخافتۃ الأذان، ولو کرر أہلہ بدونہما أو کان مسجد طریق جاز إجماعا، والمراد بمسجد المحلۃ: ما لہ إمام وجماعۃ معلومون. [الدرّ المختار والشامیۃ ۲/۳۴۹]

مقتدی اور امام کے متعلق مسائل

مسئلہ: [1] مقتدیوں کو چاہئے کہ تمام حاضرین میں امامت کے لائق جس میں اچھے اوصاف زیادہ ہوں اسکو امام بنادیں، اور اگر کئی شخص ایسے ہوں جو امامت کی لیاقت میں برابر ہوں تو غلبۂ رائے پر عمل کریں، یعنی جس شخص کی طرف زیادہ لوگوں کی رائے ہو اسکو امام بنادیں۔ اگر کسی ایسے شخص کے ہوتے ہوئے جو امامت کے زیادہ لائق ہے کسی ایسے شخص کو امام کردینگے جو اس سے کم لیاقت رکھتا ہو تو ترکِ سُنّت کی خرابی میں مبتلا ہونگے۔

مسئلہ: [2] سب سے زیادہ استحقاق امامت اس شخص کو ہے جو نماز کے مسائل خوب جانتا ہو، بشرطیکہ ظاہراً اس میں کوئی فسق وغیرہ کی بات نہ ہو اور جسقدر قراءت مسنون ہے اسے یاد ہو اور قرآن صحیح پڑھتا ہو، پھر وہ شخص جو قرآن مجید اچھا پڑھتا ہو یعنی قراءت کے قواعد کے موافق، پھر وہ شخص جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو، پھر وہ شخص جو سب سے زیادہ عمر رکھتا ہو، پھر وہ شخص جو سب میں زیادہ خلیق ہو، پھر وہ شخص جو سب میں زیادہ خوبصورت ہو، پھر وہ شخص جو سب میں زیادہ شریف ہو، پھر وہ جس کی آواز سب سے عمدہ ہو، پھر وہ شخص جو عمدہ لباس پہنے ہو، پھر وہ شخص جس کا سر سب سے بڑا ہو مگر تناسب کے ساتھ، پھر وہ شخص جو مقیم ہو بہ نسبت مسافروں کے، پھر وہ شخص جو اصلی آزاد ہو، پھر وہ شخص جس نے حدث اصغر سے تیمم کیا ہو بہ نسبت اس کے جس نے حدث اکبر سے تیمم کیا ہو۔ اور بعض کے نزدیک حدثِ اکبر سے تیمم کرنے والا مقدم ہے۔ اور [3] جس شخص میں دو وصف پائے جائیں وہ زیادہ مستحق ہے بہ نسبت اس کے جس میں ایک ہی وصف پایا جاتا ہو، مثلاً وہ شخص جو نماز کے مسائل بھی جانتا ہو اور قرآن مجید بھی اچھا

---

[1] فإن استووا يقرع بين المستويين أو الخيار إلى القوم، فإن اختلفوا اعتبر أكثرهم، ولو قدموا غير الأولى أساؤوا وتركوا السنة. [الدر المختار و الشامية ۲/۳۵۳] [2] والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلوة فقط صحةً وفسادًا بشرط اجتنابه الفواحش الظاهرة، وحفظه قدر فرض، ثم الأحسن تلاوة و تجويداً للقراءة، ثم الأورع، ثم الأسن، ثم الأحسن خلقا، ثم الأحسن وجها، ثم الأشرف نسباً، ثم الأحسن صوتا، ثم الأنظف ثوبا، ثم الأكبر رأسا، ثم المقيم على المسافر، ثم الحر الأصلي على العتيق، ثم المتيمم عن حدث على المتيمم عن جنابة. [الدر المختار ۲/۳۵۰) وفي الشامية: لكن في منية المفتي: المتيمم عن الجنابة أولى بالإمامة من المتيمم عن حدث. [۲/۳۵۲] [3] لايقدم أحد في التزاحم إلا بمرجح، ومنه السبق إلى الدرس الخ. [الدر المختار ۲/۳۵۳) وفي الشامية: ولو أن رجلين في الفقه والصلاح سواء إلا أن أحدهما أقرأ، فقدم القوم الآخر، فقد أساؤوا وتركوا السنة. [۲/۳۵۴]

پڑھتا ہو زیادہ مستحق ہے بہ نسبت اس کے جو صرف نماز کے مسائل جانتا ہو اور قرآن مجید اچھا نہ پڑھتا ہو۔

مسئلہ [1] اگر کسی کے گھر میں جماعت کی جائے تو صاحبِ خانہ امامت کے لئے زیادہ مستحق ہے، اُس کے بعد وہ شخص جس کو وہ امام بناوے۔ ہاں اگر صاحبِ خانہ بالکل جاہل ہو اور دوسرے لوگ مسائل سے واقف ہوں تو پھر ان ہی کو استحقاق ہوگا۔

مسئلہ [2] جس مسجد میں کوئی امام مقرر ہو اس مسجد میں اسکے ہوتے ہوئے دوسرے کو امامت کا استحقاق نہیں۔ ہاں اگر وہ کسی دوسرے کو امام بنائے تو پھر مضائقہ نہیں۔

مسئلہ [3] قاضی یعنی حاکمِ شرع یا بادشاہِ اسلام کے ہوتے ہوئے دوسرے کو امامت کا استحقاق نہیں۔

مسئلہ [4] بے رضامندی قوم کے امامت کرنا مکروہ تحریمی ہے، ہاں اگر وہ شخص سب سے زیادہ استحقاق امامت رکھتا ہو یعنی امامت کے اوصاف اسکے برابر کسی میں نہ پائے جاویں تو پھر اسکے اوپر کچھ کراہت نہیں، بلکہ جو اس کی امامت سے ناراض ہو وہی غلطی پر ہے۔

مسئلہ [5] فاسق اور بدعتی کا امام بنانا مکروہ تحریمی ہے، ہاں اگر خدانخواستہ ایسے لوگوں کے سوا کوئی دوسرا شخص وہاں موجود نہ ہو تو پھر مکروہ نہیں۔ اسی طرح اگر بدعتی وفاسق زوردار ہوں کہ اُنکے معزول کرنے پر قدرت نہ ہو یا فتنۂ عظیم برپا ہوتا ہو تو بھی مقتدیوں پر کراہت نہیں۔

مسئلہ ۸ [6] غلام کا یعنی جو فقہ کے قاعدے سے غلام ہو، وہ نہیں جو قحط وغیرہ میں خرید لیا جائے اس کا امام بنانا اگرچہ

---

[1] وصاحب البيت أولى بالإمامة من غيره مطلقاً، أي وإن كان غيره من الحاضرين من هو أعلم وأقرأ منه، فإن قدم (أي المالك) واحداً منهم (أي من الأصناف) بعلمه وكبره فهو أفضل. [الدرّالمختار والشامية ٢/٣٥٤] [2] واعلم أن (صاحب البيت) ومثله إمام المسجد الراتب (أولى بالإمامة من غيره). [الدرّالمختار ٢/٣٥٤] [3] وأما إذا اجتمعوا فالسلطان مقدم، ثم الأمير، ثم القاضي،... وكذا يقدم القاضي على إمام المسجد. [ردّالمحتار ٢/٣٥٤] [4] ولو أمّ قوما وهم له كارهون... كره، وإن هو أحق لا، والكراهة عليهم. [الدرّالمختار ٢/٣٥٥] [5] يكره إمامة عبد وأعرابي و فاسق وأعمى ومبتدع الخ... هذا إن وجد غيرهم وإلا فلا كراهة. [الدرّالمختار ٢/٣٥٥] في الشامية: على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم. [٢/٣٥٦]

[6] ويكره تنزيها إمامة عبد ولو معتقا، وأعرابي وهو من يسكن البادية عربيا أو عجميا، وأعمى ونحوه الأعشى، هو سيء البصر ليلاً ونهاراً، لا يتوقى النجاسة، إلا أن يكون أعلم القوم فهو أولى، قيد كراهة إمامة الأعمى في المحيط وغيره بأن لا يكون-

وہ آزاد شدہ ہو، اور گنوار یعنی گاؤں کے رہنے والے کا، اور نابینا کا جو پاکی ناپاکی کی احتیاط نہ رکھتا ہو، یا ایسے شخص کا جسے رات کو کم نظر آتا ہو، اور ولد الزنا یعنی حرامی کا امام بنانا مکروہِ تنزیہی ہے۔ ہاں اگر یہ لوگ صاحبِ علم و فضل ہوں اور لوگوں کو ان کا امام بنانا ناگوار نہ ہو تو پھر مکروہ نہیں۔ اسی طرح کسی ایسے حسین نوجوان کو امام بنانا جس کی ڈاڑھی نہ نکلی ہو، اور بے عقل کو امام بنانا مکروہ تنزیہی ہے۔

مسئلہ: (۱) نماز کے فرائض اور واجبات میں تمام مقتدیوں کو امام کی موافقت کرنا واجب ہے، ہاں سُنن وغیرہ میں موافقت کرنا واجب نہیں، پس اگر امام شافعی المذہب ہو اور رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اُٹھتے وقت ہاتھوں کو اُٹھائے تو حنفی مقتدیوں کو ہاتھوں کا اُٹھانا ضروری (۲) نہیں، اس لئے کہ ہاتھوں کا اُٹھانا ان کے نزدیک بھی سُنّت ہے، اسی طرح فجر کی نماز میں شافعی المذہب قنوت پڑھے گا تو حنفی مقتدیوں کو ضروری نہیں، ہاں وتر میں البتہ چونکہ قنوت پڑھنا واجب ہے، لہٰذا اگر شافعی امام اپنے مذہب کے موافق بعد رکوع کے پڑھے تو حنفی مقتدیوں کو بھی بعد رکوع کے پڑھنا چاہئے۔

مسئلہ: (۳) امام کو نماز میں زیادہ بڑی بڑی سورتیں پڑھنا جو مقدار مسنون سے بھی زیادہ ہوں یا رکوع سجدے وغیرہ میں بہت زیادہ دیر تک رہنا مکروہ تحریمی ہے، بلکہ امام کو چاہئے کہ اپنے مقتدیوں کی حاجت اور ضرورت اور ضعف وغیرہ کا خیال رکھے، جو سب میں زیادہ صاحبِ ضرورت ہو اس کی رعایت کرکے قراءت وغیرہ کرے، بلکہ زیادہ ضرورت کے وقت مقدار مسنون سے بھی کم قراءت کرنا بہتر ہے، تاکہ لوگوں کا حرج نہ ہو جو قلتِ جماعت کا سبب ہو جائے۔

=أفضل القوم، فإن كان أفضلهم فهو أولى، ثم ذكر أنه ينبغي جريان هذا القيد في العبد والأعرابي وولد الزنا، ولو عدمت أي: علة الكراهة بأن كان الأعرابي أفضل من الحضري، والعبد من الحر وولد الزنا من ولد الرشدة، والأعمى من البصير، فالحكم بالضد، ولعل وجهه أن تنفير الجماعة بتقديمه يزول إذا كان أفضل من غيره، بل التنفير يكون في تقديم غيره. [الدرّ المختار والشامية: ۲/۳۵۵-۳۵۶] وكذا تكره خلف أمرد وسفيه. [الدرّ المختار ۲/۳۵۹] (۱) تجب متابعته للإمام في الواجبات فعلاً وكذا تركاً، ...ولا تجب المتابعة في السنن فعلاً وكذا تركاً، فلا يتابعه في ترك رفع اليدين في التحريمة والثناء وتكبير الركوع، بخلاف القنوت وتكبيرات العيدين. [الشامية مختصراً ۲/۲۰۳] (۲) اور بہتر بھی نہیں بلکہ مکروہ ہے۔ (محشی)
(۳) ويكره تحريماً تطويل الصلوة على القوم زائداً على قدر السنّة في قراءة أو أذكار رضي القوم أو لا؛ لإطلاق الأمر بالتخفيف. [الدرّ المختار ۲/۳٦٤]

مسئلہ ۱۱: [1] اگر ایک ہی مقتدی ہو اور وہ مرد ہو یا نابالغ لڑکا تو اس کو امام کے داہنی جانب امام کے برابر یا کچھ پیچھے ہٹ کر کھڑا ہونا چاہئے، اگر بائیں جانب امام کے پیچھے کھڑا ہو تو مکروہ ہے۔

مسئلہ ۱۲: [2] اور اگر ایک سے زیادہ مقتدی ہوں تو ان کو امام کے پیچھے صف باندھ کر کھڑا ہونا چاہئے، اگر امام کے داہنے بائیں جانب کھڑے ہوں اور دو ہوں تو مکروہ تنزیہی ہے، اور اگر دو سے زیادہ ہوں تو مکروہ تحریمی ہے، اسلئے کہ جب دو سے زیادہ مقتدی ہوں تو امام کا آگے کھڑا ہونا واجب ہے۔

مسئلہ ۱۳: [3] اگر نماز شروع کرتے وقت ایک ہی مرد مقتدی تھا اور وہ امام کے داہنے جانب کھڑا ہوا، اس کے بعد اور مقتدی آگئے تو پہلے مقتدی کو چاہئے کہ پیچھے ہٹ آئے تاکہ سب مقتدی مل کر امام کے پیچھے کھڑے ہوں اگر وہ نہ ہٹے تو ان مقتدیوں کو چاہئے کہ اس کو کھینچ لیں، اور اگر ناواقفی سے وہ مقتدی امام کے داہنے یا بائیں جانب کھڑے ہو جائیں، پہلے مقتدی کو پیچھے نہ ہٹائیں تو امام کو چاہئے کہ آگے بڑھ جائے تاکہ وہ مقتدی سب مل جائیں اور امام کے پیچھے ہو جائیں، اسی طرح اگر پیچھے ہٹنے کی جگہ نہ ہو تب بھی امام ہی کو چاہئے کہ آگے بڑھ جائے، لیکن اگر مقتدی مسائل سے ناواقف ہوں جیسا ہمارے زمانے میں غالب ہے تو اس کو ہٹانا مناسب نہیں کبھی کوئی ایسی حرکت نہ کر بیٹھے جس سے نماز ہی غارت ہو۔

مسئلہ ۱۴: [4] اگر مقتدی عورت ہو یا نابالغ لڑکی تو اس کو چاہئے کہ امام کے پیچھے کھڑی ہو خواہ ایک ہو یا ایک سے زائد۔

مسئلہ ۱۵: [5] اگر مقتدیوں میں مختلف قسم کے لوگ ہوں کچھ مرد کچھ عورت کچھ نابالغ تو امام کو چاہئے کہ اس ترتیب سے ان کی صفیں قائم کرے، پہلے مردوں کی صفیں، پھر نابالغ لڑکوں کی، پھر بالغ عورتوں کی، پھر نابالغ لڑکیوں کی۔

مسئلہ ۱۶: [6] امام کو چاہئے کہ صفیں سیدھی کرے یعنی صف میں لوگوں کو آگے پیچھے ہونے سے منع کرے، سب کو برابر

---

(۱) ويقف الواحد ولو صبيا محاذيا ليمين إمامه، ولا عبرة بالرأس بل بالقدم، فلو وقف عن يساره كره، وكذا خلفه على الأصح. [الدرّ المختار ٢/٣٦٨ الفتاوى الهندية ١/٩٨] (۲) والزائد يقف خلفه، فلو توسط اثنين كره تنزيها، وتحريما لو أكثر. [الدرّ المختار ٢/٣٧٠ الفتاوى الهندية ١/٩٨] (۳) وينبغي للمقتدي التأخر إذا جاء ثالث، فإن تأخر وإلا جذبه الثالث إن لم يخش إفساد صلاته، فإن اقتدى عن يسار الإمام يشير إليهما بالتأخر، وهو أولى من تقدمه لأنه متبوع. [ردّ المحتار ٢/٣٧١]
(۴) بخلاف المرأة الواحدة فإنها تتأخر مطلقاً كالمتعددات. [الشامية ٢/٣٧٨] (۵) ويصف ... الرجال ثم الصبيان ثم الخناثى ثم النساء. [الدرّ المختار ٢/٣٧٠ و البحر الرائق ١/٦٦٥] (۶) يصفهم الإمام بأن يأمرهم بذلك. قال الشمني: وينبغي أن يأمرهم بأن يتراصوا ويسدوا الخلل ويسووا مناكبهم. [الدرّ المختار ٢/٣٧٠]

کھڑے ہونے کا حکم دے۔ صف میں ایک کو دوسرے سے مل کر کھڑا ہونا چاہئے، درمیان میں خالی جگہ نہ رہنا چاہئے۔

مسئلہ: [1] تنہا ایک شخص کا صف کے پیچھے کھڑا ہونا مکروہ ہے، بلکہ ایسی حالت میں چاہئے کہ آگے صف سے کسی آدمی کو کھینچ کر اپنے ہمراہ کھڑا کرلے، لیکن کھینچنے میں اگر احتمال ہو کہ وہ اپنی نماز خراب کرلے گا یا بُرا مانے گا تو جانے دے۔ [2]

مسئلہ ۱۸: [3] پہلی صف میں جگہ ہوتے ہوئے دوسری صف میں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ ہاں جب صف پوری ہوجائے تب دوسری صف میں کھڑا ہونا چاہئے۔

مسئلہ ۱۹: [4] مرد کو صرف عورتوں کی امامت کرنا ایسی جگہ مکروہ تحریمی ہے جہاں کوئی مرد نہ ہو نہ کوئی محرم عورت مثل اس کی زوجہ یا ماں، بہن وغیرہ کے موجود ہو، ہاں اگر کوئی مرد یا محرم عورت موجود ہو تو پھر مکروہ نہیں۔

مسئلہ ۲۰: [5] اگر کوئی [6] شخص تنہا فجر یا مغرب یا عشاء کا فرض آہستہ آواز سے پڑھ رہا ہو اسی اثناء میں کوئی شخص اس کی اقتدا کرے تو اس میں دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ یہ شخص دل میں قصد کرلے کہ میں اب امام بنتا ہوں تاکہ نماز جماعت سے ہوجائے، دوسری صورت یہ کہ قصد نہ کرے بلکہ بدستور اپنے کو یہی سمجھے کہ گو یہ میرے پیچھے آکر کھڑا ہوا لیکن میں امام نہیں بنتا بلکہ بدستور تنہا پڑھتا ہوں، پس پہلی صورت میں تو اس پر اسی جگہ سے بلند آواز سے قراءت کرنا واجب ہے، پس اگر سورۂ فاتحہ یا کسی قدر دوسری سورت بھی آہستہ آواز سے پڑھ چکا ہو تو اس کو چاہئے کہ اسی

---

[1] ویقف الواحد محاذیا لیمین إمامه، فلو وقف عن یساره کره اتفاقا، و کذا یکره خلفه علی الأصح لمخالفة السنة. [الدرّالمختار ۲/۳۶۸] في الطحطاوي علی المراقي: الأصح أنه ینتظر إلی الرکوع، فإن جاء رجل وإلا جذب إلیه رجلاً، أو دخل في الصف، والقیام وحده أولی في زماننا لغلبة الجهل. [۳۰۷] [2] چونکہ اس میں بہت سے مسائل سے واقفیت ضروری ہے اور اس زمانہ میں ناواقفی غالب ہے اسلئے جانے دے، نہ کھینچے۔ [3] ولو صلی علی رفوف المسجد إن وجد في صحنه مکانا کره کقیامه في صف خلف صف فیه فرجة. [الدرّالمختار ۲/۳۷٤] [4] تکره إمامة الرجل لهن في بیت لیس معهن رجل غیره ولا محرم منه کأخته أو زوجته أو أمته، أما إذا کان معهن واحد من ذکر أو أنتهن في المسجد لا یکره. [الدرّالمختار ۲/۳٦۸]

[5] (ویجهر الإمام) وجوباً بحسب الجماعة، فإن زاد علیه أساء، ولو ائتم به بعد الفاتحة أو بعضها سراً أعادها جهراً، لکن في آخر شرح المنیة: إئتم به بعد الفاتحة یجهر بالسورة إن قصد الإمامة، وإلا فلا یلزمه الجهر. (في الفجر و أولی العشائین أداء وقضاء وجمعة وعیدین و تراویح ووتر بعدها) أي في رمضان فقط، ویسرفي غیرها. [الدرّالمختار ۲/۳۰٤] [6] یہ مسئلہ درمختار سے ماخوذ ہے اور گو اس میں فی الجملہ اختلاف کیا گیا ہے، مگر حضرت مؤلف رحمہ اللہ کے نزدیک راجح وہی ہے جو کہ انھوں نے تحریر فرمایا ہے۔

جگہ سے بقیہ فاتحہ یا بقیہ سورت کو بلند آواز سے پڑھے، اس لئے کہ امام کو فجر و مغرب و عشاء کے وقت بلند آواز سے قراءت کرنا واجب ہے، اور دوسری صورت میں بلند آواز سے پڑھنا واجب نہیں، اور اس مقتدی کی نماز بھی درست رہے گی کیونکہ صحتِ صلوٰۃِ مقتدی کے لئے امام کا نیتِ امامت کرنا ضروری نہیں۔

مسئلہ ۲۱: [1] امام کو اور ایسا ہی منفرد کو جبکہ وہ گھر یا میدان میں نماز پڑھتا ہو مستحب ہے کہ اپنی ابرو کے سامنے خواہ داہنی جانب یا بائیں جانب کوئی ایسی چیز کھڑی کرلے جو ایک ہاتھ یا اس سے زیادہ اونچی اور ایک انگلی کے برابر موٹی ہو، ہاں اگر مسجد میں نماز پڑھتا ہو یا ایسے مقام میں جہاں لوگوں کا نمازی کے سامنے سے گزر نہ ہوتا ہو تو اسکی کچھ ضرورت نہیں، اور امام کا سترہ تمام مقتدیوں کی طرف سے کافی ہے، بعد سترہ قائم ہو جانے کے آگے سے نکل جانے میں کچھ گناہ نہیں، لیکن اگر سترہ کے اندر کوئی شخص نکلے گا تو وہ گنہگار ہوگا۔

مسئلہ ۲۲: [2] لاحق وہ مقتدی ہے جس کی کچھ رکعتیں یا سب رکعتیں بعد شریک جماعت ہونے کے جاتی رہیں، خواہ بعذر، مثلاً نماز میں سو جائے اور اس درمیان میں کوئی رکعت وغیرہ جاتی رہی، یا لوگوں کی کثرت سے رکوع سجدے وغیرہ نہ کر سکے، یا وضو ٹوٹ جائے اور وضو کرنے کے لئے جائے اور اس درمیان میں اس کی رکعتیں جاتی رہیں، (نمازِ خوف میں پہلا گروہ لاحق ہے، اسی طرح جو مقیم مسافر کی اقتدا کرے اور مسافر قصر کرے تو وہ مقیم بعد امام کے نماز ختم کرنے کے لاحق ہے)، یا بے عذر جاتی رہیں مثلاً امام سے پہلے کسی رکعت کا رکوع [3] سجدہ کرلے اور اس وجہ سے رکعت اس کی کالعدم سمجھی جائے تو اس رکعت کے اعتبار سے وہ لاحق سمجھا جائے گا۔ پس لاحق کو واجب ہے کہ پہلے اپنی اُن رکعتوں کو ادا کرے جو اس کی جاتی رہیں، بعد ان کے ادا کرنے کے اگر جماعت باقی ہو تو شریک ہو جائے، ورنہ باقی نماز بھی پڑھ لے۔

---

[1] وينبغي لمن يصلي في الصحراء أن يتخذ أمامه سترة، وطولها ذراع (فصاعدا) وغلظها غلظ الإصبع، ... ولا بأس بترك السترة إذا أمن المرور ولم يواجه الطريق... وسترة الإمام سترة للقوم. [الهندية ۱/۱۱۶ مراقي الفلاح ۳۶۵]

[2] واللاحق من فاتته الركعات كلها أو بعضها، لكن بعد اقتدائه بعذر كغفلة وزحمة وسبق حدث و صلوة خوف ومقيم ائتم بمسافر، وكذا بلا عذر، بأن سبق إمامه في ركوع وسجود فإنه يقضي ركعة، وحكمه كمؤتم، فلا يأتي بقراءة ولا سهو ولا يتغير فرضه بنية إقامة، ويبدأ بقضاء مافاته عكس المسبوق، ثم يتابع إمامه إن أمكنه إدراكه، وإلا تابعه. [الدر المختار ۲/۴۱۴]

[3] یعنی امام سے پہلے رکوع یا سجدہ میں چلا جائے اور پہلے اٹھ بھی کھڑا ہو۔ (محشی)

مسئلہ ۲۳: [1] لاحق اپنی گئی ہوئی رکعتوں میں بھی مقتدی سمجھا جائے گا، یعنی جیسے مقتدی قراءت نہیں کرتا ویسے ہی لاحق بھی قراءت نہیں کرے، بلکہ سکوت کئے ہوئے کھڑا رہے، اور جیسے مقتدی کو اگر سہو ہو جائے تو سجدۂ سہو کی ضرورت نہیں ہوتی ویسے لاحق کو بھی۔

مسئلہ ۲۴: [2] مسبوق یعنی جس کی ایک دو رکعت رہ گئی ہو، اُس کو چاہئے کہ پہلے امام کے ساتھ شریک ہوکر جس قدر نماز باقی ہو جماعت سے ادا کرے، بعد امام کی نماز ختم ہونے کے کھڑا ہو جائے اور اپنی گئی ہوئی رکعتوں کو ادا کرے۔

مسئلہ ۲۵: [3] مسبوق کو اپنی گئی ہوئی رکعتیں منفرد کی طرح قراءت کیساتھ ادا کرنا چاہئے، اور اگر ان رکعتوں میں کوئی سہو ہو جائے تو اس کو سجدۂ سہو بھی کرنا ضروری ہے۔

مسئلہ ۲۶: [4] مسبوق کو اپنی گئی ہوئی رکعتیں اس ترتیب سے ادا کرنا چاہئے کہ پہلے قراءت والی پھر بے قراءت کی، اور جو رکعتیں امام کے ساتھ پڑھ چکا ہے اُن کے حساب سے قعدہ کرلے، یعنی اُن رکعتوں کے حساب سے جو دوسری ہو اس میں پہلا قعدہ کرے اور جو تیسری رکعت ہو اور نماز تین رکعت والی ہو اس میں اخیر قعدہ کرے۔ وعلیٰ ھٰذا القیاس۔

مثال: ظہر کی نماز میں تین رکعت ہو جانے کے بعد کوئی شخص شریک ہو، اس کو چاہئے کہ بعد امام کے سلام پھیرنے کے کھڑا ہو جائے اور گئی ہوئی تین رکعتیں اس ترتیب سے ادا کرے: پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے ساتھ سورت ملا کر رکوع سجدہ کر کے پہلا قعدہ کرے، اس لئے کہ یہ رکعت اس ملی ہوئی رکعت کے حساب سے دوسری ہے، پھر دوسری رکعت میں بھی سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورت ملائے اور اس کے بعد قعدہ نہ کرے، اسلئے کہ یہ رکعت اس ملی ہوئی رکعت کے حساب سے تیسری ہے، پھر تیسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ دوسری سورت نہ ملائے کیونکہ یہ رکعت قراءت کی نہ تھی اور اس میں قعدہ کرے کہ یہ قعدۂ اخیرہ ہے۔

---

[1] مسئلہ ۲۲ کا حاشیہ صفحہ نمبر ۸۳ پر دیکھیں۔ [2]، [3]، [4] والمسبوق من سبقه الإمام بها أو ببعضها وهو منفرد حتى يثني ويتعوذ ويقرأ وإن قرأ مع الإمام لعدم الاعتداد بها لكراهتها ... فيما يقضيه أي بعد متابعته لإمامه، فلو قبلها فالأظهر الفساد ويقضي أول صلاته في حق قراءة وآخرها في حق تشهد فمدرك ركعة من غير فجر يأتي بركعتين بفاتحة و سورة وتشهد بينهما، وبرابعة الرباعي بفاتحة فقط، ولا يقعد قبلها إلا في أربع. إلخ. قوله وبرابعة: لو قام إلى قضاء ما سبق به وعلى الإمام سجدتا سهو فعليه أن يعود. [الدر المختار ٢/٤١٧-٤١٩]

مسئلہ۲۷: [1] اگر کوئی شخص لاحق بھی ہو اور مسبوق بھی مثلاً کچھ رکعتیں ہو جانے کے بعد شریک ہوا ہو اور بعد شرکت کے پھر کچھ رکعتیں اس کی چلی جائیں، تو اس کو چاہئے پہلے اپنی ان رکعتوں کو ادا کرے جو بعد شرکت کے گئی ہیں جن میں وہ لاحق ہے، مگر اُن کے ادا کرنے میں اپنے کو ایسا سمجھے جیسا وہ امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہے، یعنی قراءت نہ کرے اور امام کی ترتیب کا لحاظ رکھے، اس کے بعد اگر جماعت باقی ہو تو اس میں شریک ہو جاوے، ورنہ باقی نماز بھی پڑھ لے، بعد اس کے اُن رکعتوں کو ادا کرے جن میں مسبوق ہے۔

مثال: عصر کی نماز میں ایک رکعت ہو جانے کے بعد کوئی شخص شریک ہوا، اور شریک ہونے کے بعد ہی اس کا وضو ٹوٹ گیا اور وضو کرنے گیا، اس درمیان میں نماز ختم ہو گئی، تو اس کو چاہئے کہ پہلے ان تینوں رکعتوں کو ادا کرے جو بعد شریک ہونے کے گئی ہیں، پھر اس رکعت کو جو اس کے شریک ہونے سے پہلے ہو چکی تھی، اور ان تینوں رکعتوں کو مقتدی کی طرح ادا کرے یعنی قراءت نہ کرے، اور ان تین کی پہلی رکعت میں قعدہ کرے اس لئے کہ یہ امام کی دوسری رکعت ہے اور امام نے اس میں قعدہ کیا تھا۔ پھر دوسری رکعت میں قعدہ نہ کرے اس لئے کہ یہ امام کی تیسری رکعت ہے، پھر تیسری رکعت میں قعدہ کرے اس لئے کہ یہ امام کی چوتھی رکعت ہے اور اس رکعت میں امام نے قعدہ کیا تھا پھر اس رکعت کو ادا کرے جو اس کے شریک ہونے سے پہلے ہو چکی تھی اور اس میں بھی قعدہ کرے اس لئے کہ یہ اس کی چوتھی رکعت ہے، اور اس رکعت میں اسکو قراءت بھی کرنا ہوگی اس لئے کہ اس رکعت میں وہ مسبوق ہے اور مسبوق اپنی گئی ہوئی رکعتوں کے ادا کرنے میں منفرد کا حکم رکھتا ہے۔

مسئلہ۲۸: [2] مقتدیوں کو ہر رکن کا امام کے ساتھ ہی بلا تاخیر ادا کرنا سنت ہے۔ تحریمہ بھی امام کی تحریمہ کے ساتھ

---

[1] ثم صلى اللاحق ما سبق به بقراءة إن كان مسبوقاً أيضاً، بأن اقتدى في أثناء صلوة الإمام ثم نام مثلاً، وهو المسبوق اللاحق، وحكمه: أنه يصلي إذا استيقظ مثلاً ما نام فيه، ثم يتابع الإمام فيما أدرك، ثم يقضي ما فاته، بيانه: أنه لو سبق بركعة من ذوات الأربع ونام في ركعتين يصلي أوّلاً ما نام فيه، ثم ما أدركه مع الإمام، ثم ما سبق به فيصلي ركعة مما نام فيه مع الإمام ويقعد متابعة له، لأنها ثانية إمامه، ثم يصلي الأخرى مما نام فيه، ويقعد؛ لأنها ثانيته ثم يصلي التي انتبه فيها، ويقعد متابعة لإمامه؛ لأنها رابعة، وكل ذلك بغير قراءة؛ لأنه مقتد، ثم يصلي الركعة التي سبق بها بقراءة الفاتحة وسورة، والأصل: أن اللاحق يصلي على ترتيب صلوة الإمام، والمسبوق يقضي ما سبق به بعد فراغ الإمام. [ردّالمحتار ۲/۴۱۶]

[2] والحاصل: أن متابعة الإمام في الفرائض والواجبات من غير تأخير واجبة، فإن عارضها واجب لا ينبغي أن يفوته بل يأتي به ثم يتابع، كما لو قام الإمام قبل=

کریں، رکوع بھی امام کے ساتھ، قومہ بھی اس کے قومے کے ساتھ، سجدہ بھی اُس کے سجدے کے ساتھ۔ غرضیکہ ہر فعل اس کے ہر فعل کے ساتھ۔ ہاں اگر قعدۂ اولی میں امام قبل اس کے کھڑا ہو جائے کہ مقتدی التحیات تمام کریں تو مقتدیوں کو چاہئے کہ التحیات تمام کر کے کھڑے ہوں[1]، اسی طرح قعدۂ اخیرہ میں اگر امام قبل اس کے کہ مقتدی التحیات تمام کریں سلام پھیر دے تو مقتدیوں کو چاہئے کہ التحیات تمام کر کے سلام پھیریں۔ ہاں رکوع سجدہ وغیرہ میں اگر مقتدیوں نے تسبیح نہ پڑھی ہو[2] تو بھی امام کے ساتھ ہی کھڑا ہونا چاہئے۔

جماعت میں شامل ہونے، نہ ہونے کے مسائل

مسئلہ: [3] اگر کوئی شخص اپنے محلے یا مکان کے قریب مسجد میں ایسے وقت پہنچا کہ وہاں جماعت ہو چکی ہو تو اس کو مستحب ہے کہ دوسری مسجد میں تلاش جماعت جائے اور یہ بھی اختیار ہے کہ اپنے گھر میں واپس آ کر گھر کے آدمیوں کو جمع کر کے جماعت کرے۔

مسئلہ: [4] اگر کوئی شخص اپنے گھر میں فرض نماز تنہا پڑھ چکا ہو، اس کے بعد دیکھے کہ وہی فرض نماز جماعت سے ہو رہا ہے، تو اس کو چاہئے کہ جماعت میں شریک ہو جائے، بشرطیکہ ظہر، عشاء کا وقت ہو، اور فجر، عصر، مغرب کے وقت شریک جماعت نہ ہو، اس لئے کہ فجر، عصر کی نماز کے بعد نفل نماز مکروہ ہے، اور مغرب کے وقت اس لئے کہ یہ

ـأن يتم المقتدي التشهد فإنه يتم ثم يقوم... بخلاف ما إذا عارضها سنة كما لو رفع الإمام قبل تسبيح المقتدي ثلاثا فالأصح أنه يتابعه. [ردّ المحتار ۲/۲۰۲] [1] اگرچہ یہ احتمال ہو کہ امام رکوع میں چلا جائے گا اور اگر ایسا واقع ہو جائے تو بعد تشہد کے تین تسبیح کی قدر قیام کر کے رکوع میں جائے اور اسی طرح ترتیب وار سب ارکان ادا کرتا رہے، خواہ امام کو کتنی ہی دُور جا کر پاوے، یہ اقتداء کے خلاف نہ ہوگا کیونکہ اقتدا ایسے امام کے ساتھ رہنے کو کہتے ہیں اسی طرح امام کے پیچھے پیچھے جانے کو بھی کہتے ہیں، امام سے پہلے کوئی کام کرنا یا اقتداء کے خلاف ہے۔(محشی) [2] یعنی رکوع میں "سبحان ربی العظیم" اور سجدہ میں "سبحان ربی الأعلی" بالکل نہ پڑھا ہو یا تین بار سے کم پڑھا ہو۔(محشی) [3] وإذا فاتته لايجب عليه الطلب في المساجد بلا خلاف بين أصحابنا، بل إن أتى مسجدا لجماعة آخر فحسن، وذكر القدوري: يجمع بأهله ويصلي بهم يعني وينال ثواب الجماعة، قال شمس الأئمة: الأولى في زماننا تتبعها. [البحر الرائق ۱/۶۵۲] [4] وكره خروج من لم يصل من مسجد أذن فيها إلا لمن ينتظم به أمر جماعة أخرى وإلا لمن صلى الظهر والعشاء وحده مرة فلايكره خروجه إلا عند الشروع في الإقامة فيكره لمخالفة الجماعة بلاعذر بل يقتدي متنفلا وإلا لمن صلى الفجر والعصر والمغرب مرة فيخرج مطلقا وإن أقيمت لكراهة النفل بعد الأوليين، وفي المغرب أحد المحظورين البتيراء أو مخالفة الإمام بالإتمام. [الدرّ المختار ۲/۶۱۲-۶۱۵]

دوسری نماز نفل ہوگی اور نفل میں تین رکعت منقول نہیں۔

مسئلہ:[1] اگر کوئی شخص فرض نماز شروع کر چکا ہو، اور اسی حالت میں فرض جماعت سے ہونے لگے تو اگر وہ فرض دو رکعت والا ہے جیسے فجر کی نماز تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر پہلی رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو تو اس نماز کو قطع کر دے اور جماعت میں شامل ہو جاوے، اور اگر پہلی رکعت کا سجدہ کرلیا ہو اور دوسری رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو تو بھی قطع کر دے اور جماعت میں شامل ہو جاوے، اور اگر دوسری رکعت کا سجدہ کرلیا ہو تو دونوں رکعت پوری کرلے، اور اگر وہ فرض تین رکعت والا ہو جیسے مغرب تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر دوسری رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو تو قطع کر دے، اور اگر دوسری رکعت کا سجدہ کرلیا ہو تو اپنی نماز کو پوری کرلے اور بعد میں جماعت کے اندر شریک نہ ہو کیونکہ نفل تین رکعت کے ساتھ جائز نہیں، اور اگر وہ فرض چار رکعت والا ہو جیسے ظہر، عصر و عشاء، تو اگر پہلی رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو تو قطع کر دے، اور اگر سجدہ کرلیا ہو تو دو رکعت پر التحیات وغیرہ پڑھ کر سلام پھیر دے اور جماعت میں مل جاوے، اور اگر تیسری رکعت شروع کردی ہو اور اس کا سجدہ نہ کیا ہو تو قطع کر دے، اور اگر سجدہ کرلیا ہو تو پوری کرلے، اور جن صورتوں میں نماز پوری کرلی جاوے، ان میں سے مغرب اور فجر اور عصر میں تو دوبارہ شریک جماعت نہ ہو، اور ظہر اور عشاء میں شریک ہو جاوے، اور جن صورتوں میں قطع کرنا ہو کھڑے کھڑے ایک سلام پھیر دے۔

مسئلہ:[2] اگر کوئی شخص نفل نماز شروع کر چکا ہو، اور فرض جماعت سے ہونے لگے تو نفل نماز کو نہ توڑے بلکہ اس کو چاہئے کہ دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دے اگرچہ چار رکعت کی نیت کی ہو۔

مسئلہ:[3] ظہر اور جمعہ کی سنتِ مؤکدہ اگر شروع کر چکا ہو اور فرض ہونے لگے تو ظاہر مذہب یہ ہے کہ دو رکعت پر

---

[1] شرع فيها أداء منفرداً ثم أقيمت يقطعها قائما بتسليمة واحدة ويقتدي بالإمام، وهذا إن لم يقيد الركعة الأولى بسجدة أو قيدها بها في غير رباعية. (الدر المختار بحذف) قال الشامي: حاصل هذه المسئلة: شرع في فرض فأقيم قبل أن يسجد للأولى قطع واقتدى، فإن سجدلها، فإن في رباعي أتم شفعاً واقتدي مالم يسجد للثالثة، فإن سجد أتم واقتدي متنفلاً إلا في العصر، وإن في غير رباعي قطع واقتدى مالم يسجد للثانية، فإن سجدلها أتم ولم يقتد، وإن قيدها بسجدة في غير رباعية كالفجر والمغرب فإنه يقطع ويقتدي أيضا مالم يقيد الثانية بسجدة، فإن قيدها أتم، ولا يقتدي لكراهة التنفل بعد الفجر، وبالثلاث في المغرب، وفي جعلها أربعا مخالفة لإمامه. [الشامية ۲/۶۰۶-۶۱۰] [2] [3] والشارع في نفل لا يقطع مطلقا ويتمه ركعتين، وكذا سنة الظهر وسنة الجمعة إذا أقيمت أو خطب الإمام يتمها أربعا على القول الراجح، خلافا لما رجحه الكمال حيث قال: وقيل: يقطع على رأس الركعتين، وهو الراجح، ثم اعلم أن هذا كله حيث لم يقم إلى الثالثة، أما إن قام إليها-

سلام پھیر کر شریک جماعت ہو جائے، اور بہت سے فقہاء کے نزدیک راجح[1] یہ ہے کہ چار رکعت پوری کرلے، اور اگر تیسری رکعت شروع کردی تو اب چار کا پورا کرنا ضروری ہے۔

مسئلہ:[2] اگر فرض نماز ہو رہی ہو تو پھر سنت وغیرہ نہ شروع کی جائے بشرطیکہ کسی رکعت کے چلے جانے کا خوف ہو۔ ہاں اگر یقین یا گمان غالب ہو کہ کوئی رکعت نہ جانے پائے گی تو پڑھ لے، مثلاً ظہر کے وقت جب فرض شروع ہو جائے اور خوف ہو کہ سُنّت پڑھنے سے کوئی رکعت فرض کی جاتی رہے گی تو پھر سنتیں مؤکدہ جو فرض سے پہلے پڑھی جاتی ہیں چھوڑ دے، پھر ظہر اور جمعہ میں بعد فرض کے بہتر یہ ہے کہ بعد والی سُنّتِ مؤکدہ اوّل پڑھ کر ان سنتوں کو پڑھ لے، مگر فجر کی سنتیں چونکہ زیادہ مؤکدہ ہیں لہٰذا ان کے لیے یہ حکم ہے کہ اگر فرض شروع ہو چکا ہو تب بھی ادا کرلی جائیں، بشرطیکہ ایک رکعت مل جانے کی امید ہو،[3] اور اگر ایک رکعت کے ملنے کی بھی اُمید نہ ہو تو پھر نہ پڑھے، اور پھر اگر چاہے بعد سورج نکلنے کے پڑھے۔

مسئلہ:[4] اگر یہ خوف ہو کہ فجر کی سُنّت اگر نماز کے سُنن اور مستحبات وغیرہ کی پابندی سے ادا کی جائے گی تو

موقیدها بسجدة، ففي رواية النوادر: يضيف إليها رابعة ويسلم. [الدرّ المختار ٢/٦١١-٦١٢] ① یعنی قوی مذہب۔ (محشی)

② (وإذا خاف فوت) ركعتي (الفجر لاشتغاله بسنتها تركها، وإلا) بأن رجا إدراك ركعة في ظاهر المذهب. وقيل: التشهد، (لا) يتركها بل يصليها عند باب المسجد أي: خارج المسجد لأنه لو صلاها في المسجد كان متنفلاً فيه عند اشتغال الإمام بالفريضة وهو مكروه، فإن لم يكن على باب المسجد موضع للصلوة يصليها في المسجد خلف سارية من سواري المسجد، وأشدها كراهة أن يصليها مخالطا للصف مخالفا للجماعة والذي يلي ذلك خلف الصف من غير حائل، إن وجد مكانا، وإلا تركها، (ولا يقضيها إلا بطريق التبعية) أي: لا يقضي سنة الفجر إلا إذا فاتت مع الفجر فيقضيها تبعا لقضائه لو قبل الزوال، وأما إذا فاتت وحدها فلا تقضي قبل طلوع الشمس بالإجماع، لكراهة النفل بعد الصبح، وأما بعد طلوع الشمس فكذلك عندهما، وقال محمد: أحب إلي أن يقضيها إلى الزوال، قيل: هذا قريب من الاتفاق؛ لأن قوله "أحب الي" دليل على أنه لو لم يفعل لا لوم عليه، وقالا: لا يقضي، وإن قضي فلا بأس به، (بخلاف سنة الظهر) وكذا الجمعة (فإنه) إن خاف فوت ركعة يتركها ويقتدي (ثم يأتي بها في وقته) أي: الظهر (قبل شفعه) عند محمد، وبه يفتى. أقول: وعليه المتون، لكن رجح في الفتح تقديم الركعتين، قال في الإمداد: وفي فتاوى العتابي أنه المختار، وفي مبسوط شيخ الاسلام أنه الأصح، لو خاف أنه لو صلى سنة الفجر بوجهها تفوته الجماعة، ولو اقتصر فيها بالفاتحة وتسبيحة في الركوع والسجود يدركها فله أن يقتصر عليها. [الدرّ المختار و ردّالمحتار ٢/٦١٦-٦٢١] ③ ظاہر مذہب یہی ہے کہ جب تک کم از کم ایک رکعت ملنے کی امید ہو اُس وقت تک پڑھ لے، ورنہ چھوڑ دے اور ایک قول یہ ہے کہ قعدۂ اخیرہ ملنے تک سنتیں پڑھ لے مگر راجح ظاہر مذہب ہے۔ (ظفر احمد)۔ ④ دیکھو حاشیہ مسئلہ ۹ باب ہذا۔

جماعت نہ ملے گی تو ایسی حالت میں چاہیے کہ صرف فرائض اور واجبات پر اقتصار کرے، سُنن وغیرہ کو چھوڑ دے۔

مسئلہ ۹: ① فرض شروع ہونے کی حالت میں جو سنتیں پڑھی جائیں خواہ فجر کی ہوں یا کسی اور وقت کی وہ ایسے مقام پر پڑھی جائیں جو مسجد سے علیحدہ ہو اس لئے کہ جہاں فرض نماز ہوتی ہو پھر کوئی دوسری نماز وہاں پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور اگر کوئی ایسی جگہ نہ ملے تو صف سے علیحدہ مسجد کے کسی گوشے میں پڑھ لے۔

مسئلہ: ② اگر جماعت کا قعدہ مل جائے اور رکعتیں نہ ملیں تب بھی جماعت کا ثواب مل جاوے گا۔

مسئلہ: ③ جس رکعت کا رکوع امام کے ساتھ مل جائے تو سمجھا جاوے کہ وہ رکعت مل گئی۔ ہاں اگر رکوع نہ ملے تو پھر اس رکعت کا شمار ملنے میں نہ ہوگا۔

نماز جن چیزوں سے فاسد ہوتی ہے

مسئلہ: ④ حالت نماز میں اپنے امام کے سوا کسی کو لقمہ دینا یعنی قرآن مجید کے غلط پڑھنے پر آگاہ کرنا مفسد نماز ہے۔

تنبیہ: چونکہ لقمہ دینے کا مسئلہ فقہا کے درمیان میں اختلافی ہے بعض علمائے کرام نے اس مسئلہ میں مستقل رسالے تصنیف کئے ہیں اس لئے ہم چند جزئیات اس کی اس مقام پر ذکر کرتے ہیں۔

مسئلہ: ⑤ صحیح یہ ہے کہ اگر مقتدی اپنے امام کو لقمہ دے تو نماز فاسد نہ ہوگی، خواہ امام بقدر ضرورت قراءت کر چکا ہو یا نہیں۔ قدر ضرورت سے وہ مقدار مقصود ہے جو مسنون ہے، البتہ ایسی صورت میں امام کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ رکوع کردے جیسا اس سے اگلے مسئلہ میں آتا ہے۔

مسئلہ: ⑥ امام اگر بقدر ضرورت قراءت کر چکا ہو تو اس کو چاہئے کہ رکوع کردے، مقتدیوں کو لقمہ دینے پر مجبور نہ

---

① دیکھو حاشیہ مسئلہ ۹ باب ہٰذا۔ ② لو أدرك التشهد يكون مدركا لفضيلتها (أي الجماعة) [الشامية ٢/ ٦١٧]

③ إذا وصل إلى حد الركوع قبل أن يخرج الإمام من حد الركوع، فقد أدرك معه الركعة. [طحطاوي على المراقي ٤٥٥]

④ و يفسدها ... فتحه على غير إمامه. [الدر المختار ٢/ ٤٦١ و البحر الرائق ٢/ ١١] ⑤ لو فتح على إمامه فلا فساد، أما إن كان الإمام لم يقرأ قدر الفرض فظاهر، وأما إن كان قرأ ففيه اختلاف، والصحيح عدم الفساد. [البحر الرائق ٢/ ١٠ و الدر المختار ٢/ ٤٦١] ⑥ يكره أن يفتح من ساعته، كما يكره للإمام أن يلجئه إليه بل ينتقل إلى آية أخرى، أو إلى سورة أخرى، أو يركع إذا قرأ قدر الفرض، وفي رواية قدر المستحب. [رد المحتار ٢/ ٤٦٢، البحر الرائق ٢/ ١١]

کرے (ایسا مجبور کرنا مکروہ ہے) اور مقتدیوں کو چاہئے کہ جب تک ضرورت شدیدہ نہ پیش آئے امام کو لقمہ نہ دیں (یہ بھی مکروہ ہے) ضرورت شدیدہ سے مراد یہ ہے کہ مثلاً امام غلط پڑھ کر آگے پڑھنا چاہتا ہو یا رکوع نہ کرتا ہو یا سکوت کر کے کھڑا ہو جائے۔ اور اگر بلا ضرورت شدیدہ بھی بتلا دیا تب بھی نماز فاسد نہ ہوگی جیسا اس سے اوپر مسئلے میں گزرا۔

مسئلہ:[①] اگر کوئی شخص کسی نماز پڑھنے والے کو لقمہ دے اور وہ لقمہ دینے والا اس کا مقتدی نہ ہو خواہ وہ بھی نماز میں ہو یا نہیں تو یہ شخص اگر لقمہ لے لے گا تو اس لقمہ لینے والے کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ ہاں اگر خود بخود یاد آ جائے خواہ اس کے لقمہ دینے کے ساتھ ہی یا پہلے یا پیچھے اس کے لقمہ دینے کو کچھ دخل نہ ہو اور اپنی یاد پر اعتماد کر کے پڑھے تو جس کو لقمہ دیا گیا ہے اس کی نماز میں فساد نہ آئے گا۔

مسئلہ:[②] اگر کوئی نماز پڑھنے والا کسی ایسے شخص کو لقمہ دے جو اس کا امام نہیں، خواہ وہ بھی نماز میں ہو یا نہیں، بہر حال میں اس لقمہ دینے والے کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

مسئلہ:[③] مقتدی اگر کسی دوسرے شخص کا پڑھنا سن کر یا قرآن مجید میں دیکھ کر امام کو لقمہ دے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور امام اگر لے لیگا تو اس کی نماز بھی۔ اور اگر مقتدی کو قرآن میں دیکھ کر یا دوسرے سے سن کر خود بھی یاد آ گیا اور پھر اپنی یاد پر لقمہ دیا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔[④]

مسئلہ:[⑤] اسی طرح اگر حالت نماز میں قرآن مجید دیکھ کر ایک آیت قراءت کی جائے تب بھی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر وہ آیت جو دیکھ کر پڑھی ہے اس کو پہلے سے یاد تھی تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ یا پہلے سے یاد تو نہ تھی مگر ایک

---

①② ويفسدها فتحه أي المصلي على غير إمامه سواء كان الغير في الصلوة أم لا، ويفسد بأخذ الإمام ممن ليس معه. [الطحطاوي على المراقي ٣٢٣] وفتحه على غير إمامه، وهو شامل لفتح المقتدي على مثله وعلى المنفرد وعلى غير المصلي وعلى إمام آخر، ولفتح الإمام والمنفرد على أي شخص كان، وكذا الأخذ أي أخذ المصلي غير الإمام بفتح من فتح عليه مفسد كفتحه، وأخذ الإمام بفتح من ليس في صلاته. [الدر المختار ورد المحتار ٤٦١/٢] ③ إذا سمعه المؤتم من غير مصل ففتح به تفسد صلوة الكل، وقراءته من مصحف مطلقاً، إلا إذا كان حافظاً لما قرأه وقرأ بلا حمل، وقيل: لا تفسد إلا بآية. [الدر المختار ٤٦١/٢ والبحر الرائق ١٢/٢] ④ لم أره صريحاً ولم يكن جزم به في الدر مسئلة النظر من المصحف عموماً، وفي مسئلة السماع في حق الإمام، والظاهر أن المؤتم مثله. [ظفر احمد] ⑤ دیکھو حاشیہ نمبر ۳ صفحہ ہذا۔

آیت سے کم دیکھ کر پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

مسئلہ ۸: عورت کا مرد کے ساتھ اس طرح کھڑا ہو جانا کہ ایک کا کوئی عضو دوسرے کے کسی عضو کے مقابل ہو جائے ان شرطوں سے نماز کو فاسد کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر سجدے میں جانے کے وقت عورت کا سر مرد کے پاؤں کے محاذی ہو جائے تب بھی نماز جاتی رہے گی:۔[1]

۱: عورت بالغ ہو چکی ہو (خواہ جوان ہو یا بوڑھی) یا نابالغ ہو مگر قابل جماع ہو، تو اگر کوئی کمسن نابالغ لڑکی نماز میں محاذی ہو جائے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

۲: دونوں نماز میں ہوں پس اگر ایک نماز میں ہو دوسرا نہ ہو تو اس محاذات سے نماز فاسد نہ ہوگی۔

۳: کوئی حائل درمیان میں نہ ہو، پس اگر کوئی پردہ درمیان میں ہو یا کوئی سترہ حائل ہو یا بیچ میں اتنی جگہ چھوٹی ہو جس میں ایک آدمی بے تکلف کھڑا ہو سکے تو بھی فاسد نہ ہوگی۔

۴: عورت[2] میں نماز کے صحیح ہونے کی شرطیں پائی جاتی ہوں۔ پس اگر عورت مجنوں ہو یا حالتِ حیض و نفاس میں ہو تو اس کی محاذات سے نماز فاسد نہ ہوگی، اس لئے کہ ان صورتوں میں وہ خود نماز میں نہ سمجھی جائے گی۔

۵: نماز جنازے کی نہ ہو پس جنازے کی نماز میں محاذات مفسد نہیں۔

۶: محاذات بقدر ایک رکن[3] کے باقی رہے، اگر اس سے کم محاذات رہے تو مفسد نہیں۔ مثلاً اتنی دیر تک محاذات رہے کہ جس میں رکوع وغیرہ نہیں ہو سکتا اس کے بعد جاتی رہے تو اس قلیل محاذات سے نماز میں فساد نہ آئے گا۔

۷: تحریمہ دونوں کی ایک ہو، یعنی یہ عورت اس مرد کی مقتدی ہو یا دونوں کسی تیسرے کے مقتدی ہوں۔

---

[1] وإذا حاذته ولو ببعضو واحد امرأة ولو أمة مشتهاة حالاً كبنت تسع، أو ماضيا كعجوز، ولا حائل بينهما، أقله قدر ذراع في غلظ إصبع، أو فرجة تسع رجلاً، في صلوة مطلقة مشتركة تحريمة وأداء، والاشتراك في التحريمة أن تبنى صلاتها على صلوة من حاذته أو على صلوة إمام من حاذته واتحدت الجهة فسدت صلوته. [الدر المختار والشامية ۲/۳۷۸-۳۸۷ و البحر ۱/۶۶۹]

[2] ومنها: أن تكون ممن تصح منها الصلوة حتى أن المجنونة إذا حاذته لا تفسد صلوته، ومنها: أن ينوي الإمام إمامتها أو إمامة النساء وقت الشروع لا بعده، وأن تكون المحاذاة في ركن كامل، وأن تكون الصلوة مطلقة وهي التي لها ركوع و سجود، وأن تكون الصلوة مشتركة تحريمة وأداء. [الهندية ۱/۹۹] [3] نماز کے رکن چار ہیں قیام، قرأت، سجدہ اور رکوع۔ اور بقدر رکن سے یہ مراد ہے کہ جس میں تین بار سبحان اللہ کہہ سکے۔ (محشی)

۸: امام نے اس عورت کی امامت کی نیت نماز شروع کرتے وقت یا درمیان[1] میں جب وہ آ کر ملی، کی ہو، اگر امام نے اس کی امامت کی نیت نہ کی ہو تو پھر اس محاذات سے نماز فاسد نہ ہوگی بلکہ اسی عورت کی نماز صحیح نہ ہوگی۔

مسئلہ: [2] اگر امام بعد حدث کے بے خلیفہ کئے ہوئے مسجد سے باہر نکل گیا تو مقتدیوں کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

مسئلہ: [3] امام نے کسی ایسے شخص کو خلیفہ کر دیا جس میں امامت کی صلاحیت نہیں، مثلاً کسی مجنون یا نابالغ بچے کو یا کسی عورت کو تو سب کی نماز فاسد[4] ہو جائے گی۔

مسئلہ: [5] اگر مرد نماز میں ہو اور عورت اس مرد کا اسی حالت نماز میں بوسہ لے تو اُس مرد کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ ہاں اگر اس کے بوسہ لیتے وقت مرد کو شہوت ہوگئی ہو تو البتہ نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر عورت نماز میں ہو اور کوئی مرد اس کا بوسہ لے لے تو عورت کی نماز جاتی رہے گی، خواہ مرد نے شہوت سے بوسہ لیا ہو یا بلا شہوت اور خواہ عورت کو شہوت ہوئی ہو یا نہیں۔

مسئلہ: [6] اگر کوئی شخص نمازی کے سامنے سے نکلنا چاہے تو حالت نماز میں اس سے مزاحمت کرنا اور اس کو اس فعل سے باز رکھنا جائز ہے، بشرطیکہ اس روکنے میں عمل کثیر نہ ہو اور اگر عمل کثیر ہو گیا تو نماز فاسد ہوگی۔

نماز جن چیزوں سے مکروہ ہو جاتی ہے

مسئلہ: [7] حالت نماز میں کپڑے کا خلاف دستور پہننا یعنی جو طریقہ اس کے پہننے کا ہو اور جس طریقے سے اس کو

---

[1] عبارت خط کشیدہ اصل میں موجود ہے مگر عالمگیری، شامی وغیرہ میں تصریح ہے کہ صرف امام کے نماز شروع کرتے وقت نیت کرنے کا اعتبار ہے درمیان میں نیت کرنے کا اعتبار نہیں، اس لئے اگر درمیان میں جب وہ آ کر ملی امام اس کی امامت کی نیت کر لے تو محاذات سے نماز فاسد نہ ہوگی ولیحرر من الجامع۔ [2] سبق الإمام حدث استخلف مالم يخرج من المسجد، فإذا خرج بطلت الصلوة، والمراد ببطلان الصلوة صلوة القوم والخليفة دون الإمام في الأصح. [الدرّالمختار و الشامية ۲/۴۲۴-۴۲۶] [3] ولم يستخلف الإمام غير صالح لها كصبي وامرأة وأمي، فإذا استخلف أحدهم فسدت صلوته وصلوة القوم. [الدرّالمختار و ردّالمحتار ۲/۴۲۳ والفتاوى الهندية ۱/۱۰۶ و البحر ۱/۶۹۴] [4] یعنی سب کی نماز فاسد، امام کی بھی، خلیفہ کی بھی، مقتدیوں کی بھی۔ (محشی)
[5] لو كانت المرأة في الصلوة فجامعها زوجها تفسد صلوتها وإن لم ينزل مني، و كذا لو قبلها بشهوة أو بغير شهوة أو مسها، أما لو قبلت المرأة المصلي ولم يشتهها لم تفسد صلاته. [ردّالمحتار ۲/۴۷۰] [6] (ويدفعه هو رخصة) فتركه أفضل (بتسبيح أو إشارة) ويؤخذ منه فساد الصلوة لو بعمل كثير. [الدرّ المختار و ردّالمحتار ۲/۴۸۵] [7] كره سدل ثوبه تحريما للنهي أي-

اہل تہذیب پہنتے ہوں اس کے خلاف اس کا استعمال کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

مثال: کوئی شخص چادر اوڑھے اور اس کا کنارہ شانے پر نہ ڈالے یا کرتہ پہنے اور آستینوں میں ہاتھ نہ ڈالے، اس سے نماز مکروہ ہو جاتی ہے۔[1]

مسئلہ: برہنہ سر نماز پڑھنا مکروہ ہے، ہاں اگر تذلل اور خشوع کی نیت سے ایسا کرے تو کچھ مضائقہ نہیں۔[2]

مسئلہ: اگر کسی کی ٹوپی یا عمامہ نماز پڑھتے میں گر جائے تو افضل یہ ہے کہ اسی حالت میں اٹھا کر پہن لے لیکن اگر اس کے پہننے میں عمل کثیر کی ضرورت پڑے تو پھر نہ پہنے۔[3]

مسئلہ: مردوں کو اپنے دونوں ہاتھوں کی کہنیوں کا سجدے کی حالت میں زمین پر بچھا دینا مکروہ تحریمی ہے۔[4]

مسئلہ: امام کا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ تنزیہی ہے، ہاں اگر محراب سے باہر کھڑا ہو مگر سجدہ محراب میں ہوتا ہو تو مکروہ نہیں۔[5]

مسئلہ: صرف امام کا بے ضرورت کسی اونچے مقام پر کھڑا ہونا جس کی بلندی ایک ہاتھ یا اس سے زیادہ ہو مکروہ تنزیہی ہے، اگر امام کے ساتھ چند مقتدی بھی ہوں تو مکروہ نہیں۔ اگر امام کے ساتھ صرف ایک مقتدی ہے تو مکروہ ہے، اور بعض نے کہا ہے کہ اگر ایک ہاتھ سے کم ہو اور سرسری نظر سے اس کی اونچائی ممتاز معلوم ہوتی ہو تب بھی مکروہ ہے۔[6]

مسئلہ: کل مقتدیوں کا امام سے بے ضرورت کسی اونچے مقام پر کھڑا ہونا مکروہ تنزیہی ہے، ہاں کوئی ضرورت

وہو إرسال الثوب بلا لبس معتاد، وفسره الکرخی بأن یجعل ثوبه علی رأسه أو علی کتفیه ویرسل أطرافه من جوانبه، وکذا القباء بکم إلی وراء إذا أخرج المصلی یدیه من الخرق، وأصل الکراهة ... [الدر المختار والشامیة ۲/۴۸۸] ① یعنی دونوں کاندھے ڈھکے ہوں، اگر ایک کنارہ کھلا ہو اور دوسرا شانے پر پڑا ہو تو کراہت نہ ہوگی۔ (محشی) ② ویکره صلاته حاسرا أی کاشفا رأسه للتکاسل، ولا بأس به للتذلل [الدر المختار ۲/۴۹۱] ③ ولو سقطت قلنسوته فإعادتها أفضل إلا إذا احتاجت لتکویر أو عمل کثیر [الدر المختار ۲/۴۹۲]

④ ویکره افتراش الرجل ذراعیه أی بسطهما فی حالة السجود، والظاهر أنها تحریمیة [الشامیة ۲/۴۹۶ والهدایة ۱/۲۷۶]

⑤ وقیام الإمام فی المحراب لا سجوده فیه وقدماه خارجه، یظهر من کلامهم أنها کراهة تنزیهیة [الدر المختار والشامیة ۲/۴۹۹] ⑥⑦ وانفراد الإمام علی الدکان للنهی، وقدر الارتفاع بذراع، ولا بأس بما دونه، وقیل ما یقع به الامتیاز وهو الأوجه، وکره عکسه، هذا کله عند عدم العذر کجمعة وعید، فلو قاموا علی الرفوف والإمام علی الأرض أو فی المحراب لضیق المکان لم یکره، کما لو کان معه بعض القوم [الدر المختار ۲/۵۰۰ والهدایة ۱/۲۸۱]

ہو مثلاً جماعت زیادہ ہو اور جگہ کفایت نہ کرتی ہو تو مکروہ نہیں، بعض مقتدی امام کے برابر ہوں اور بعض اونچی جگہ ہوں تب بھی جائز ہے۔

مسئلہ: [1] مقتدی کو اپنے امام سے پہلے کوئی فعل شروع کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

مسئلہ: [2] مقتدی کو جبکہ امام قیام میں قراءت کر رہا ہو کوئی دعا وغیرہ یا قرآن مجید کی قراءت کرنا خواہ وہ سورۂ فاتحہ ہو یا اور کوئی سورت ہو مکروہ تحریمی ہے۔

نماز میں حدث ہو جانے کا بیان

نماز میں[3] اگر حدث ہو جائے تو اگر حدث اکبر ہوگا جس سے غسل واجب ہو جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر حدث[4] اصغر ہوگا تو دو حال سے خالی نہیں، اختیاری ہوگا یا بے اختیاری، یعنی اس کے وجود میں یا اس کے سبب میں بندوں کے اختیار کو دخل ہوگا یا نہیں، اگر اختیاری ہوگا تو نماز فاسد ہو جائے گی، مثلاً کوئی شخص نماز میں قہقہے کے ساتھ ہنسے یا اپنے بدن میں کوئی ضرب لگا کر خون نکال لے یا عمداً اخراج ریح کرے، یا کوئی شخص چھت کے اوپر چلے اور اس چلنے کے سبب سے کوئی پتھر وغیرہ چھت سے گر کر کسی نماز پڑھنے والے کے سر میں لگے اور خون نکل آئے، ان سب صورتوں میں نماز فاسد ہو جائے گی، اس لئے کہ یہ تمام افعال بندوں کے اختیار سے صادر ہوتے ہیں۔ اور اگر بے اختیاری ہوگا تو اس میں دو صورتیں ہیں: یا نادر الوقوع ہوگا جیسے جنون، بیہوشی، یا امام کا مر جانا وغیرہ، یا کثیر الوقوع جیسے خروج ریح، پیشاب، پاخانہ، مذی وغیرہ۔ پس اگر نادر الوقوع ہوگا تو نماز فاسد ہو جائے گی، اور اگر

---

① ويكره للمأموم أن يسبق الإمام بالركوع والسجود وأن يرفع رأسه فيهما قبل الإمام. (الهندية ١/١٠٩) ② والمؤتم لا يقرأ مطلقا ولا الفاتحة في السرية، فإن قرأ (كره تحريما) بل يستمع إذا جهر وينصت إذا أسر. (الدر المختار ٢/٣٢٦)

③ واعلم أن لجواز البناء ثلاثة عشر شرطا: كون الحدث سماويا) هو ما لا اختيار للعبد فيه ولا في سببه، فخرج بالأول ما لو أحدث عمدا، وبالثاني ما لو كان بسبب شجة أو عضة أو بسقوط حجر من رجل مشى على نحو سطح. (من بدنه غير موجب لغسل، ولا نادر وجوده، ولم يؤد ركنا مع حدث) خرج ما إذا سبقه الحدث ساجدا فرفع رأسه قاصدا الأداء أو قرأ ذاهبا (أو مشى) خرج ما لو قرأ آيبا، ولم يفعل منافيا أو فعلا له منه بد، ولم يتراخ بلا عذر، ولم يظهر حدثه السابق كمضي مدة مسحه، ولم يتذكر فائتة وهو ذو ترتيب، ولم يتم المؤتم في غير مكانه، ولم يستخلف الإمام غير صالح لها، والاستيناف أفضل، ويتعين الاستيناف لجنون أو حدث عمدا أو خروجه من مسجد بظن حدث أو احتلام أو إغماء أو قهقهة. (الدر المختار والشامية ٢/٤٢٢-٤٢٩ والهندية ١/١٠٤) ④ یعنی وہ حدث جس سے وضو واجب ہوتا ہے۔ (محشی)

نادر الوقوع نہ ہوگا تو نماز فاسد نہ ہوگی، بلکہ اس شخص کو شرعاً اختیار اور اجازت ہے کہ بعد اُس حدث کو رفع کرنے کے اسی نماز کو تمام کرلے اور اس کو "بناء" کہتے ہیں، لیکن اگر نماز کا اعادہ کرے یعنی پھر شروع سے پڑھے تو بہتر ہے۔

اور اس بنا کرنے کی صورت میں نماز فاسد ہونے کی چند شرطیں ہیں:-

۱۔ کسی رکن کو حالت حدث میں ادا نہ کرے۔

۲۔ کسی رکن کو چلنے کی حالت میں ادا نہ کرے، مثلاً جب وضو کے لئے جائے یا وضو کرکے لوٹے تو قرآن مجید کی تلاوت نہ کرے، اس لئے کہ قرآن مجید کا پڑھنا نماز کا رُکن ہے۔

۳۔ کوئی ایسا فعل جو نماز کے منافی ہو نہ کرے، نہ کوئی ایسا فعل کرے جس سے احتراز ممکن ہو۔

۴۔ بعد حدث کے بغیر کسی عذر کے بقدر ادا کرنے کسی رُکن کے توقف نہ کرے، بلکہ فوراً وضو کرنے کے لئے جائے۔ ہاں اگر کسی عذر سے دیر ہو جائے تو مضائقہ نہیں، مثلاً صفیں زیادہ ہوں اور خود پہلی صف میں ہو اور صفوں کو پھاڑ کر آنا مشکل ہو۔[۱]

مسئلہ:[۲] منفرد کو اگر حدث ہو جائے تو اس کو جائز ہے کہ فوراً وضو کرلے اور جس قدر جلد ممکن ہو وضو سے فراغت کرے، مگر وضو تمام سُنن اور مستحبات کے ساتھ چاہئے اور اس درمیان میں کوئی کلام وغیرہ نہ کرے، پانی اگر قریب مل سکے تو دور نہ جائے۔ حاصل یہ کہ جس قدر حرکت سخت ضروری ہو اس سے زیادہ نہ کرے۔ بعد وضو کے چاہے وہیں اپنی بقیہ نماز تمام کرلے اور یہی افضل ہے، اور چاہے جہاں پہلے تھا وہاں جا کر پڑھے، اور بہتر یہ ہے کہ قصداً پہلی نماز کو سلام پھیر کر قطع کردے اور بعد وضو کے ازسرِ نو نماز پڑھے۔

مسئلہ:[۳] امام کو اگر حدث ہو جائے اگرچہ قعدۂ اخیرہ میں ہو تو اُسکو چاہئے کہ فوراً وضو کرنے کے لئے چلا جائے، اور

---

[۱] پس اس صورت میں اگر بقدر رکن کے آنے میں دیر لگ جائے کہ مشکل سے صفوں سے نکل کر آئے تو مضائقہ نہیں اور جس طرح اس شخص کو صفیں پھاڑ کر اپنی جگہ جانا جائز ہے اسی طرح وضو کرنے کے لئے جس کا وضو جاتا رہے خواہ وہ امام ہو یا مقتدی اس کو بھی صفوں کو پھاڑ کر نکل جانا اور ضرورت قبلہ سے پھر جانا بھی جائز ہے۔ (محشی) [۲] (وإذا ساغ له البناء توضأ فوراً) أي بلامكث قدر أداء ركن بلاعذر (بكل سنة) أي من سنن الوضوء (وبنى على ما مضى ويتم صلوته ثمه، أو يعود إلى مكانه كمنفرد فإنه مخير، واستينافه أفضل) هذا ظاهر في المنفرد ولأن ما سواه هو عين صلوته، وأما المنفرد فمخير بين العود وعدمه. [الدر المختار ۲/ ۴۳۲ و الشامية بتقديم وتأخير ۲/ ۴۳۲] [۳] (سبق الإمام حدث ولو بعد التشهد استخلف أي جاز له ذلك، ولو في جنازة بإشارة أو جر لمحراب، ولو لمسبوق) أشار إلى أن استخلاف المدرك أولى، (ويشير) هذا إذا لم يعلم الخليفة، أما إذا علم فلاحاجة إلى ذلك (واضعا=

بہتر یہ ہے اپنے مقتدیوں میں جس کو امامت کے لائق سمجھتا ہو اُس کو اپنی جگہ کھڑا کردے، مدرک کو خلیفہ کرنا بہتر ہے۔ اگر مسبوق کو کردے تب بھی جائز ہے اور اس مسبوق کو اشارے سے بتلادے کہ میرے اوپر اتنی رکعتیں وغیرہ باقی ہیں۔ رکعتوں کے لئے انگلی سے اشارہ کرے، مثلاً ایک رکعت باقی ہو تو ایک انگلی اُٹھاوے۔ دو رکعت باقی ہوں تو دو انگلی۔ رکوع باقی ہو تو گھٹنوں پر ہاتھ رکھدے۔ سجدہ باقی ہو تو پیشانی پر۔ قراءت باقی ہو تو منہ پر۔ سجدۂ تلاوت باقی ہو تو پیشانی اور زبان پر۔ سجدۂ سہو کرنا ہو تو سینے پر جبکہ وہ سمجھتا ہو ورنہ اُس کو خلیفہ نہ بنائے۔ پھر جب خود وضو کر چکے تو اگر جماعت باقی ہو تو جماعت میں آکر اپنے خلیفہ کا مقتدی بن جائے۔ اور اگر وضو کر کے وضو کی جگہ کے پاس ہی کھڑا ہوگیا تو اگر درمیان میں کوئی ایسی چیز یا اتنا فصل حائل ہو جس سے اقتدا صحیح نہیں ہوتی تو درست نہیں، ورنہ درست ہے۔[1] اور اگر جماعت ہوچکی ہو تو اپنی نماز تمام کرلے، خواہ جہاں وضو کیا ہے وہیں، یا جہاں پہلے تھا وہاں۔

مسئلہ:[2] اگر پانی مسجد کے فرش کے اندر موجود ہو تو پھر خلیفہ کرنا ضروری نہیں، چاہے کرے اور چاہے نہ کرے، بلکہ جب خود وضو کر کے آئے پھر امام بن جائے، اور اتنی دیر مقتدی اس کے انتظار میں رہیں۔

مسئلہ:[3] خلیفہ کردینے کے بعد امام نہیں رہتا بلکہ اپنے خلیفہ کا مقتدی ہوجاتا ہے، لہٰذا اگر جماعت ہوچکی ہو تو امام

=لبقاء ركعة، وبإصبعين لركعتين، ويضع يده على ركبته لترك ركوع، وعلى جبهته لسجود، وعلى فمه لقراءة، وعلى جبهته ولسانه لسجود تلاوة أو صدره لسهو، [الدرّالمختار والشامية ٤٢٤/١] (وإذا ساغ له البناء توضأ فوراً وبنى على ما مضى بلا كراهة ويتم صلوته ثمه، وهو أولى تقليلا للمشي، أو يعود إلى مكانه ليتحد مكانهما، وهذا كله) أي تخير الإمام بين العود إلى مكانه وعدمه (إن فرغ خليفته و) الاعاد (إلى مكانه) أي الذي كان فيه، أو قريبا منه مما يصح فيه الاقتداء؛ لأنه بالاستخلاف خرج عن الإمامة وصار مقتديا بالخليفة، (حتما لو بينهما ما يمنع الاقتداء)؛ لأن شرط الاقتداء اتحاد البقعة. [الدرّالمختار و الشامية بحذف ٤٣٣/٢] ① یعنی وضو کی جگہ ایسی صورت میں کھڑا ہونا درست ہے اور اس کا جماعت میں شریک ہونا صحیح ہوجائے گا۔ (محشی)

② لو كان الماء في المسجد فإنه يتوضأ ويبني ولا حاجة إلى الاستخلاف، وإلا لم يكن في المسجد فالأفضل الاستخلاف. [الشامية ٤٢٥/٢] ③ (استخلف أشار إلى أن الاستخلاف حق الإمام؛ حتى لو استخلف القوم بعد استخلافه فالخليفة خليفته فمن اقتدى بخليفتهم فسدت صلاته ولو قدم الخليفة غيره إن قبل أن يقوم مقام الأول وهو أي الأول في المسجد جاز، وإن قدم القوم واحدا أو تقدم بنفسه لعدم استخلاف الإمام جاز إن قام مقام الأول قبل أن يخرج من المسجد، ولو خرج منه فسدت صلوة الكل دون الإمام، (مالم يجاوز الصفوف لو في الصحراء ومالم يخرج من المسجد) فإذا خرج بطلت الصلوة فلم يصح الاستخلاف، (أو الجبانة أو الدار لو كان يصلي فيه) أي في أحد المذكورات؛ (لأنه على إمامته مالم يجاوز هذا الحد) أي الصحراء أو المسجد ونحوه أي فإذا تجاوزه خرج الإمام عن الإمامة وإلا فلا. [الدرّالمختار و ردّالمحتار ٤٢٥/٢]

اپنی نماز لاحق کی طرح تمام کرلے۔ اگر امام کسی کو خلیفہ نہ کرے بلکہ مقتدی لوگ کسی کو اپنے میں سے خلیفہ کردیں، یا خود کوئی مقتدی آگے بڑھ کر امام کی جگہ پر کھڑا ہو جائے اور امام ہونے کی نیت کرلے تب بھی درست ہے، بشرطیکہ اس وقت تک امام مسجد سے باہر نہ نکل چکا ہو۔ اور اگر نماز مسجد میں نہ ہوتی ہو تو صفوں سے یا ستر ے سے آگے نہ بڑھا ہو، اور اگر ان حدود سے آگے بڑھ چکا ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی اب کوئی دوسرا امام نہیں بن سکتا۔[1]

مسئلہ:[2] اگر مقتدی کو حدث ہو جائے اس کو بھی فوراً وضو کرنا چاہئے، اگر جماعت باقی ہو تو جماعت میں شریک ہو جائے، ورنہ اپنی نماز تمام کرلے اور مقتدی کو اپنے مقام پر جا کر نماز پڑھنا چاہئے اگر جماعت باقی ہو، لیکن اگر امام کی اور اسکے وضو کی جگہ میں کوئی چیز مانع اقتدا نہ ہو تو یہاں بھی کھڑا ہونا جائز ہے۔ اور اگر جماعت ہو چکی ہو تو مقتدی کو اختیار ہے، چاہے محل اقتدا میں جا کر نماز پوری کرے یا وضو کی جگہ میں پوری کرلے اور یہی بہتر ہے۔

مسئلہ:[3] اگر امام مسبوق کو اپنی جگہ پر کھڑا کردے تو اس کو چاہئے کہ جس قدر رکعتیں وغیرہ امام پر باقی تھیں ان کو ادا کرکے کسی مدرک کو اپنی جگہ کردے تاکہ وہ مدرک سلام پھیر دے اور یہ مسبوق پھر اپنی گئی ہوئی رکعتوں کے ادا کرنے میں مصروف ہو۔

مسئلہ:[4] اگر کسی کو قعدۂ اخیرہ میں بعد اسکے کہ بقدر التحیات کے بیٹھ چکا ہو جنون ہو جائے یا حدث اکبر ہو جائے یا بلا قصد حدث اصغر ہو جائے یا بیہوش ہو جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی اور پھر اس نماز کا اعادہ کرنا ہوگا۔

مسئلہ:[5] چونکہ یہ مسائل باریک ہیں اور آج کل علم کی کمی ہے، ضرور غلطی کا احتمال ہے، اس لئے بہتر یہ ہے کہ بنا نہ کرے، بلکہ وہ نماز سلام کے ساتھ قطع کرکے پھر از سر نو نماز پڑھیں۔

---

[1] یعنی اس نماز کے پورا کرنے کو کوئی امام نہیں بن سکتا۔ ہاں دوبارہ جماعت سے پڑھی جائے۔ (محشی) [2] والمقتدي يعود إلى مكانه إلا أن يكون إمامه قد فرغ أو لا يكون بينهما حائل. [الهداية ١/٢٥٠ والفتاوى الهندية ١/١٠٦] [3] ومن اقتدى بالإمام بعد ما صلى ركعة فأحدث الإمام فقدمه أجزأه فلو تقدمه يبتدئ من حيث انتهى إليه الإمام وإذا انتهى إلى السلام يقدم مدركا يسلم بهم. [الهداية ١/٢٥٧ الدر المختار ٢/٤٠٤ الفتاوى الهندية ١/١٠٦] [4] ويعين الاستئناف إن لم يكن تشهد يعني إن لم يكن قعد قدر التشهد لجنون أو حدث عمدا [الدر المختار و رد المحتار ٢/٤٢٨] [5] استئنافه أفضل أي بأن يعمل عملا يقطع الصلوة ثم يشرع بعد الوضوء تحرزا عن الخلاف. [الدر المختار و رد المحتار ٢/٤٢٨]

سہو کے بعض مسائل

مسئلہ:[1] اگر آہستہ آواز کی نماز میں کوئی شخص خواہ امام ہو یا منفرد بلند آواز سے قراءت کر جائے، یا بلند آواز کی نماز میں امام[2] آہستہ آواز سے قراءت کرے تو اس کو سجدۂ سہو کرنا چاہئے۔ ہاں اگر آہستہ آواز کی نماز میں بہت تھوڑی قراءت بلند آواز سے کی جائے جو نماز صحیح ہونے کے لئے کافی نہ ہو۔ مثلاً دو تین لفظ بلند آواز سے نکل جائیں یا جہری نماز میں امام اسی قدر آہستہ پڑھ دے تو سجدۂ سہو لازم نہیں ہے، یہی اصح ہے۔

نماز قضا ہو جانے کے مسائل

مسئلہ:[3] اگر چند لوگوں کی نماز کسی وقت کی قضا ہو گئی ہو تو انکو چاہئے کہ اس نماز کو جماعت سے ادا کریں، اگر بلند آواز کی نماز ہو تو بلند آواز سے قراءت کی جائے اور آہستہ آواز کی ہو تو آہستہ آواز سے۔

مسئلہ:[4] اگر کوئی نابالغ لڑکا عشاء کی نماز پڑھ کر سوئے، اور بعد طلوع فجر کے بیدار ہو کر منی کا اثر دیکھے جس سے معلوم ہو کہ اس کو احتلام ہو گیا ہے تو بقول راجح اس کو چاہئے کہ عشاء کی نماز کا پھر اعادہ کرے، اور اگر قبل طلوع فجر بیدار ہو کر منی کا اثر دیکھے تو بالاتفاق عشاء کی نماز قضا پڑھے۔

مریض کے بعض مسائل

مسئلہ:[5] اگر کوئی معذور اشارے سے رکوع سجدہ ادا کر چکا ہو، اس کے بعد نماز کے اندر ہی رکوع سجدے پر قدرت ہو گئی تو وہ نماز اس کی فاسد ہو جائے گی، پھر نئے سرے سے اس پر نماز پڑھنا واجب ہے۔ اور اگر ابھی

---

① والجهر فيما يخافت فيه للكل مطلقاً وعكسه للإمام والأصح تقديره بقدر ما تجوز به الصلوة في الفصلين لأن اليسير من الجهر والإخفاء لا يمكن. [الدر المختار والشامية ۲/۶۵۷] ② اور اس صورت میں منفرد پر سجدۂ سہو نہیں۔ (محشی) ③ ومن قضى الفوائت إن قضاها بجماعة فإن كانت صلوة يجهر فيها يجهر فيها الإمام بالقراءة، وإن قضاها وحده يتخير بين الجهر والمخافتة. [الفتاوى الهندية ۱/۱۲٤] ④ صبي احتلم بعد صلوة العشاء واستيقظ بعد الفجر لزمه قضاؤها، ولو استيقظ قبل الفجر لزمه إعادتها إجماعاً. [الدر المختار والشامية ۲/۶۴۹] ⑤ ولو كان يصلي بالإيماء فصح لا يبني إلا إذا صح قبل أن يومي بالركوع والسجود. [الدر المختار ۲/۶۸۹]

اشارے سے رکوع سجدہ نہ کیا ہو کہ تندرست ہو گیا تو پہلی نماز صحیح ہے، اس پر بنا جائز ہے۔

مسئلہ: [1] اگر کوئی شخص قراءت کے طویل ہونے کے سبب سے کھڑے کھڑے تھک جائے اور تکلیف ہونے لگے تو اس کو کسی دیوار یا درخت یا لکڑی وغیرہ سے تکیہ لگا لینا مکروہ نہیں۔ تراویح کی نماز میں ضعیف اور بوڑھے لوگوں کو اکثر اس کی ضرورت پیش آتی ہے۔

مسافر کی نماز کے مسائل

مسئلہ: [2] کوئی شخص پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرے مگر دو مقام میں، اور اُن دو مقاموں میں اس قدر فاصلہ ہو کہ ایک مقام کی اذان کی آواز دوسرے مقام پر نہ جا سکتی ہو، مثلاً دس روز مکہ میں رہنے کا ارادہ کرے اور پانچ روز منٰی میں۔ مکہ سے منٰی تین میل کے فاصلہ پر ہے تو اس صورت میں وہ مسافر ہی شمار ہوگا۔

مسئلہ: [3] اور اگر مسئلہ مذکور میں رات کو ایک ہی مقام میں رہنے کی نیت کرے اور دن کو دوسرے مقام میں، تو جس موضع میں رات کو ٹھہرنے کی نیت کی ہے وہ اس کا وطن اقامت ہو جائے گا، وہاں اس کو قصر کی اجازت نہ ہوگی۔ اب دوسرا موضع جس میں دن کو رہتا ہے اگر اس پہلے موضع سے سفر کی مسافت پر ہے تو وہاں جانے سے مسافر ہو جائے گا ورنہ مقیم رہے گا۔

مسئلہ: [4] اور اگر مسئلہ مذکور میں ایک موضع دوسرے موضع سے اس قدر قریب ہو کہ ایک جگہ کی اذان کی آواز دوسری جگہ جا سکتی ہے تو وہ دونوں موضع ایک سمجھے جائیں گے اور ان دونوں میں پندرہ دن ٹھہرنے کے ارادہ سے مقیم ہو جائے گا۔

---

[1] من تعذر عليه القيام لمرض حقيقي أو حكمي بأن خاف زيادته، أو وجد لقيامه ألما شديدا صلى قاعدا ولو مستندا إلى وسادة أو إنسان. [الدرّ المختار ۲/۶۸۱] [2] فيقصر إن نوى فيه لكن بموضعين مستقلين كـ "مكة" ومنى. [الدرّ المختار ۲/۷۲۹] [3] كما لو نوى مبيته بأحدهما. فإن دخل أوّلا الموضع الذي نوى المقام فيه نهارا لا يصير مقيما، وإن دخل أوّلا ما نوى المبيت فيه يصير مقيما، ثم بالخروج إلى الموضع الآخر لا يصير مسافرا لأن موضع إقامة الرجل حيث يبيت به. [الدرّ المختار و الشامية ۲/۷۳۰] [4] أو كان أحدهما تبعا للآخر بحيث تجب الجمعة على ساكنه للاتحاد حكما كالقرية التي قربت من المصر بحيث يسمع النداء على ما يأتي في الجمعة. [الدرّ المختار و الشامية ۲/۷۳۰]

مسئلہ: [۱] مقیم کی اقتدا مسافر کے پیچھے ہر حال میں درست ہے، خواہ ادا نماز ہو یا قضا، اور مسافر امام جب دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دے تو مقیم مقتدی کو چاہئے کہ اپنی نماز اٹھ کر تمام کرلے، اور اس میں قراءت نہ کرے بلکہ چپ کھڑا رہے، اسلئے کہ وہ لاحق ہے اور قعدۂ اولیٰ اس مقتدی پر بھی متابعت امام کی وجہ سے فرض ہوگا۔ مسافر امام کو مستحب ہے کہ اپنے مقتدیوں کو بعد دونوں طرف سلام پھیرنے کے فوراً اپنے مسافر ہونے کی اطلاع کردے۔ اور زیادہ بہتر یہ ہے کہ قبل نماز شروع کرنے کے بھی اپنے مسافر ہونے کی اطلاع کردے۔

مسئلہ: [۲] مسافر بھی مقیم کی اقتدا کرسکتا ہے مگر وقت کے اندر، اور وقت جاتا رہا تو فجر اور مغرب میں کرسکتا ہے اور ظہر، عصر، عشاء میں نہیں۔ اسلئے کہ جب مسافر مقیم کی اقتدا کرے گا تو بہ تبعیت امام کے پوری چار رکعت یہ بھی پڑھے گا اور امام کا قعدۂ اولیٰ فرض نہ ہوگا اور اس کا فرض ہوگا۔ پس فرض پڑھنے والے کی اقتدا غیر فرض والے کے پیچھے ہوئی اور یہ درست [۳] نہیں۔

مسئلہ: [۴] اگر کوئی مسافر حالت نماز میں اقامت کی نیت کرلے خواہ اول میں یا درمیان میں یا اخیر میں، مگر سجدۂ سہو یا سلام سے پہلے یہ نیت کرلے تو اس کو وہ نماز پوری پڑھنا چاہئے، اس میں قصر جائز نہیں۔ اور اگر سجدۂ سہو یا سلام کے بعد نیت کی ہو تو یہ نماز قصر ہی ہوگی۔ ہاں اگر نماز کا وقت گزر جانے کے بعد نیت کرے یا لاحق ہونے کی حالت میں نیت کرے تو اس کی نیت کا اثر اس نماز میں ظاہر نہ ہوگا اور یہ نماز اگر چار رکعت کی ہوگی تو اس کو قصر کرنا اس میں واجب ہوگا۔

---

[۱] وصح اقتداء المقيم بالمسافر في الوقت وبعده، فإذا قام المقيم إلى الإتمام لا يقرأ ولا يسجد للسهو لأنه كاللاحق، وندب للإمام أن يقول بعد التسليمتين: "أتموا صلاتكم فإني مسافر" وينبغي أن يخبرهم قبل شروعه وإلا فبعد سلامه. [الدرّ المختار ۷۳۵/۲ والبحر ۲۱۲/۲] [۲] وأما اقتداء المسافر بالمقيم فيصح في الوقت ويتم لا بعده فيما يتغير لأنه اقتداء المفترض بالمتنفل في حق القعدة لو اقتدى في الأوليين أو القراءة لو في الأخريين. [الدرّ المختار و الشامية ۷۳۶/۲] [۳] اور وقت کے اندر یہ بات نہیں ہے کہ اقتدا مفترض کی متنفل کے پیچھے لازم آوے، اس لئے کہ بوجہ اقتدا کے مسافر کے ذمے چار رکعت فرض ہوگئیں اور وقت گذرنے کے بعد یہ حکم نہیں۔ دونوں صورتوں کا فرق کتب فقہ میں مذکور ہے۔ (محشی) [۴] أو ينوي ولو في الصلوة، شمل إذا كان في أولها أو وسطها أو آخرها أو كان منفرداً أو مقتدياً مدركاً أو مسبوقاً، و شمل ما إذا كان عليه سجود سهو ونوى الإقامة قبل السلام والسجود أو بعدهما، أما لو نواها بينهما فلا تصح نيته بالنسبة لهذه الصلوة مالم يتغير فرضها إلى الأربع، إذا لم يخرج وقتها أي قبل أن ينوي الإقامة؛ لأنه إذا نواها بعد صلوة ركعة ثم خرج الوقت تحول فرضه إلى الأربع، أما لو خرج الوقت وهو فيها ثم=

مثال ۱ کسی مسافر نے ظہر کی نماز شروع کی، بعد ایک رکعت پڑھنے کے وقت گزر گیا، بعد اسکے اس نے اقامت کی نیت کی تو یہ نیت اس نماز میں اثر نہ کرے گی اور یہ نماز اس کو قصر سے پڑھنا ہوگی۔

مثال ۲ کوئی مسافر کسی مسافر کا مقتدی ہوا اور لاحق ہوگیا، پھر اپنی گئی ہوئی رکعتیں ادا کرنے لگا، پھر اس لاحق نے اقامت کی نیت کر لی تو اس نیت کا اثر اس نماز پر کچھ نہ پڑے گا۔ اور یہ نماز اگر چار رکعت کی ہوگی تو اس کو قصر سے پڑھنا ہوگی۔

خوف کی نماز

جب [1] کسی دشمن کا سامنا ہونے والا ہو خواہ وہ دشمن انسان ہو یا کوئی درندہ جانور، یا کوئی اژدہا وغیرہ، اور ایسی حالت میں سب مسلمان یا بعض لوگ بھی مل کر جماعت سے نماز نہ پڑھ سکیں اور سواریوں سے اترنے کی بھی مہلت نہ ہو تو سب لوگوں کو چاہیے کہ سواریوں پر بیٹھے بیٹھے اشاروں سے تنہا نماز پڑھ لیں، استقبال قبلہ بھی اس وقت شرط نہیں، ہاں اگر دو آدمی ایک ہی سواری پر بیٹھے ہوں تو وہ دونوں جماعت کر لیں۔ اور اگر اس کی بھی مہلت نہ ہو تو معذور ہیں اس وقت نماز نہ پڑھیں، اطمینان کے بعد اس کی قضاء پڑھ لیں، اور اگر یہ ممکن ہو کہ کچھ لوگ مل کر جماعت سے نماز پڑھ سکیں اگرچہ سب آدمی نہ پڑھ سکتے ہوں تو ایسی حالت میں انکو جماعت نہ چھوڑنا چاہیے، اس قاعدہ سے نماز پڑھیں یعنی تمام مسلمانوں کے دو حصے کر دیے جائیں، ایک حصہ دشمن کے مقابلے میں رہے اور دوسرا حصہ امام کے ساتھ نماز شروع کر دے۔ اگر تین یا چار رکعت کی نماز ہو جیسے ظہر، عصر، مغرب، عشا، جبکہ یہ لوگ مسافر نہ ہوں اور قصر نہ کریں، پس جب امام دو رکعت نماز پڑھ کر تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہونے لگے تب یہ

سوى الإقامة فلا يتحول في حق تلك الصلوة، ولم يك لاحقا بإقامة نصف شهر حقيقة أو حكما. [الدر المختار والشامية ٢/٧٢٨]

① هي جائزة بشرط حضور عدو أو سبع أو حية عظيمة ونحوها وخاف خروج الوقت، فيجعل الإمام (والحرف من ما إذا كان العدو في جهة القبلة أولا، على المعتمد) طائفة بإزاء العدو ويصلي بأخرى ركعة في الثنائي ومنه الجمعة والعيد، وركعتين في غيره لزوما وذهبت إليه، وجاءت الأخرى فصلى بهم ما بقي وسلم وحده وذهبت إلى العدو، وجاءت الطائفة الأولى وأتموا صلاتهم بلا قراءة لأنهم لاحقون وسلموا، ثم جاءت الطائفة الأخرى وأتموا صلاتهم بقراءة لأنهم مسبوقون، وإن اشتد خوفهم وعجزوا عن النزول صلوا ركبانا فرادى إلا إذا كان رديفا للإمام فيصح الاقتداء بالإيماء بالركوع والسجود وإلى جهة قدرتهم للضرورة. [الدر المختار ٣/٦٨٦ والهداية ١/٤٠٤]

حصہ چلا جاوے اور اگر یہ لوگ قصر کرتے ہوں یا دو رکعت والی نماز ہو جیسے فجر، جمعہ، عیدین کی نماز یا مسافر کی ظہر، عصر، عشاء کی نماز تو ایک ہی رکعت کے بعد یہ حصہ چلا جاوے اور دوسرا حصہ وہاں آ کر امام کے ساتھ بقیہ نماز پڑھے، امام کو ان لوگوں کے آنے کا انتظار کرنا چاہئے، پھر جب بقیہ نماز امام تمام کر چکے تو سلام پھیر دے اور یہ لوگ بدون سلام پھیرے ہوئے دشمن کے مقابلہ میں چلے جائیں اور پہلے لوگ پھر یہاں آ کر اپنی بقیہ نماز بے قراءت کے تمام کر لیں اور سلام پھیر دیں، اسلئے کہ وہ لوگ لاحق ہیں، پھر یہ لوگ دشمن کے مقابلہ میں چلے جائیں، دوسرا حصہ یہاں آ کر اپنی نماز قراءت کے ساتھ تمام کر لے اور سلام پھیر دے، اسلئے کہ وہ لوگ مسبوق ہیں۔

مسئلہ: [1] حالتِ نماز میں دشمن کے مقابلے میں جاتے وقت یا وہاں نماز تمام کرنے کیلئے آتے وقت پیادہ چلنا چاہئے، اگر سوار ہو کر چلیں گے تو نماز فاسد ہو جائے گی، اسلئے کہ یہ عمل کثیر ہے۔

مسئلہ: [2] دوسرے حصہ کا امام کے ساتھ بقیہ نماز پڑھ کر چلے جانا اور پہلے حصے کا پھر یہاں آ کر اپنی نماز تمام کرنا اُسکے بعد دوسرے حصہ کا یہیں آ کر نماز تمام کرنا مستحب اور افضل ہے، ورنہ یہ بھی جائز ہے کہ پہلا حصہ نماز پڑھ کر چلا جائے، اور دوسرا حصہ امام کے ساتھ بقیہ نماز پڑھ کر اپنی نماز وہیں تمام کر لے، تب دشمن کے مقابلہ میں جائے، جب یہ لوگ وہاں پہنچ جائیں تو پہلا حصہ اپنی نماز وہیں پڑھ لے، یہاں نہ آوے۔

مسئلہ: [3] یہ طریقہ نماز پڑھنے کا اُس وقت کے لئے ہے کہ جب سب لوگ ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھنا چاہتے ہوں، مثلاً اگر کوئی بزرگ شخص ہو اور سب چاہتے ہوں کہ اسی کے پیچھے نماز پڑھیں، ورنہ بہتر یہ ہے کہ ایک حصہ ایک امام کے ساتھ پوری نماز پڑھ لے اور دشمن کے مقابلہ میں چلا جائے، پھر دوسرا حصہ دوسرے شخص کو امام بنا کر پوری نماز پڑھ لے۔

مسئلہ: [4] اگر یہ خوف ہو کہ دشمن بہت ہی قریب ہے اور جلد ہی یہاں پہنچ جائے گا، اور اس خیال سے ان لوگوں نے پہلے قاعدے سے نماز پڑھی، بعد اس کے یہ خیال غلط نکلا، تو امام کی نماز تو صحیح ہوگئی، مگر مقتدیوں کو اس نماز

---

[1] والواجب أن يمشوا مشاة، فلو ركبوا بطلت، لأنه عمل كثير. [ردالمحتار ۸۷/۳] [2] فلو أتموا صلاتهم في مكانهم صحت، وهل الأفضل الإتمام في مكان الصلوة أو في محل الوقوف؟ في الكافي: إن العود أفضل. [ردالمحتار ۸۷/۳] [3] هذا إن تنازعوا في الصلوة خلف واحد، وإلا فالأفضل أن يصلي بكل طائفة إمام. [الدرّالمختار والشامية ۸۸/۳ والبحر ۲۶۶/۲]

[4] فلو صلوا على ظنه أي حضوره، فظهر غير ذالك أعادوا أي القوم، وجازت صلوة الإمام. [الدرّالمختار وردّ المحتار ۸٦/۳ والبحر ۲٦۷/۲]

کا اعادہ کر لینا چاہئے، اس لئے کہ وہ نماز نہایت سخت ضرورت کے لئے خلاف قیاس عمل کثیر کے ساتھ مشروع کی گئی ہے، بے ضرورتِ شدیدہ اس قدر عمل کثیر مفسدِ نماز ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی ناجائز لڑائی ہو تو اس وقت اس طریقہ سے نماز پڑھنے کی اجازت نہیں، مثلاً باغی لوگ بادشاہ اسلام پر چڑھائی کریں، یا کسی دنیاوی ناجائز غرض سے کوئی کسی سے لڑے، تو ایسے لوگوں کے لئے اس قدر عمل کثیر معاف نہیں ہوگا۔

مسئلہ: نماز خلاف جہت قبلہ کی طرف شروع کر چکے ہوں کہ اتنے میں دشمن بھاگ جائے، تو ان کو چاہئے کہ فوراً قبلہ کی طرف پھر جائیں، ورنہ نماز نہ ہوگی۔

مسئلہ: اگر اطمینان سے قبلہ کی طرف نماز پڑھ رہے ہوں، اور اسی حالت میں دشمن آجائے، تو فوراً ان کو دشمن کی طرف پھر جانا جائز ہے، اور اس وقت استقبال قبلہ شرط نہ رہے گا۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص دریا میں تیر رہا ہو اور نماز کا وقت اخیر ہو جائے تو اس کو اگر ممکن ہو تو تھوڑی دیر تک اپنے ہاتھ پیر کو جنبش نہ دے اور اشاروں سے نماز پڑھ لے۔

یہاں تک پنج وقتی نماز کا اور انکے متعلقات کا ذکر تھا، اب چونکہ بحمد اللہ اس سے فراغت ملی، لہٰذا جمعہ کا بیان لکھا جاتا ہے، اس لئے کہ نماز جمعہ بھی اعظم شعائر اسلام سے ہے، اس لئے عیدین کی نماز سے اس کو مقدم کیا گیا ہے۔

جمعہ کی نماز کا بیان

اللہ تعالیٰ کو نماز سے زیادہ کوئی چیز پسند نہیں، اور اسی واسطے کسی عبادت کی اس قدر سخت تاکید اور فضیلت

---

(1) لا تشرع صلوة الخوف للعاصي في سفره، وعليه فلا تصح من البغاة. [الدرّ المختار ٣/٨٩] (2) ولو حصل الأمن في وسط الصلوة بأن ذهب العدو لا يجوز أن يتموا صلوة الخوف، ولكن يصلون صلوة الأمن ما بقي من صلوتهم، ومن حول منهم وجهه عن القبلة بعد ما انصرف العدو فسدت صلاته، ومن حول منهم وجهه قبل انصراف العدو لأجل الصلوة ثم ذهب العدو بنى على صلوته. [الهداية ١/١٧١] (3) شرعوا ثم ذهب العدو لم يجز انحرافهم، وبعكسه جاز أي لهم الانحراف في أوانه لوجود الضرورة. [الدرّ المختار والشامية ٣/٨٩] (4) والسابح في البحر إن أمكنه أن يرسل أعضاء ساعة صلى بالإيماء. [الدرّ المختار ٣/٨٩ والهداية ١/١٧١]

شریعت صافیہ میں وارد نہیں ہوئی، اور اسی وجہ سے پروردگار عالم نے اس عبادت کو اپنی ان غیر متناہی نعمتوں کے ادائے شکر کے لئے جن کا سلسلہ ابتدائے پیدائش سے آخری وقت تک، بلکہ موت کے بعد اور قبل پیدائش کے بھی منقطع نہیں ہوتا، ہر دن میں پانچ وقت مقرر فرمایا ہے، اور جمعے کے دن چونکہ تمام دنوں سے زیادہ نعمتیں فائز (حاصل) ہوئی ہیں، حتی کہ حضرت آدم علیہ السلام جو انسانی نسل کے لئے اصلِ اوّل ہیں اسی دن پیدا کیے گئے ہیں، لہٰذا اس دن ایک خاص نماز کا حکم ہوا، اور ہم اوپر جماعت کی حکمتیں اور فائدے بھی بیان کر چکے ہیں، اور یہ بھی ظاہر ہو چکا ہے کہ جس قدر جماعت زیادہ ہو اُسی قدر اُن فوائد کا زیادہ ظہور ہوتا ہے، اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب مختلف محلّوں کے لوگ اور اس مقام کے اکثر باشندے ایک جگہ جمع ہو کر نماز پڑھیں، اور ہر روز پانچوں وقت یہ امر سخت تکلیف کا باعث ہوتا۔ ان سب وجوہ سے شریعت نے ہفتے میں ایک دن ایسا مقرر فرمایا جس میں مختلف محلوں اور گاؤں کے مسلمان آپس میں جمع ہو کر اس عبادت کو ادا کریں، اور چونکہ جمعہ کا دن تمام دنوں میں افضل و اشرف تھا، لہٰذا یہ تخصیص اسی دن کے لئے کی گئی ہے۔ اگلی امتوں کو بھی خدائے تعالیٰ نے اس دن عبادت کا حکم فرمایا تھا، مگر انھوں نے اپنی بدنصیبی سے اس میں اختلاف کیا، اور اس سرکشی کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اس سعادت عظمیٰ سے محروم رہے، اور یہ فضیلت بھی اسی امت کے حصے میں پڑی۔ یہود نے سنیچر کا دن مقرر کیا اس خیال سے کہ اس دن میں اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کے پیدا کرنے سے فراغت کی تھی۔ نصاریٰ نے اتوار کا دن مقرر کیا اس خیال سے کہ یہ دن ابتدائے آفرینش کا ہے، چنانچہ اب تک یہ دونوں فرقے ان دونوں دنوں میں بہت اہتمام کرتے ہیں، اور تمام دُنیا کے کام کو چھوڑ کر عبادت میں مصروف رہتے ہیں، نصرانی سلطنتوں میں اتوار کے دن اسی سبب سے تمام دفاتر میں تعطیل ہو جاتی ہے۔

جمعے کے فضائل

۱۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ تمام دنوں سے بہتر جمعے کا دن ہے، اسی میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے، اور اسی دن وہ جنت میں داخل کیے گئے، اور اسی دن جنت سے باہر لائے گئے، (جو اس عالم میں انسان کے وجود کا سبب ہوا، جو بہت بڑی نعمت ہے) اور قیامت کا وقوع بھی اسی دن ہوگا (صحیح مسلم شریف)۔[1]

[1] ص: ۸۱۱ رقم الحدیث: ۱۹۷۶، دار السلام۔

۲　امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا شب جمعہ کا مرتبہ بعض وجوہ سے لیلۃ القدر سے بھی زیادہ ہے، اس لئے کہ اسی شب میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ ماجدہ کے شکمِ طاہر میں جلوہ افروز ہوئے، اور حضرت کا تشریف لانا اس قدر خیر و برکتِ دنیا و آخرت کا سبب ہوا جس کا شمار و حساب کوئی نہیں کرسکتا۔ (اشعۃ اللمعات[1] فارسی شرح مشکوٰۃ شریف)۔

۳　نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعے میں ایک ساعت ایسی ہے کہ اگر کوئی مسلمان اس وقت اللہ تعالیٰ سے دُعا کرے تو ضرور قبول ہو (صحیحین شریفین[2])، علماء مختلف ہیں کہ یہ ساعت جس کا ذکر حدیث میں گذرا کس وقت ہے۔ شیخ عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی نے شرح سفر السعادت میں چالیس قول نقل کیے ہیں، مگر ان سب میں دو قولوں کو ترجیح دی ہے، ایک یہ کہ وہ ساعت خطبہ پڑھنے کے وقت سے نماز کے ختم ہونے تک ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ ساعت اخیر دن میں ہے، اور اس دوسرے قول کو ایک جماعت کثیر نے اختیار کیا ہے، اور بہت احادیثِ صحیحہ اس کی مؤید ہیں۔ شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جمعہ کے دن کسی خادمہ کو حکم دیتی تھیں کہ جب جمعہ کا دن ختم ہونے لگے تو اُن کو خبر کردے تاکہ وہ اس وقت ذکر اور دعا میں مشغول ہوجاویں (اشعۃ اللمعات[3])۔

۴　نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے سب دنوں میں جمعہ کا دن افضل ہے، اسی دن صور پھونکا جائے گا، اس روز کثرت سے مجھ پر درود شریف پڑھا کرو کہ وہ اُسی[4] دن میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ پر کیسے پیش کیا جاتا ہے حالانکہ بعد وفات آپ کی ہڈیاں بھی نہ ہونگی، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے زمین پر انبیاء علیہم السلام کا بدن[5] حرام کردیا ہے (ابوداؤد شریف[6])۔

۵　نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شاہد سے مراد جمعہ کا دن ہے۔ کوئی دن جمعہ سے زیادہ بزرگ نہیں، اس میں ایک ساعت ایسی ہے کہ کوئی مسلمان اس میں دُعا نہیں کرتا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے، اور کسی چیز سے پناہ نہیں مانگتا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کو پناہ دیتا ہے (ترمذی شریف)، شاہد کا لفظ سورۂ بروج میں واقع ہے، اللہ تعالیٰ نے اُس دن

---

[1] ص ۱/۶۱۶۔ [2] مشكوة المصابيح ۱/۱۱۹۔ [3] ص: ۱/۶۱۰۔ [4] اسی دن کی قید اس حدیث میں نہیں ہے۔ (محشی)
[5] یعنی زمین انبیاء کے بدن میں کچھ تصرف نہیں کرسکتی جیسا کہ دنیا میں تھا ویسا ہی رہتا ہے۔ (محشی)
[6] ص ۱/۳۰۱، رقم الحديث: ۱۰۴۷.

کی قسم کھائی ہے: وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ. وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ. وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ "(البروج:۱-۳)قسم ہے اس آسمان کی جو بُرجوں والا ہے(یعنی بڑے بڑے ستاروں والا)اور قسم ہے دنِ موعود(قیامت)کی۔اور قسم ہے شاہد(جمعہ)کی اور مشہود(عرفہ)کی۔

۶: نبی ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کا دن تمام دنوں کا سردار اور اللہ پاک کے نزدیک سب سے بزرگ ہے،اور عید الفطر اور عید الضحیٰ سے بھی زیادہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی عظمت ہے(ابن ماجہ)۔[1]

۷: نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو مسلمان جمعے کے دن یا شبِ جمعہ کو مرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو عذابِ قبر سے محفوظ رکھتا ہے(ترمذی شریف)۔[2]

۸: ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ آیت "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ" (المائدۃ:۳) کی تلاوت فرمائی۔اُن کے پاس ایک یہودی بیٹھا تھا اس نے کہا اگر ہم پر ایسی آیت اُترتی تو ہم اُس دن کو عید بنا لیتے۔ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ آیت دو عیدوں کے دن اُتری تھی: جمعے کا دن،اور عرفہ کا دن۔یعنی ہم کو بنانے کی کیا حاجت اُس دن تو خود ہی دو عیدیں تھیں۔[3]

۹: نبی ﷺ فرماتے تھے کہ جمعہ کی رات روشن رات ہے اور جمعہ کا دن روشن دن ہے(مشکوٰۃ شریف)۔[4]

۱۰: قیامت کے بعد جب اللہ تعالیٰ مستحقینِ جنت کو جنت میں اور مستحقینِ دوزخ کو دوزخ میں بھیج دیں گے اور یہی دن وہاں بھی ہوں گے،اگرچہ وہاں دن رات نہ ہوں گے،مگر اللہ تعالیٰ اُن کو دن اور رات کی مقدار اور گھنٹوں کا شمار تعلیم فرمائے گا،پس جب جمعہ کا دن آئے گا اور وہ وقت ہوگا جس وقت مسلمان دنیا میں جمعہ کی نماز کے لئے نکلتے تھے ایک منادی آواز دے گا کہ اے اہلِ جنت!مزید کے جنگلوں میں چلو،وہ ایسا جنگل ہے جس کا طول وعرض سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا،وہاں مُشک کے ڈھیر ہوں گے آسمان کے برابر بلند،انبیا علیہم السلام نور کے ممبروں پر بٹھلائے جائیں گے،اور مؤمنین یاقوت کی کرسیوں پر۔پس جب سب لوگ اپنے اپنے مقام پر بیٹھ جائیں گے،حق تعالیٰ ایک ہوا بھیجے گا جس سے وہ مشک جو وہاں ڈھیر ہوگا اُڑے گا۔وہ ہوا اس مُشک کو اُن کے کپڑوں میں لے جائے گی اور منھ میں اور بالوں میں لگائے گی،وہ ہوا اس مُشک کے لگانے کا طریقہ اس عورت سے بھی زیادہ جانتی

[1] ص: ۲۵٤۰، رقم الحديث: ۱۰۸٤۔ [2] ص: ۱۷۵۵، رقم الحديث: ۱۰۷٤۔ [3]،[4] مشكوة المصابيح: ۱/۱۲۱۔

ہے جس کو تمام دنیا کی خوشبوئیں دی جائیں۔ پھر حق تعالیٰ حاملانِ عرش کو حکم دے گا کہ عرش کو ان لوگوں کے درمیان میں لے جاکر رکھو، پھر ان لوگوں کو خطاب فرمائے گا کہ اے میرے بندو! جو غیب پر ایمان لائے ہو حالانکہ مجھ کو دیکھا نہ تھا، اور میرے پیغمبر ﷺ کی تصدیق کی، اور میرے حکم کی اطاعت کی، اب کچھ مجھ سے مانگو، یہ دن مزید یعنی زیادہ انعام کرنے کا ہے، سب لوگ ایک زبان ہو کر کہیں گے کہ اے پروردگار! ہم تجھ سے خوش ہیں، تو بھی ہم سے راضی ہو جا۔ حق تعالیٰ فرمائے گا: اے اہلِ جنت! اگر میں تم سے راضی نہ ہوتا تو تم کو اپنی بہشت میں نہ رکھتا۔ اور کچھ مانگو، یہ دن مزید کا ہے تب سب لوگ متفق اللسان ہو کر عرض کریں گے کہ اے پروردگار! ہم کو اپنا جمال دکھا دے کہ ہم تیری مقدس ذات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں، پس حق سبحانہ وتعالیٰ پردہ اٹھا دے گا، اور ان لوگوں پر ظاہر ہو جاوے گا، اور اپنے جمال جہاں آراء سے ان کو گھیر لے گا، اگر اہلِ جنت کے لئے یہ حکم نہ ہو چکا ہوتا کہ یہ لوگ کبھی جلائے نہ جائیں تو بیشک وہ اس نور کی تاب نہ لاسکیں اور جل جائیں، پھر ان سے فرمائے گا کہ اب اپنے اپنے مقامات پر واپس جاؤ، اور ان لوگوں کا حسن و جمال اس جمالِ حقیقی کے اثر سے دونا ہو گیا ہوگا، یہ لوگ اپنی بیبیوں کے پاس آئیں گے، نہ بیبیاں ان کو دیکھیں گی نہ یہ بیبیوں کو تھوڑی دیر کے بعد جب وہ نور جو ان کو چھپائے ہوئے تھا ہٹ جائے گا، تب یہ آپس میں ایک دوسرے کو دیکھیں گے، ان کی بیبیاں کہیں گی: جاتے وقت جیسی صورت تمہاری تھی وہ اب نہیں، یعنی ہزار ہا درجہ اس سے اچھی ہے، یہ لوگ جواب دیں گے کہ ہاں یہ اس سبب سے کہ حق تعالیٰ نے اپنی ذاتِ مقدس کو ہم پر ظاہر کیا تھا، اور ہم نے اس جمال کو اپنی آنکھوں سے دیکھا (شرح سفر السعادت)۔ دیکھئے جمعہ کے دن کتنی بڑی نعمت ملی۔

۱۱: ہر روز دوپہر کے وقت دوزخ تیز کی جاتی ہے، مگر جمعہ کی برکت سے جمعہ کے دن نہیں تیز کی جاتی (احیاء العلوم)[۱][۲]۔

۱۲: نبی ﷺ نے ایک جمعہ کو ارشاد فرمایا کہ اے مسلمانو! اس دن کو اللہ تعالیٰ نے عید مقرر فرمایا ہے، پس اس دن غسل کرو، اور جس کے پاس خوشبو ہو وہ خوشبو لگائے، اور مسواک کو اس دن لازم کرو (ابن ماجہ)[۳]۔

---

(۱) حدیث نمبر ۱۰ کو اور اس حدیث کو ابوداؤد نے ذکر کیا ہے۔ (محشی)

(۲) ص: ۱/۲۵۲ وأخرجه أبو داود ص: ۲/۱۳۰، رقم الحدیث: ۱۰۸۳

(۳) ص: ۱/۲۵۴ رقم الحدیث: ۱۰۹۸

جمعے کے آداب

۱۔ ہر مسلمان کو چاہئے کہ جمعہ کا اہتمام پنجشنبہ سے کرے، پنجشنبہ کے دن بعد عصر کے استغفار وغیرہ زیادہ کرے اور اپنے پہننے کے کپڑے صاف کر رکھے اور اگر خوشبو گھر میں نہ ہو اور ممکن ہو تو اسی دن لا رکھے، تاکہ پھر جمعہ کے دن ان کاموں میں اس کو مشغول ہونا نہ پڑے، بزرگان سلف نے فرمایا ہے کہ سب سے زیادہ جمعہ کا فائدہ اس کو ملے گا جو اس کا منتظر رہتا ہو اور اس کا اہتمام پنجشنبہ سے کرتا ہو اور سب سے زیادہ بدنصیب وہ ہے جس کو یہ بھی نہ معلوم ہو کہ جمعہ کب ہے، حتیٰ کہ صبح کو لوگوں سے پوچھے کہ آج کونسا دن ہے اور بعض بزرگ شب جمعہ کو زیادہ اہتمام کی غرض سے جامع مسجد ہی میں جا کر رہتے تھے۔ (احیاء العلوم ۱/۱۶۱)[1]۔

۲۔ پھر جمعہ کے دن غسل کرے، سر کے بالوں کو اور بدن کو خوب صاف کرے، اور مسواک کرنا بھی اُس دن بہت فضیلت رکھتا ہے۔ (احیاء العلوم ۱/۱۶۱)[2]۔

۳۔ جمعہ کے دن بعد غسل عمدہ سے عمدہ کپڑے جو اس کے پاس ہوں پہنے، اور ممکن ہو تو خوشبو لگائے، اور ناخن وغیرہ بھی کتروائے (احیاء العلوم ۱/۱۶۱)[3]۔

۴۔ جامع مسجد میں بہت سویرے جائے، جو شخص جتنے سویرے جائے گا اسی قدر اس کو ثواب زیادہ ملے گا۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن فرشتے دروازے پر اُس مسجد کے جہاں جمعہ پڑھا جاتا ہے کھڑے ہوتے ہیں، اور سب سے پہلے جو آتا ہے اُسکو، پھر اُسکے بعد دوسرے کو، اسی طرح درجہ بدرجہ سب کا نام لکھتے ہیں، اور سب سے پہلے جو آیا اس کو ایسا ثواب ملتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اونٹ قربان کرنے والے کو، اس کے بعد پھر جیسے گائے کی قربانی کرنے میں، پھر جیسے اللہ تعالیٰ کے واسطے مرغ کے ذبح کرنے میں، پھر جیسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کسی کو انڈا صدقہ دیا جائے، پھر جب خطبہ ہونے لگتا ہے تو فرشتے وہ دفتر بند کر لیتے ہیں، اور خطبہ سُننے میں مشغول ہو جاتے ہیں، (صحیح مسلم شریف[4] وصحیح بخاری شریف[5]) اگلے زمانے میں صبح کے وقت اور بعد فجر کے راستے گلیاں بھری ہوئی نظر آتی تھیں، تمام لوگ اتنے سویرے سے جامع مسجد جاتے تھے اور سخت اژدحام ہوتا تھا جیسے عید کے دنوں میں،

① ص ۱/۲۵٤، ②، ③ ۱/۲۵۵، (مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ) ④ ص: ۸۱۲، رقم الحدیث: ۱۹۸٦،

⑤ ص: ۷۳، رقم الحدیث: ۹۲۹۔

پھر جب یہ طریقہ جاتا رہا تو لوگوں نے کہا کہ یہ پہلی بدعت[1] ہے جو اسلام میں پیدا ہوئی۔

یہ لکھ کر امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کیوں شرم نہیں آتی مسلمانوں کو یہود اور نصاریٰ سے کہ وہ لوگ اپنی عبادت کے دن، یعنی یہود سنیچر کو اور نصاریٰ اتوار کو اپنے عبادت خانوں اور گرجا گھروں میں کیسے سویرے جاتے ہیں، اور طالبانِ دُنیا کتنے سویرے بازاروں میں خرید و فروخت کیلئے پہنچ جاتے ہیں، پس طالبانِ دین کیوں نہیں پیش قدمی کرتے (احیاء العلوم[2])۔ درحقیقت مسلمانوں نے اس زمانے میں اس مبارک دن کی بالکل قدر گھٹا دی، ان کو یہ بھی خبر نہیں ہوتی کہ آج کون سا دن ہے، اور اس کا کیا مرتبہ ہے، افسوس! وہ دن جو کسی زمانے میں مسلمانوں کے نزدیک عید سے بھی زیادہ (افضل) تھا، اور جس دن پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فخر تھا، اور جو دن اگلی اُمتوں کو نصیب نہ ہوا تھا، آج مسلمانوں کے ہاتھ سے اس کی ایسی ناقدری ہو رہی ہے، خدائے تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کو اس طرح ضائع کرنا سخت ناشکری ہے، جس کا وبال ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

۵ جمعہ کی نماز کے لئے پاپیادہ جانے میں ہر قدم پر ایک سال روزہ رکھنے کا ثواب ملتا ہے (ترمذی شریف[3])۔

۶ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن فجر کی نماز میں سورۂ الم سجدہ اور سورۂ ھَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ پڑھتے[4] تھے، لہٰذا ان سورتوں کو جمعہ کے دن فجر کی نماز میں مستحب سمجھ کر کبھی کبھی پڑھا کرے، کبھی کبھی ترک بھی کر دے تاکہ لوگوں کو وجوب کا خیال نہ ہو۔

۷ جمعہ کی نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سورۂ جمعہ اور سورۂ منافقون[5] یا سبح اسم ربک الاعلیٰ اور ھل اتاک حدیث الغاشیہ[6] پڑھتے تھے۔

۸ جمعہ کے دن خواہ نماز سے پہلے یا پیچھے سورۂ کہف پڑھنے میں بہت ثواب ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعے کے دن جو کوئی سورۂ کہف پڑھے اس کے لئے عرش کے نیچے سے آسمان کے برابر بلند ایک نور ظاہر ہوگا کہ یہ قیامت کے اندھیرے میں اس کے کام آوے گا، اور اس جمعے سے پہلے جمعے تک جتنے گناہ اس سے ہوئے تھے سب معاف

---

[1] یعنی سویرے نہ جانا، اور یہاں بدعت سے لغوی مراد ہے یعنی نئی بات اور شرعی بدعت مراد نہیں ہے، جس کے معنی یہ ہیں کہ دین میں عبادت سمجھ کر نئی بات پیدا کرنا، کیونکہ یہ حرام ہے اور سویرے نہ جانا حرام نہیں۔ (محشی) [2] ۲۵۷/۱۔ [3] ص: ۱۶۹۳، رقم الحدیث: ۴۹۶۔
[4] الترمذی: ۱۶۹۶، رقم الحدیث: ۵۲۰۔ [5] یعنی کبھی اوپر کی دونوں سورتیں اور کبھی یہ دونوں سورتیں پڑھتے تھے۔ (محشی)
[6] الترمذی: ۱۶۹۶، رقم الحدیث: ۵۱۹۔

ہو جائیں گے (شرح سفر السعادت)۔ علماء نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں گناہ صغیرہ مراد ہیں اس لئے کہ کبیرہ بے توبہ کے نہیں معاف ہوتے۔ واللہ اعلم، وھو ارحم الراحمین۔

۹: جمعہ کے دن درود شریف پڑھنے میں بھی اور دنوں سے زیادہ ثواب ملتا ہے، اسی لئے احادیث میں وارد ہوا ہے کہ جمعہ کے دن درود شریف کی کثرت کرو۔

جمعہ کی نماز کی فضیلت اور تاکید

اسلام میں نمازِ جمعہ فرضِ عین ہے، قرآن مجید اور احادیث متواترہ اور اجماعِ اُمت سے ثابت ہے، اور اعظم شعائرِ اسلام سے ہے، منکر اس کا کافر اور بے عذر اس کا تارک فاسق ہے۔

۱: قولہ تعالیٰ: "یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَیْعَ، ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ" (الجمعہ: ۹) یعنی اے ایمان والو! جب نمازِ جمعہ کے لئے اذان کہی جائے تو تم لوگ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف دوڑو، اور خرید وفروخت چھوڑ دو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانو۔[۱] ذکر سے مراد اس آیت میں نماز جمعہ اور اس کا خطبہ ہے۔ دوڑنے سے مقصود نہایت اہتمام کے ساتھ جانا ہے۔

۲: نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن غسل اور طہارت بقدر امکان کرے، بعد اس کے اپنے بالوں میں تیل لگائے اور خوشبو کا استعمال کرے، اس کے بعد نماز کے لئے چلے، اور جب مسجد میں آئے اور کسی آدمی کو اس کی جگہ سے اُٹھا کر نہ بیٹھے، پھر جس قدر نوافل اس کی قسمت میں ہوں پڑھے، پھر جب امام خطبہ[۲] پڑھنے لگے تو سکوت کرے، تو گذشتہ جمعہ سے اس وقت تک کے گناہ اس شخص کے معاف ہو جائیں گے (صحیح بخاری شریف[۳])۔

۳: نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی جمعہ کے دن خوب غسل کرے اور سویرے مسجد میں پیادہ پا جائے، سوار ہو کر نہ جائے، پھر خطبہ سنے اور اس درمیان میں کوئی لغو فعل نہ کرے، تو اس کو ہر قدم کے عوض ایک سال کامل کی عبادت کا

[۱] یہ کلمہ ترغیب کیلئے ہے کہ تم مسلمان تو جانتے ہو، جاننے والوں کو اس کے خلاف نہ کرنا چاہئے۔ (محشی) [۲] دوسری حدیث میں ہے کہ جس وقت امام منبر پر آ کر بیٹھ جائے اسی وقت سے نماز پڑھنا اور کلام کرنا جائز نہیں اور یہی امام اعظم رحمہ اللہ کا مذہب ہے۔ (محشی) [۳] ص: ۶۹، رقم الحدیث: ۸۸۳۔

ثواب ملے گا، ایک سال کے روزوں کا اور ایک سال کی نمازوں کا۔ (ترمذی شریف)[1]۔

۴: ابن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ، ہم نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ لوگ نماز جمعہ کے ترک سے باز رہیں، ورنہ خدائے تعالیٰ اُن کے دلوں پر مہر کردے گا، پھر وہ سخت[2] غفلت میں پڑ جائیں گے۔ (صحیح مسلم شریف)[3]۔

۵: نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص تین جمعے سُستی سے یعنی بے عذر ترک کردیتا ہے اُس کے دل پر اللہ تعالیٰ مہر کردیتا ہے (ترمذی شریف)[4]۔ اور ایک روایت میں ہے کہ خداوند عالم اُس سے بیزار ہوجاتا ہے۔

۶: طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ نماز جمعہ جماعت کے ساتھ ہر مسلمان پر حق واجب ہے، مگر چار پر: (۱) غلام یعنی جو قاعدہ شرع کے موافق مملوک ہو (۲) عورت (۳) نابالغ لڑکا (۴) بیمار۔ (ابوداود شریف)[5]۔

۷: ابن عمر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ نبی ﷺ نے تارکین جمعہ کے حق میں فرمایا کہ میرا مصمم[6] ارادہ ہوا کہ کسی کو اپنی جگہ امام کردوں، اور خود اُن لوگوں کے گھروں کو جلادوں جو نماز جمعہ میں حاضر نہیں ہوتے (صحیح مسلم شریف)[7]، اسی مضمون کی حدیث ترک جماعت کے حق میں بھی وارد ہوئی ہے جس کو ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔

۸: ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص بے ضرورت جمعے کی نماز ترک کردیتا ہے وہ منافق[8] لکھ دیا جاتا ہے ایسی کتاب میں جو تغیر و تبدل سے بالکل محفوظ ہے (مشکوٰۃ شریف)[9]، یعنی اس کے نفاق کا حکم ہمیشہ رہے گا، ہاں اگر توبہ کرے یا ارحم الراحمین اپنی محض عنایت سے معاف فرمائے تو وہ دوسری بات ہے۔

۹: جابر رضی اللہ عنہ، نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، اُس کو جمعے کے دن نماز جمعہ پڑھنا ضروری ہے، مگر مریض اور مسافر اور عورت اور لڑکا اور غلام۔ پس

---

[1] ص: ۱۶۹۳، رقم الحدیث: ۴۹۶۔ [2] یعنی مہر کرنے کا یہ نتیجہ ہوگا۔ خدائے تعالیٰ کی پناہ! جب غفلت مسلط ہوگئی تو جہنم سے چھٹکارا نہایت دشوار ہے۔ (محشی) [3] ص: ۸۱۳، رقم الحدیث: ۲۰۰۲۔ [4] ص: ۱۶۹۳، رقم الحدیث: ۵۰۰۔ [5] ص: ۱۳۰۲، رقم الحدیث: ۱۰۶۷۔ [6] یعنی مضبوط اور مستقل ارادہ ہوگیا، مگر بعض وجوہات سے آپ نے ایسا کیا نہیں۔ (محشی) [7] ص: ۷۷۹، رقم الحدیث: ۱۴۸۵۔ [8] یہ غرض نہیں ہے کہ وہ کافر ہوگیا جو کہ حقیقی معنی منافق کے ہیں، بلکہ یہ منافق کی سی خصلت ہے جو گناہ ہے۔ (محشی)
[9] ص: ۱/۱۲۱۔

اگر کوئی شخص لغو کام یا تجارت میں مشغول ہو جائے تو خداوند عالم بھی اس سے اعراض[1] فرماتا ہے اور وہ بے نیاز اور محمود ہے (مشکوٰۃ شریف[2])۔ یعنی اس کو کسی کی عبادت کی پرواہ نہیں، نہ اس کا کچھ فائدہ ہے۔ اس کی ذات بہ ہمہ صفت موصوف ہے، کوئی اس کی حمد و ثنا کرے یا نہ کرے۔

۱۰: ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا: جس شخص نے پے در پے کئی جمعے ترک کر دیئے پس اُس نے اسلام کو پس پُشت ڈال دیا (اشعۃ اللمعات[3])۔

۱۱: ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ ایک شخص مر گیا، اور وہ جمعہ اور جماعت میں شریک نہ ہوتا تھا اُسکے حق میں آپ کیا فرماتے ہیں، اُنھوں نے جواب دیا کہ وہ دوزخ[4] میں ہے۔ پھر وہ شخص ایک مہینے تک برابر ان سے یہی سوال کرتا رہا اور وہ یہی جواب دیتے رہے (احیاء العلوم[5])۔ ان احادیث سے سرسری نظر کے بعد بھی یہی نتیجہ بخوبی نکل سکتا ہے کہ نمازِ جمعہ کی سخت تاکید شریعت میں ہے، اور اس کے تارک پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں، کیا اب بھی کوئی شخص بعد دعویٰ اسلام کے اس فرض کے ترک کرنے پر جرأت کر سکتا ہے۔

نمازِ جمعہ[6] کا بیان

جمعہ کی پہلی اذان کے بعد خطبہ کی اذان ہونے سے پہلے چار رکعت سُنّت پڑھے، یہ سنّتیں مؤکدہ ہیں۔ پھر خطبہ کے بعد دو رکعت فرض امام کے ساتھ جمعہ کی پڑھے۔ پھر چار رکعت سُنّت پڑھے۔ یہ سنّتیں بھی مؤکدہ ہیں۔ پھر دو رکعت سُنّت پڑھے۔ یہ دو رکعت بھی بعض حضرات کے نزدیک مؤکدہ ہیں۔

نمازِ جمعہ کے واجب ہونے کی شرطیں

۱: مقیم[7] ہونا۔ پس مسافر پر نمازِ جمعہ واجب نہیں۔

---

(۱) یعنی اس سے بے توجہ ہو جاتا ہے اور وہ تو بے پرواہ ہے ہی، نہ کسی کا محتاج، نہ کسی سے نفع حاصل کرنے والا۔ بندہ جو بہتری بھی کرتا ہے اپنے ہی نفع کے لئے کرتا ہے، پس جب بندے نے خود ہی اپنی نالائقی سے دوزخ میں جانے کا سامان کیا تو خدائے تعالیٰ کو بھی اس کی کچھ پرواہ نہیں۔ (محشی)

(۲) ص: ۱۲۱/۱، (۳) ص: ۶۱۷، (۴) اس سے پہلے یہ مضمون کچھ تغیر کے ساتھ مع اس کی تاویل کے گذر چکا ہے۔ (محشی)

(۵) ص: ۲۵۲/۱، (۶) یہ پورا مضمون اس مرتبہ اضافہ ہوا۔ (شبیر علی) (۷) الجمعة فرض على كل من اجتمع فيه سبعة

۲: صحیح ہونا۔ پس مریض پر نماز جمعہ واجب نہیں۔ جو مرض جامع مسجد تک پیادہ پا جانے سے مانع ہو اُسی مرض کا اعتبار ہے، بوڑھاپے کی وجہ سے اگر کوئی شخص کمزور ہو گیا ہو یا مسجد تک نہ جا سکے یا نابینا ہو، یہ سب لوگ مریض سمجھے جائیں گے اور نماز جمعہ اُن پر واجب نہ ہوگی۔

۳: آزاد ہونا۔ غلام پر نماز جمعہ واجب نہیں۔

۴: مرد ہونا۔ عورت پر نماز جمعہ واجب نہیں۔

۵: جماعت کے ترک کرنے کے لئے جو عذر اوپر بیان ہو چکے ہیں اُن سے خالی ہونا۔ اگر اُن عذروں میں سے کوئی عذر موجود ہو تو نماز جمعہ واجب نہ ہوگی۔

مثال:

۱: پانی بہت زور سے برستا ہو۔

۲: کسی مریض کی تیمارداری کرتا ہو۔

۳: مسجد جانے میں کسی دشمن کا خوف ہو۔

۴: اور نمازوں کے واجب ہونے کی جو شرطیں اوپر ہم ذکر کر چکے ہیں وہ بھی اس میں معتبر ہیں۔ یعنی عاقل ہونا، بالغ ہونا، مسلمان ہونا، یہ شرطیں جو بیان ہوئیں نماز جمعہ کے واجب ہونے کی تھیں۔ اگر کوئی شخص باوجود نہ پائے جانے ان شرطوں کے نماز جمعہ پڑھے تو اس کی نماز ہو جائے گی۔ یعنی ظہر کا فرض اُس کے ذمہ سے اُتر جائے گا۔ مثلاً کوئی مسافر یا کوئی عورت [1] نماز جمعہ پڑھے۔

وشرائطها: الذكورة، خرج به النساء، فلا تجب على امرأة. والحرية، خرج به الأرقاء، فلا تجب عليهم إجماعاً. والإقامة، لو بنية المكث خمسة عشر يوما، خرج به المسافر. والصحة، خرج به المريض أي الذي لا يقدر على الذهاب إلى الجامع، أو يقدر ولكن يخاف زيادة مرضه، أو بطء برئه بسبب حلي. والشيخ الكبير الذي ضعف ملحق بالمريض، وألحق بالمريض الممرض إن بقي المريض ضائعا بخروجه على الأصح. والأمن من ظالم، فلا تجب على من اختفى من ظالم، ويلحق به المفلس الخائف من الحبس. وسلامة العينين، فلا تجب على الأعمى. وسلامة الرجلين، فلا تجب على المقعد لعجزه عن السعي اتفاقا. ومن العذر المطر العظيم، وكذا الثلج، والوحل، قال في الشرح: وقدمنا أنه يسقط به الحضور للجماعة، وأما البلوغ والعقل فليسا خاصين بالجمعة. [مراقي الفلاح والطحطاوي ٥٠٣] إذا اختار العزيمة أي صلوة الجمعة، وصلاها وهو مكلف بالغ عاقل وقعت فرضا عن الوقت، وهي أفضل إلا للمرأة لأن صلوتها في بيتها أفضل. [الدر المختار والشامية ٣٣/٢] [1] اگرچہ عورت کو شریک جماعت نہ ہونا چاہئے (محشی)

جمعے کی نماز[1] کے صحیح ہونے کی شرطیں

[2]
۱: مصر یعنی شہر یا قصبہ۔ پس گاؤں یا جنگل میں نمازِ جمعہ درست نہیں، البتہ جس گاؤں کی آبادی قصبے کے برابر ہو مثلاً تین چار ہزار آدمی ہوں وہاں جمعہ درست ہے۔

۲: ظہر کا وقت۔ پس وقت ظہر سے پہلے اور اس کے نکل جانے کے بعد نمازِ جمعہ درست نہیں، حتیٰ کہ اگر نمازِ جمعہ پڑھنے کی حالت میں وقت جاتا رہا تو نماز فاسد ہو جائے گی، اگرچہ قعدۂ اخیرہ بقدرِ تشہد کے ہو چکا ہو، اور اسی وجہ سے نمازِ جمعہ کی قضا نہیں پڑھی جاتی۔

۳: خطبہ یعنی لوگوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا، خواہ صرف سبحان اللّٰہ یا الحمد للّٰہ کہہ دیا جائے اگرچہ صرف اسی قدر پر اکتفا کرنا بوجہ مخالفتِ سنّت کے مکروہ ہے۔

۴: خطبہ کا نماز سے پہلے ہونا۔ اگر نماز کے بعد خطبہ پڑھا جائے تو نماز نہ ہوگی۔

۵: خطبہ کا وقت ظہر کے اندر ہونا۔ پس وقت آنے سے پہلے اگر خطبہ پڑھ لیا جائے تو نماز نہ ہوگی۔

۶: جماعت یعنی امام کے سوا کم سے کم تین آدمیوں کا شروع خطبے سے سجدۂ رکعتِ اولیٰ تک موجود رہنا، گو وہ تین آدمی جو خطبے کے وقت تھے اور ہوں، اور نماز کے وقت اور۔ مگر یہ شرط ہے کہ یہ تین آدمی ایسے ہوں کہ امامت

---

[1] رسالہ "الظهر في القرى القول البديع احسن القرى" کو ملاحظہ فرمائیں اس کے متعلق کافی ذخیرہ جمع کیا گیا ہے۔ (ی)

[2] ويشترط لصحتها المصر، وتقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها أسواق ووقت الظهر، فتبطل الجمعة بخروجه مطلقا أي ولو بعد القعود قدر التشهد، والخطبة فيه، أي في الوقت فلو خطب قبله وصلى فيه لم تصح، وكفت تحميدة أو تهليلة أو تسبيحة للخطبة المفروضة مع الكراهة، وكونها قبلها أي بلافصل كثير؛ لأن شرط الشيء سابق عليه، وهي شرط الانعقاد في حق من ينشئ التحريمة للجمعة لا كل من صلاها؛ فلذا قالوا: لو أحدث الإمام فقدم من لم يشهدها جاز؛ لأنه بان تحريمته على تلك التحريمة المنشأة، بحضرة جماعة تنعقد بهم الجمعة؛ بأن يكونوا ذكورا بالغين عاقلين ولو كانوا معذورين بسفر أو مرض، والجماعة وأقلها ثلثة رجال سوى الإمام، ولو غير الثلثة الذين حضروا الخطبة، فإن نفروا بعد شروعهم معه قبل سجوده بطلت، وإن بقي ثلثة أو نفروا بعد سجوده لا تبطل، وأتمها جمعة أي ولو وحده فيما إذا لم يعودوا ولم يأت غيرهم، والإذن العام من الإمام أي أن يأذن للناس إذنا عاما بأن لا يمنع أحدا ممن تصح منه الجمعة عن دخول الموضع الذي تصلي فيه، وهو يحصل بفتح أبواب الجامع للواردين أي من المكلفين بها فلا يضر منع نحو النساء لخوف الفتنة. [الدر المختار و الشامية ۳/۶-۲۸۹]

کر سکیں، پس اگر صرف عورت یا نابالغ لڑکے ہوں تو نماز نہ ہوگی۔

۷: اگر سجدہ کرنے سے پہلے لوگ چلے جائیں، اور تین آدمیوں سے کم باقی رہ جائیں، یا کوئی نہ رہے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ ہاں اگر سجدہ کرنے کے بعد چلے جائیں تو پھر کچھ حرج نہیں۔

۸: عام اجازت کے ساتھ علی الاشتہار (علی الاعلان) نماز جمعہ کا پڑھنا۔ پس کسی خاص مقام میں چھپ کر نماز جمعہ پڑھنا درست نہیں۔ اگر کسی ایسے مقام میں نماز جمعہ پڑھی جائے جہاں عام لوگوں کو آنے کی اجازت نہ ہو، یا جمعہ کو مسجد کے دروازے بند کر لئے جاویں تو نماز نہ ہوگی، یہ شرائط جو نماز جمعہ کے صحیح ہونے کی بیان ہوئیں، اگر کوئی شخص باوجود نہ پائے جانے ان شرائط کے نماز جمعہ پڑھے اس کی نماز نہ ہوگی، نماز ظہر پھر اس کو پڑھنا ہوگی۔ اور چونکہ یہ نماز نفل ہوگی اور نفل کا اس اہتمام سے پڑھنا مکروہ ہے، لہٰذا ایسی حالت میں نماز جمعہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

جمعے کے خطبے کے مسائل

مسئلہ: [1] جب سب لوگ جماعت میں آجائیں، تو امام کو چاہئے کہ منبر پر بیٹھ جائے، اور مؤذن اس کے سامنے کھڑے ہو کر اذان کہے۔ بعد اذان کے فوراً امام کھڑا ہو کر خطبہ شروع کر دے۔

مسئلہ: [2] خطبے میں بارہ چیزیں مسنون ہیں:۔

۱: خطبہ پڑھنے کی حالت میں خطبہ پڑھنے والے کو کھڑا رہنا۔

۲: دو خطبے پڑھنا۔

---

[1] ويؤذّن ثانياً بين يديه أي الخطيب إذا جلس على المنبر، إذا فرغ المؤذّن قام الإمام والسيف في يساره وهو متكئ عليه. [الدر المختار ۳/۴۲] [2] (ومن خطبتان بجلسة بينهما وطهارة قائماً) أما سننها فأحدها: الطهارة، و ثانيها: القيام، وثالثها: استقبال القوم بوجهه، و رابعها: التعوّذ في نفسه قبل الخطبة، و خامسها: أن يسمع القوم الخطبة، وسادسها: أنه يخطب خطبة خفيفة، وهي تشتمل على عشرة: أحدها: البداءة بحمد الله، وثانيها: الثناء عليه، وثالثها: الشهادتان، ورابعها: الصلوة على النبي ﷺ وخامسها: العظة والتذكير، وسادسها: قراءة القرآن، وسابعها: الجلوس بين الخطبتين، وثامنها: أن يعيد في الخطبة الثانية الثناء، والحمد لله والصلوة على النبي ﷺ وتاسعها: أن يزيد فيها الدعاء للمؤمنين والمؤمنات، وعاشرها: تخفيف الخطبتين بقدر سورة من طوال المفصل ويكره التطويل، ومن السنة: أن يكون الخطيب على المنبر. [البحر ۲/۲۳۰، الهندية ۱/۱۶۱]

۳: دونوں خطبوں کے درمیان میں اتنی دیر تک بیٹھنا کہ تین مرتبہ سبحان اللہ کہہ سکیں۔

۴: دونوں حدثوں سے پاک ہونا۔

۵: خطبہ پڑھنے کی حالت میں منہ لوگوں کی طرف رکھنا۔

۶: خطبہ شروع کرنے سے پہلے اپنے دل میں اعوذ باللّٰہ من الشّیطان الرّجیم کہنا۔

۷: خطبہ ایسی آواز سے پڑھنا کہ لوگ سن سکیں۔

۸: خطبہ میں ان آٹھ قسم کے مضامین کا ہونا: اللہ تعالیٰ کا شکر[۱]، اس کی تعریف[۲]، خداوند[۳] عالم کی وحدت اور نبی ﷺ کی رسالت کی شہادت، نبی[۴] ﷺ پر درود، وعظ[۵] و نصیحت، قرآن[۶] مجید کی آیتوں کا یا کسی سورت کا پڑھنا، دوسرے[۷] خطبے میں پھر ان سب چیزوں کا اعادہ کرنا اور دوسرے[۸] خطبے میں بجائے وعظ و نصیحت کے مسلمانوں کے لئے دُعا کرنا۔ یہ آٹھ قسم کے مضامین کی فہرست تھی، آگے بقیہ فہرست ہے ان اُمور کی جو حالت خطبہ میں مسنون ہیں۔

۹: خطبے کو زیادہ طول نہ دینا بلکہ نماز سے کم رکھنا۔

۱۰: خطبہ منبر پر پڑھنا، اگر منبر نہ ہو تو کسی لاٹھی وغیرہ کا سہارا دے کر کھڑا ہونا، اور منبر کے ہوتے ہوئے کسی لاٹھی وغیرہ پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہونا اور ہاتھ کا ہاتھ پر رکھ لینا جیسا بعض لوگوں کی ہمارے زمانہ میں عادت ہے منقول[۱] نہیں۔

۱۱: دونوں خطبوں کا عربی[۲] زبان میں ہونا، اور کسی زبان میں خطبہ پڑھنا یا اس کے ساتھ کسی اور زبان کے اشعار وغیرہ ملا دینا، جیسا کہ ہمارے زمانہ میں بعض عوام کا دستور ہے خلافِ سُنّت مؤکدہ اور مکروہ تحریمی[۳] ہے۔

۱۲: خطبہ[۴] سننے والوں کو قبلہ رو ہو کر بیٹھنا۔ دوسرے خطبے میں نبی ﷺ کے آل و اصحاب و ازواجِ مطہرات خصوصاً خلفائے راشدین اور حضرت حمزہ و حضرت عباس رضی اللہ عنہم کے لئے دعا کرنا مستحب ہے، بادشاہِ اسلام کے لئے بھی دعا

---

① دیکھو حاشیہ ۲ صفحہ ۱۱۹۔ ② اور عربی زبان میں خطبہ کا ضروری ہونا اس کی مفصل بحث رسالہ تحقیق الخطبہ میں بھی ہے۔ (شبیر علی)
③ اس مسئلہ پر عبارات فقہیہ کی تفصیل امداد الفتاویٰ مبوب جلد اول کے ۳۱۵، ۳۲۴ پر موجود ہے۔ ④ ویندب ذکر الخلفاء الرّاشدین والعمّین هما حمزة والعبّاس رضی اللہ عنہم لا الدّعاء للسلطان، وجوّزه القهستاني، ويكره تحريما وصفه بما ليس فيه [الدرّ المختار والشامية ۳/ ۲٤] ويستحبّ للرّجل أن يستقبل الخطيب بوجهه، هذا إذا كان أمام الإمام، فإن كان عن يمين الإمام أو عن يساره قريبا من الإمام ينحرف إلى الإمام مستعدا للسماع. [الهندية ۱/ ۱٦٦]

کرنا جائز ہے مگر اس کی ایسی تعریف کرنا جو غلط ہو مکروہ تحریمی ہے۔

مسئلہ[1]: جب امام خطبہ کے لئے اُٹھ کر کھڑا ہو اُس وقت سے کوئی نماز پڑھنا یا آپس میں بات چیت کرنا مکروہ تحریمی ہے، ہاں قضا نماز کا پڑھنا صاحب ترتیب کے لئے اس وقت بھی جائز ہے بلکہ واجب ہے، پھر جب تک امام خطبہ ختم نہ کردے یہ سب چیزیں ممنوع ہیں۔

مسئلہ[2]: جب خطبہ شروع ہو جائے تو تمام حاضرین کو اس کا سننا واجب ہے، خواہ امام کے نزدیک بیٹھے ہوں یا دُور۔ اور کوئی ایسا فعل کرنا جو سُننے میں مخل ہو مکروہ تحریمی ہے، اور کھانا پینا، بات چیت کرنا، چلنا پھرنا، سلام یا سلام کا جواب یا تسبیح پڑھنا یا کسی کو شرعی مسئلہ بتانا، جیسا کہ حالتِ نماز میں ممنوع ہے ویسا ہی اس وقت بھی ممنوع ہے۔ ہاں خطیب کیلئے جائز ہے کہ خطبہ پڑھنے کی حالت میں کسی کو شرعی مسئلہ بتادے۔

مسئلہ[3]: اگر سنت نفل پڑھنے میں خطبہ شروع ہو جائے تو راجح یہ ہے کہ سُنتِ مؤکدہ تو پوری کرلے اور نفل میں دو رکعت پر سلام پھیردے۔

مسئلہ[4]: دونوں خطبوں کے درمیان میں بیٹھنے کی حالت میں امام کو، یا مقتدیوں کو ہاتھ اُٹھا کر دُعا مانگنا مکروہ تحریمی ہے، ہاں بے ہاتھ اُٹھائے ہوئے اگر دل میں دُعا مانگی جائے تو جائز ہے، بشرطیکہ زبان سے کچھ نہ کہے۔ نہ آہستہ نہ زور سے، لیکن نبی ﷺ اور اُن کے اصحاب رضی اللہ عنہم سے منقول نہیں، رمضان کے اخیر جمعہ کے خطبہ میں وداع و فراق کے مضامین پڑھنا بوجہ اس کے کہ نبی ﷺ اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم سے منقول نہیں، نہ کتب فقہ میں کہیں اس کا پتہ ہے، اور اس پر مداومت کرنے سے عوام کو اس کے ضروری ہونے کا خیال ہوتا ہے اس لئے بدعت ہے۔

تنبیہ: ہمارے زمانہ میں اس خطبہ پر ایسا التزام ہو رہا ہے کہ اگر کوئی نہ پڑھے تو وہ مورد طعن ہوتا ہے اور اس خطبے کے سُننے میں اہتمام بھی زیادہ کیا جاتا ہے (روح الاخوان)۔

---

[1] إذا خرج الإمام فلا صلوة ولا كلام إلى تمامها خلا قضاء فائتة لم يسقط ترتيب بينها وبين الوقتية. [الدّرّ المختار ۳/۳۸ والبحر ۲/۲۴۲] [2] (كل ما حرم في الصلوة حرم في الخطبة، فيحرم أكل وشرب وكلام ولو تسبيحاً، أو رد سلام أو أمر بمعروف)، ويكره للخطيب أن يتكلم في حال الخطبة إلا إذا كان أمراً بمعروف فلا يكره (بل يجب عليه أن يستمع ويسكت بلا فرق بين قريب وبعيد). [الدّرّ المختار ۳/۳۹ والبحر ۲/۲۴۴] [3] لو خرج وهو في السنة أو بعد قيامه لثالثة النفل يتم في الأصح ويخفف القرأة. [الدّرّ المختار ۳/۳۸ والبحر ۲/۲۴۳] [4] فيس الدعاء بقلبه لا بلسانه. [ردّ المحتار ۳/۴۷]

مسئلہ: خطبہ کا کسی کتاب وغیرہ سے دیکھ کر پڑھنا جائز ہے۔

مسئلہ: نبی ﷺ کا اسم مبارک اگر خطبے میں آئے تو مقتدیوں کو اپنے دل میں درود شریف پڑھ لینا جائز[1] ہے۔

نبی ﷺ کا خطبہ جمعہ کے دن کا

نبی ﷺ کا خطبہ نقل کرنے سے یہ غرض نہیں کہ لوگ اسی خطبے پر التزام کرلیں، بلکہ کبھی کبھی بغرض تبرک و اتباع اس کو بھی پڑھ لیا جایا کرے۔ عادت شریف یہ تھی کہ جب سب لوگ جمع ہوجاتے، اس وقت آپ تشریف لاتے اور حاضرین کو سلام کرتے، اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان کہتے۔ جب اذان ختم ہوجاتی آپ کھڑے ہوجاتے اور معاً خطبہ شروع فرمادیتے۔ جب تک منبر نہ بنا تھا کسی لاٹھی یا کمان سے ہاتھ کو سہارا دے لیتے تھے اور کبھی کبھی اس لکڑی کے ستون سے جو محراب کے پاس تھا جہاں آپ خطبہ پڑھتے تھے تکیہ لگالیتے تھے۔ بعد منبر بن جانے کے پھر کسی لاٹھی وغیرہ سے سہارا دینا منقول[2] نہیں (تفصیل حاشیہ پر دیکھو)۔ دو خطبے پڑھتے، اور دونوں کے درمیان میں کچھ تھوڑی دیر بیٹھ جاتے اور اس وقت کچھ کلام نہ کرتے نہ دعا مانگتے، جب دوسرے خطبے سے آپ کو فراغت ہوتی، حضرت بلال رضی اللہ عنہ اقامت کہتے اور آپ نماز شروع فرماتے۔ خطبہ پڑھتے وقت حضرت نبی ﷺ کی آواز بلند ہوجاتی تھی اور مبارک آنکھیں سُرخ ہوجاتی تھیں۔ مسلم شریف میں ہے کہ خطبہ پڑھتے وقت حضرت ﷺ کی ایسی حالت ہوتی تھی جیسے کوئی شخص کسی دشمن کے لشکر سے جو عنقریب آنا چاہتا ہو اپنے لوگوں کو خبر دیتا ہو۔ اکثر خطبے میں فرمایا کرتے تھے کہ بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ[3] میں اور قیامت اس طرح ساتھ بھیجے گئے ہیں جیسے

---

[1] اختلفوا في الصلوة على النبي ﷺ عند سماع اسمه، والصواب أنه يصلي في نفسه. [البحر ۲/۲۴۴ الدر المختار ۳/۴۰]

[2] اس عبارت کو دیکھ کر بعض لوگوں کو یہ شبہ ہوا ہے کہ خطیب کو خطبہ کے وقت لاٹھی لینا مکروہ ہے، اس لئے حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ کی تحقیق امداد الفتاویٰ مبوب جلد اول ۶۱۴ سے نقل کی جاتی ہے تاکہ اشتباہ زائل ہوجائے۔ **سوال:** الخطب الماثورہ میں مذکور ہے کہ امام خطبہ کے وقت عصا کو ہاتھ میں لے کر کھڑا ہو اور بہشتی زیور سے ممانعت مفہوم ہے۔ فکیف التوفیق وعلی أي القولین العمل. **جواب:** "درمختار" میں قوس یا عصا پر سہارا لگانے کو مکروہ کہا ہے، اور ردالمحتار میں اس پر دو اشکال کئے ہیں: ایک ابوداؤد کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے عصا یا قوس کا سہارا لیا ہے، دوسرا محیط کی روایت ہے کہ اخذ عصا کو سنت کہا ہے مثل قیام ۱/۸۶۲ اور ترجیح ردالمحتار کے قول کو ہے۔ پس بہشتی زیور میں گو اس مسئلہ کا ہونا بعید ہے اس لئے کہ اس میں احکام مختصہ بالرجال نہیں لئے گئے۔ لیکن اگر کہیں ایسا ہے تو غالباً "درمختار" کی روایت کی بنا پر لکھ دیا ہوگا جس کا مرجوح ہونا ابھی معلوم ہوا۔ (۱۵ ذیقعدہ ۱۳۳۴ ہجری)

[3] مطلب آپ کا یہ تھا کہ قیامت بہت قریب ہے میرے بعد جلد آئے گی۔ (محشی)

یہ دو انگلیاں۔ اور بیچ کی انگلی اور شہادت کی انگلی کو ملا دیتے تھے اور اس کے بعد فرماتے تھے:

اَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ، وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ، وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا، وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، اَنَا اَوْلٰى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهٖ مَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِاَهْلِهٖ وَمَنْ تَرَكَ دَيْنًا اَوْ ضَيَاعًا فَعَلَيَّ.

کبھی یہ خطبہ پڑھتے تھے: يَا اَيُّهَا النَّاسُ تُوْبُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا وَبَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ الصَّالِحَةِ وَصِلُوا الَّذِيْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ رَبِّكُمْ بِكَثْرَةِ ذِكْرِكُمْ لَهٗ وَكَثْرَةِ الصَّدَقَةِ بِالسِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ تُؤْجَرُوْا وَتُحْمَدُوْا وَتُرْزَقُوْا وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْكُمُ الْجُمُعَةَ مَكْتُوْبَةً فِيْ مَقَامِيْ هٰذَا فِيْ شَهْرِيْ هٰذَا فِيْ عَامِيْ هٰذَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ وَجَدَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا فَمَنْ تَرَكَهَا فِيْ حَيَاتِيْ اَوْ بَعْدِيْ جُحُوْدًا بِهَا وَاسْتِخْفَافًا بِهَا وَلَهٗ اِمَامٌ جَائِرٌ اَوْ عَادِلٌ فَلَا جَمَعَ اللّٰهُ شَمْلَهٗ وَلَا بَارَكَ لَهٗ فِيْ اَمْرِهٖ اَلَا وَلَا صَلٰوةَ لَهٗ اَلَا وَلَا صَوْمَ لَهٗ اَلَا وَلَا زَكٰوةَ لَهٗ اَلَا وَلَا حَجَّ لَهٗ اَلَا وَلَا بِرَّ لَهٗ حَتّٰى يَتُوْبَ فَاِنْ تَابَ تَابَ اللّٰهُ اَلَا وَلَا تَؤُمَّنَّ اِمْرَاَةٌ رَجُلًا اَلَا وَلَا يَؤُمَّنَّ اَعْرَابِيٌّ مُهَاجِرًا اَلَا وَلَا يَؤُمَّنَّ فَاجِرٌ مُؤْمِنًا اَلَا اَنْ يَقْهَرَهٗ سُلْطَانٌ يَخَافُ سَيْفَهٗ وَسَوْطَهٗ. (ابن ماجہ) اور کبھی بعد حمد و صلوٰۃ کے یہ خطبہ پڑھتے تھے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا وَمَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَاهْتَدٰى وَمَنْ يَّعْصِهِمَا فَاِنَّهٗ لَا يَضُرُّ اِلَّا نَفْسَهٗ وَلَا يَضُرُّ اللّٰهَ شَيْئًا. ایک صحابی فرماتے ہیں کہ حضرت سورۂ قٓ خطبے میں اکثر پڑھا کرتے تھے، حتیٰ کہ میں نے سورۂ قٓ حضرت ہی سے سن کر یاد کی ہے جب آپ منبر پر اس کو پڑھا کرتے تھے اور کبھی سورۂ والعصر اور کبھی لَا يَسْتَوِيْ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ. (الحشر: ۲۰) اور کبھی وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ. (الزخرف: ۷۷)

- وروی انه ﷺ قرأ فيها "سورة العصر" وفي اخرى "لا يستوي" (الآية) واخرى "ونادوا يا مالك ليقض" (الاوسط | مجمع ۲/۲۲).

نماز کے مسائل

مسئلہ:[۱] بہتر یہ ہے کہ جو شخص خطبہ پڑھے وہی نماز پڑھائے، اور اگر کوئی دوسرا پڑھائے تب بھی جائز ہے۔

مسئلہ:[۲] خطبہ ختم ہوتے ہی فوراً اقامت کہہ کر نماز شروع کر دینا مسنون ہے، خطبے اور نماز کے درمیان میں کوئی دُنیاوی کام کرنا مکروہ تحریمی ہے، اور اگر درمیان میں فصل زیادہ ہو جائے اس کے بعد خطبے کے اعادہ کی ضرورت ہے۔ ہاں کوئی دینی کام ہو مثلاً کسی کو کوئی شرعی مسئلہ بتائے یا وضو نہ رہے اور وضو کرنے جائے یا بعد خطبہ کے معلوم ہو کہ اس کو غسل کی ضرورت تھی اور غسل کرنے جائے تو کچھ کراہت نہیں، نہ خطبے کے اعادہ کی ضرورت ہے۔

مسئلہ: نماز جمعہ اس نیت سے پڑھی جائے: **نَوَيْتُ اَنْ اُصَلِّيَ رَكْعَتَيِ الْفَرْضِ صَلٰوةَ الْجُمُعَةِ** ۔یعنی میں نے ارادہ کیا کہ دو رکعت فرض نماز جمعہ پڑھوں۔

مسئلہ:[۳] بہتر یہ ہے کہ جمعہ کی نماز ایک مقام میں ایک ہی مسجد میں سب لوگ جمع ہو کر پڑھیں، اگرچہ ایک مقام کی متعدد مسجدوں میں بھی نماز جمعہ جائز ہے۔

مسئلہ:[۴] اگر کوئی مسبوق قعدۂ اخیرہ میں التحیات پڑھتے وقت یا سجدۂ سہو کے بعد آ کر ملے تو اس کی شرکت صحیح ہو جائے گی اور اس کو جمعہ کی نماز تمام کرنا چاہئے، ظہر پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ:[۵] بعض لوگ جمعہ کے بعد ظہر احتیاطی پڑھا کرتے ہیں، چونکہ عوام کا اعتقاد اس سے بہت بگڑ گیا ہے ان کو مطلقاً منع کرنا چاہئے، البتہ اگر کوئی ذی علم موقع شبہ میں پڑھنا چاہے تو اپنے پڑھنے کی کسی کو اطلاع نہ کرے۔

---

[۱] لاینبغي أن یصلي (بالقوم) غیر الخطیب؛ لأنهما کشيء واحد، فإن فعل بأن خطب صبي بإذن السلطان وصلی بالغ جاز. [الدرّالمختار ۴۳/۳] [۲] فإذا أتم أقیمت بحیث یتصل أول الإقامة بآخر الخطبة، ویکره الفصل بأمر الدنیا إما بنهي عن منکر أو أمر بمعروف فلا، وکذا بوضوء لو غسل أو ظهر أنه محدث أو جنب، بخلاف أکل وشرب حتی لو طال الفصل استأنف الخطبة. [الدرّالمختار و الشامیة ۴۳/۳] [۳] وتؤدی في مصر واحد بمواضع کثیرة. [الدرّالمختار والشامیة ۱۸/۳ والبحر ۲۴۹/۲ والأفضل هو الجامع الواحد حلبي کبیر ۵۵۲] [۴] وإن کان أدرکه في التشهد، أوفي سجود السهو بنی علیها الجمعة. [الهدایة ۱/ ۳۸۰ الدرّالمختار والشامیة ۳۷/۳] [۵] مع ما لزم من فعلها في زماننا من المفسدة العظیمة، وهو اعتقاد الجهلة أن الجمعة لیست بفرض لما یشاهدون من صلوة الظهر فیظنون أنها الفرض وأن الجمعة لیست بفرض، فیتکاسلون عن أداء الجمعة فکان الاحتیاط في ترکها، وعلی تقدیر فعلها ممن لایخاف علیه مفسدة منها، فالأولی أن=

عیدین کی نماز کا بیان

مسئلہ[1] شوال کے مہینہ کی پہلی تاریخ کو "عیدالفطر" کہتے ہیں، اور ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو "عیدالضحیٰ"۔ یہ دونوں دن اسلام میں عید اور خوشی کے دن ہیں۔ ان دونوں دنوں میں دو دو رکعت نماز بطور شکریہ کے پڑھنا واجب ہے، جمعہ کی نماز کی صحت و وجوب کے لئے جو شرائط اوپر ذکر ہو چکے ہیں وہی سب عیدین کی نماز میں بھی ہیں، سوائے خطبہ کے کہ جمعہ کی نماز میں خطبہ فرض اور شرط ہے اور نماز سے پہلے پڑھا جاتا ہے، اور عیدین کی نماز میں شرط یعنی فرض نہیں سنت ہے اور نماز کے بعد پڑھا جاتا ہے،[2] مگر عیدین کے خطبے[3] کا سننا بھی مثل جمعہ کے خطبے کے واجب ہے، یعنی اس وقت بولنا چالنا نماز پڑھنا سب حرام ہے، عیدالفطر کے دن تیرہ[4] چیزیں مسنون ہیں: شرع کے موافق اپنی آرائش کرنا۔ غسل کرنا۔ مسواک کرنا۔ عمدہ سے عمدہ کپڑے جو پاس موجود ہوں پہننا۔ خوشبو لگانا۔ صبح کو بہت سویرے اٹھنا۔ عیدگاہ میں بہت سویرے جانا۔ قبل عیدگاہ جانے کے کوئی شیریں چیز مثل چھوہارے وغیرہ کے کھانا۔ قبل عیدگاہ جانے کے صدقۂ فطر دے دینا۔ عید کی نماز عیدگاہ میں جا کر پڑھنا یعنی شہر کی مسجد میں بلا عذر نہ پڑھنا۔ جس راستے سے جائے اس کے سوا دوسرے راستے سے واپس آنا۔ پیادہ پا جانا اور راستے میں اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ. آہستہ آواز سے پڑھتے ہوئے جانا۔

مسئلہ[5] عیدالفطر کی نماز پڑھنے کا یہ طریقہ ہے کہ یہ نیت کرے: نَوَیْتُ اَنْ اُصَلِّیَ رَکْعَتَیِ الْوَاجِبِ صَلٰوۃَ

=تكون في بيته خفية خوفا من مفسدة فعلها. [البحر ۲/۲۵۲ و رد المحتار ۳/۱۹] (۱) تجب صلوتهما على من تجب عليه الجمعة بشرائطها المتقدمة سوى الخطبة فإنها سنة بعدها. [الدرّالمختار ۳/۵۱ والهداية ۱/۳۸۵ والبحر ۲/۲۴۷]

(۲) ويخطب بعدها خطبتين، وما يسن في الجمعة ويكره، يسن فيها ويكره. [الدرّالمختار ۲/۶۶ الهداية ۱/۳۹۱ البحر ۲/۲۵۴] (۳) وكذا يجب الاستماع لسائر الخطب كخطبة نكاح وخطبة عيد. [الدرّالمختار ۳/۴۰] (۴) وندب في الفطر ثلاثة عشر شيئا: أن يأكل بعد الفجر قبل ذهابه للمصلي شيئاً حلواً، ويغتسل، ويستاك، ويتطيب، ويلبس أحسن ثيابه التي يباح لبسها، ويؤدي صدقة الفطر إن وجبت عليه قبل خروج الناس إلى الصلوة، والتبكير وهو سرعة الانتباه، والابتكار وهو المسارعة إلى المصلي، ثم يتوجه إلى المصلي ماشيا مكبراً سراً ويرجع من طريق آخر. [نورالإيضاح والمراقي ۵۲۸] والخروج إلى الجبانة لصلوة العيد سنّة وإن كان يسعهم المسجد الجامع. [البحر ۲/۲۴۹ الدرّالمختار ۳/۵۵] (۵) وكيفية صلوة العيدين أن ينوي صلوة العيد، ثم يكبر للتحريمة، ثم يقرأ الإمام والمؤتم الثناء (سبحانك اللّٰهم) الخ. ثم يكبر الإمام والقوم تكبيرات الزوائد ثلثا، يسكت بعد كل تكبيرة مقدار ثلث تكبيرات، يرفع يديه الإمام والقوم في كل منها، ثم يتعوذ=

عِيْدِ الْفِطْرِ مَعَ سِتِّ تَكْبِيْرَاتٍ وَاجِبَةٍ یعنی میں نے یہ نیت کی کہ دو رکعت واجب نماز عید کی چھ واجب تکبیروں کے ساتھ پڑھوں۔ یہ نیت کر کے ہاتھ باندھ لے، اور سبحانک اللّٰھم آخر تک پڑھ کر تین مرتبہ "اللہ اکبر" کہے، اور ہر مرتبہ مثل تکبیر تحریمہ کے دونوں کانوں تک اُٹھائے اور بعد تکبیر کے ہاتھ لٹکا دے، اور ہر تکبیر کے بعد اتنی دیر تک توقف کرے کہ تین مرتبہ "سبحان اللہ" کہہ سکیں۔[۱] تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ نہ لٹکائے بلکہ باندھ لے اور "اعوذ باللہ" اور "بسم اللہ" پڑھ کر سورۂ فاتحہ اور کوئی دوسری سورۃ پڑھ کر حسب دستور رکوع سجدہ کر کے کھڑا ہو، اور دوسری رکعت میں پہلے سورۂ فاتحہ اور سورۃ پڑھ لے، اس کے بعد تین تکبیریں اسی طرح کہے، لیکن یہاں تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ نہ باندھے بلکہ لٹکائے رکھے اور پھر تکبیر کہہ کر رکوع میں جاوے۔

مسئلہ: بعد نماز کے دو خطبے منبر پر کھڑے ہو کر پڑھے اور دونوں خطبوں کے درمیان میں اتنی ہی دیر تک بیٹھے جتنی دیر جمعے کے خطبے میں۔

مسئلہ: بعد نماز عیدین کے (یا بعد خطبہ کے) دعا مانگنا۔ گو نبی ﷺ اور ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ سے منقول نہیں، مگر چونکہ ہر نماز کے بعد دعا مانگنا مسنون ہے اس لئے بعد نماز عیدین بھی دعا مانگنا مسنون ہوگا (ق)۔

مسئلہ:[۲] عیدین کے خطبے میں پہلے تکبیر سے ابتدا کرے، اوّل خطبے میں نو مرتبہ اللہ اکبر کہے، دوسرے میں سات مرتبہ۔

مسئلہ:[۳] عید الضحیٰ کی نماز کا بھی یہی طریقہ ہے اور اس میں بھی وہ سب چیزیں مسنون ہیں جو عید الفطر میں۔ فرق اس قدر ہے کہ عید الضحیٰ کی نیت میں بجائے عید الفطر کے عید الضحیٰ کا لفظ داخل کرے۔ عید الفطر میں عیدگاہ

=الإمام، ثم يسمي سرا، ثم يقرأ الإمام الفاتحة ثم سورة، ثم يركع، فإذا قام للثانية ابتدأ بالبسملة ثم بالفاتحة، ثم بالسورة، ثم يكبر تكبيرات الزوائد ثلاثا، ويرفع يديه فيها كما في الركعة الأولى. [مراقي الفلاح ۵۳۲] وليس بين تكبيراته ذكر مسنون، ولذا يرسل يديه ويسكت بين كل تكبيرتين مقدار ثلاث تسبيحات. [الدرّالمختار ۳/۶۶] (۱) اگر زیادہ مجمع کی وجہ سے زیادہ توقف کی ضرورت ہو تو بھی مضائقہ نہیں۔ [الشامية ۳/۶۶] (۲) ويستحب أن يستفتح الأولى بتسع تكبيرات تترى، والثانية بسبع. [الدرّالمختار ۳/۶۷ والبحر ۲/ ۱۶۲] (۳) الأحكام المذكورة لعيد الفطر ثابتة لعيد الأضحى صفة وشرطا ووقتا ومندوبا، لكن هنا يؤخر الأكل عنها ويكبر في الطريق جهرا. [البحر ۲/ ۱۵۵ والدرّالمختار ۳/۶۸]

جانے سے پہلے کوئی چیز کھانا مسنون ہے، یہاں نہیں۔ اور عیدُ الفطر میں راستے میں چلتے وقت آہستہ تکبیر کہنا مسنون ہے اور یہاں بلند آواز سے۔ اور عیدُ الفطر کی نماز دیر کر کے پڑھنا مسنون ہے اور عید الاضحیٰ کی سویرے، اور یہاں صدقۂ فطر نہیں بلکہ بعد میں قربانی ہے اہلِ وسعت پر۔ اور اذان و اقامت نہ یہاں ہے نہ وہاں۔ (۱)

مسئلہ: جہاں عید کی نماز پڑھی جائے وہاں اُس دن اور کوئی نماز پڑھنا مکروہ ہے، نماز سے پہلے بھی اور بعد میں بھی۔ ہاں بعد نماز کے گھر میں آ کر نماز پڑھنا مکروہ نہیں، اور قبل نماز کے یہ بھی مکروہ ہے۔ (۲)

مسئلہ: عورتیں اور وہ لوگ جو کسی وجہ سے نماز عید نہ پڑھیں، اُن کو بھی قبل نماز عید کے کوئی نفل وغیرہ پڑھنا مکروہ ہے۔ (۳)

مسئلہ: عیدُ الفطر کے خطبہ میں صدقۂ فطر کے احکام، اور عید الاضحیٰ کے خطبہ میں قربانی کے مسائل اور تکبیرِ تشریق کے احکام بیان کرنا چاہیے۔ تکبیرِ تشریق یعنی ہر فرض عین نماز کے بعد ایک مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ کہنا واجب ہے، بشرطیکہ وہ فرض جماعت سے پڑھا گیا ہو اور وہ مقام مصر ہو۔ یہ تکبیر عورت اور مسافر پر واجب نہیں، اگر یہ لوگ کسی ایسے شخص کے مقتدی ہوں جس پر تکبیر واجب ہے تو اُن پر بھی تکبیر واجب ہو جائے گی، لیکن اگر منفرد اور عورت اور مسافر بھی کہہ لے تو بہتر ہے کہ صاحبین کے نزدیک ان سب پر واجب ہے۔

---

(۱) يستحب تعجيل صلوة الأضحى، وفي عيد الفطر يؤخر الخروج قليلا. [البحر ۲/۲۵۱ و الشامية ۳/۶۱]

(۲) ولا بأس (الأذان) لغيرها (أي الفرائض) من الصلوات كعيد. [الدرّالمختار والشامية ۲/۶۲] (۳) ولا يتنفل قبلها مطلقاً، سواء كان في المصلى اتفاقاً أو في بيت في الأصح، وسواء كان ممن يصلي العيد أو لا، حتى أن المرأة إذا أرادت صلوة الضحى يوم العيد تصليها بعد ما يصلي الإمام في الجبانة. [الدرّالمختار و ردّالمحتار ۳/۵۷ والبحر ۲/۲۵۰] (۴) اس مسئلہ میں نماز سے مراد نفل نماز ہے۔ (محشی) (۵) دیکھو حاشیہ مسئلہ ما سبق نمبر۔ (۶) يعلم الناس فيها أحكام صدقة الفطر ويعلم الأضحية وتكبير التشريق في الخطبة. [الدرّالمختار ۳/۶۷-۶۹] (۷) ويجب تكبير التشريق "الله أكبر الله أكبر" (الخ) عقب كل فرض أدي بجماعة مستحبة، وبوجوبه على إمام مقيم بمصر وعلى مقتد مسافر أو قروي أو امرأة، ويجب على مقيم اقتدى بمسافر، وقالا بوجوبه فور كل فرض مطلقاً ولو منفرداً أو مسافراً أو امرأة. [ردّالمحتار ۳/۷۱ والبحر ۲/۲۵۷] (۸) یہ امام صاحب رحمہ اللہ کا قول ہے، صاحبین کے نزدیک گاؤں والوں پر بھی واجب ہے اور اس مسئلہ میں فتویٰ صاحبین ہی کے قول پر ہے، اس لئے گاؤں والوں پر بھی تکبیر تشریق واجب ہے، چنانچہ البحرالرائق ۲/۲۶۰ میں ہے: وأما عندهما فهو واجب على كل من يصلي المكتوبة لأنه تبع لها، فيجب على المسافر والمرأة والقروي، قال في السراج الوهاج والجوهرة: والفتوى على قولهما في هذا أيضا، فالحاصل أن الفتوى على=

مسئلہ ۱۰: ① یہ تکبیر عرفہ یعنی نویں تاریخ کی فجر سے تیرھویں تاریخ کی عصر تک کہنا چاہئے بکل تیئس ۲۳ نمازیں ہوئیں جن کے بعد تکبیر واجب ہے۔

مسئلہ ۱۱: ② اس تکبیر کا بلند آواز سے کہنا واجب ہے۔ ہاں عورتیں (اگر کہیں تو) آہستہ آواز سے کہیں۔

مسئلہ ۱۲: ③ نماز کے بعد فوراً تکبیر کہنا چاہئے۔

مسئلہ ۱۳: ④ اگر امام تکبیر کہنا بھول جائے تو مقتدیوں کو چاہئے کہ فوراً تکبیر کہہ دیں، یہ انتظار نہ کریں کہ جب امام کہے تب کہیں۔

مسئلہ ۱۴: ⑤ عیدالضحیٰ کی نماز کے بعد بھی تکبیر کہہ لینا بعض کے نزدیک واجب ہے۔

مسئلہ ۱۵: ⑥ عیدین کی نماز بالاتفاق متعدد مواضع ⓗ میں جائز ہے۔

مسئلہ ۱۶: ⑦ اگر کسی کو عید کی نماز نہ ملی ہو اور سب لوگ پڑھ چکے ہوں تو وہ شخص تنہا نماز عید نہیں پڑھ سکتا، اس لئے کہ جماعت اس میں شرط ہے، اسی طرح اگر کوئی شخص شریک نماز ہوا ہو اور کسی وجہ سے نماز فاسد ہوگئی ہو وہ بھی اس کی قضا نہیں پڑھ سکتا، نہ اس پر اس کی قضا واجب ہے۔ ہاں اگر کچھ اور لوگ بھی اس کے ساتھ شریک ہو جائیں تو پڑھنا واجب ہے۔

مسئلہ ۱۷: ⑧ اگر کسی عذر سے پہلے دن نماز نہ پڑھی جا سکے تو عیدالفطر کی نماز دوسرے دن اور عیدالضحیٰ کی بارہویں تاریخ تک پڑھی جا سکتی ہے۔

=قولهما في آخر وقته وفيمن يجب عليه. (ف) ① من فجر عرفة إلى آخر أيام التشريق وعليه الاعتماد [الدرّالمختار ۳/۷٤] في البحر: ينتهي بالتكبير عقب العصر من آخر أيام التشريق وهي ثلاث وعشرون صلاة. [۲/۲٥۸] ②③ ويجب التشريق عقب كل فرض بلا فصل يمنع البناء، وقالا بوجوبه فور كل فرض لكن المرأة تخافت. [الدرّالمختار ۳/۷۱-۷٥ و البحر ۲/۲٦۱،۲٥۹] ④ ويأتي المؤتم به وجوباً وإن تركه إمامه. [الدرّالمختار ۳/۷٦ البحر ۲/۲٦۰] ⑤ ولا بأس به عقب العيد؛ لأن المسلمين توارثوه فوجب اتباعهم. [الدرّالمختار ۳/۷٥ والبحر ۲/۲٥۹] ⑥ تؤدى بمصر واحد بمواضع كثيرة اتفاقا. [الدرّالمختار ۳/٦۸] ⓗ یہاں لفظ مساجد کی جگہ بعد تحقیق لفظ مواضع اس مرتبہ لکھا گیا۔ (شبیر علی) ⑦ ولا يصليها وحده إن فاتت مع الإمام ولو بالإفساد، ولو أمكنه الذهاب إلى إمام آخر فعل. [الدرّالمختار ۳/٦۷ والبحر ۲/۲٥٤] ⑧ وتؤخر بعذر إلى الزوال من الغد فقط لكن هنا أي في الأضحى يجوز تأخيرها إلى ثالث أيام النحر بلا عذر مع الكراهة، وبه أي بالعذر بدونها، فالعذر هنا لنفي الكراهة، وفي الفطر لنفي الصحة. [الدرّالمختار ۳/٦۸ والهداية ۱/۳۹۳]

مسئلہ ۱۸: ① عید الاضحیٰ کی نماز میں بے عذر بھی بارہویں تاریخ تک تاخیر کرنے سے نماز ہو جائے گی مگر مکروہ ہے اور عید الفطر میں بے عذر تاخیر کرنے سے بالکل نماز نہیں ہوگی۔

عذر کی مثال ②

۱: کسی وجہ سے امام نماز پڑھانے نہ آیا ہو۔

۲: پانی برس رہا ہو۔

۳: چاند کی تاریخ محقق نہ ہو اور بعد زوال کے جب وقت جاتا رہے محقق ہو جائے۔

۴: ابر کے دن نماز پڑھی گئی ہو اور بعد ابر کھل جانے کے معلوم ہو کہ بے وقت نماز پڑھی گئی۔

مسئلہ ۱۹: ④ اگر کوئی شخص عید کی نماز میں ایسے وقت آکر شریک ہوا ہو کہ امام تکبیروں سے فراغت کر چکا ہو، تو اگر قیام میں آکر شریک ہوا ہو تو فوراً بعد نیت باندھنے کے تکبیریں کہہ لے، اگرچہ امام قراءت شروع کر چکا ہو۔ اور اگر رکوع میں آکر شریک ہوا ہو تو اگر غالب گمان ہو کہ تکبیروں کی فراغت کے بعد امام کا رکوع مل جائے گا تو نیت باندھ کر تکبیر کہہ لے، بعد اس کے رکوع میں جائے، اور رکوع نہ ملنے کا خوف ہو تو رکوع میں شریک ہو جائے اور حالتِ رکوع میں بجائے تسبیح کے تکبیریں کہہ لے مگر حالتِ رکوع میں تکبیریں کہتے وقت ہاتھ نہ اٹھائے، اور اگر قبل اس کے کہ پوری تکبیریں کہہ چکے امام رکوع سے سر اٹھا لے تو یہ بھی کھڑا ہو جائے، اور جس قدر تکبیریں رہ گئی ہیں وہ اس سے معاف ہیں۔

مسئلہ ۲۰: ⑤ اگر کسی کی ایک رکعت عید کی نماز میں چلی جائے تو جب وہ اس کو ادا کرنے لگے تو پہلے قراءت کرلے

---

① دیکھو حاشیہ مسئلہ ۷ باب ہذا۔ ② وتؤخر بعذر كمطر دخل فيه ما إذا لم يخرج الإمام وما إذا غم الهلال فشهدوا به بعد الزوال أو قبله بحيث لا يمكن جمع الناس، أو صلاها في يوم غيم وظهر أنها وقعت بعد الزوال. [ردّالمحتار ۳/۶۸] ③ مراد وہ امام ہے جس کے بدون نماز پڑھنے میں فتنہ کا اندیشہ ہو، خواہ صاحبِ حکومت ہو یا نہ ہو اور اگر فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو مسلمان کسی کو امام بنا کر نماز پڑھ لیں، امام کے نہ آنے کی وجہ سے دیر نہ کریں۔ (ظفر احمد) ④ ولو أدرك المؤتم الإمام في القيام بعد ما كبّر، كبّر في الحال وإن كان الإمام قد شرع في القراءة، أما لو أدركه راكعاً فإن غلب على ظنه إدراكه في الركوع كبّر قائماً برأي نفسه ثم ركع، وإلا ركع وكبّر في ركوعه ولا يرفع يديه، وإن رفع الإمام رأسه سقط عنه ما بقي من التكبير. [الدرّالمختار و ردّالمحتار ۳/۶۴] ⑤ ولو سبق بركعة يقرأ ثم يكبر لئلا يتوالى التكبيرات، ولم يقل به أحد من الصحابة. [الدرّالمختار والشامية ۳/۶۴]

اس کے بعد تکبیر کہے، اگرچہ قاعدہ کے موافق پہلے تکبیر کہنا چاہیے تھا، لیکن چونکہ اس طریقے سے دونوں رکعتوں میں تکبیریں پے در پے ہوئی جاتی ہیں، اور یہ کسی صحابی کا مذہب نہیں ہے اس لئے اس کے خلاف حکم دیا گیا۔
[3] اگر امام تکبیر کہنا بھول جائے اور رکوع میں اُس کو خیال آئے تو اُس کو چاہئے کہ حالتِ رکوع میں تکبیر کہہ لے، پھر قیام کی طرف نہ لوٹے اور اگر لوٹ جائے تب بھی جائز ہے، یعنی نماز فاسد نہ ہوگی، لیکن ہر حال میں بوجہ کثرتِ ازدحام کے سجدۂ سہو نہ کرے۔

کعبہ مکرمہ کے اندر نماز پڑھنے کا بیان

مسئلہ: [4] جیسا کے کعبہ شریف کے باہر اُس کے رُخ پر نماز پڑھنا درست ہے ویسا ہی کعبہ مکرمہ کے اندر بھی نماز پڑھنا درست ہے، استقبالِ قبلہ ہو جائے گا خواہ جس طرف پڑھے۔ اس وجہ سے کہ وہاں چاروں طرف قبلہ ہے جس طرف منھ کیا جائے کعبہ ہی کعبہ ہے، اور جس طرح نفل نماز جائز ہے اسی طرح فرض نماز بھی۔

مسئلہ: [5] کعبہ شریف کی چھت پر کھڑے ہو کر اگر نماز پڑھی جائے تو وہ بھی صحیح ہے، اس لئے کہ جس مقام پر کعبہ ہے وہ زمین اور اس کے محاذی جو حصہ ہوا کا آسمان تک ہے سب قبلہ ہے۔ قبلہ کچھ کعبہ کی دیواروں پر منحصر نہیں ہے۔ اسی لئے اگر کوئی شخص بلند پہاڑ پر کھڑے ہو کر نماز پڑھے جہاں کعبہ کی دیواروں سے بالکل محاذات نہ ہو تو اُس کی نماز بالاتفاق درست ہے، لیکن چونکہ اس میں کعبہ کی بے تعظیمی ہے، اور کعبہ کی چھت پر نماز پڑھنے سے نبی ﷺ نے بھی منع فرمایا ہے، اس لئے مکروہ تحریمی ہوگی۔

مسئلہ: [6] کعبے کے اندر تنہا نماز پڑھنا بھی جائز ہے اور جماعت سے بھی، اور وہاں یہ بھی شرط نہیں کہ امام اور

[3] لو ركع الإمام قبل أن يكبر فإن الإمام يكبر في الركوع ولا يعود إلى القيام ليكبر في ظاهر الرواية، فلو عاد ينبغي الفساد. [الدرّالمختار ۳/۶۵] وفي الشامي: يعود إلى القيام ويكبر و يعيد الركوع دون القراءة [۳/۶۵] ولا يأتي الإمام بسجود السهو في الجمعة والعيدين. [نورالإيضاح مع المراقي ٤٦٥] [4] يصح فرض ونفل فيها وفوقها. [الدرّالمختار ۳/۱۹۸ البحر ۲/۳۱۶] [5] صح فرض ونفل فيها وفوقها، وإنما جازت فوقها؛ لأن الكعبة هي العرصة والهواء إلى عنان السماء عندنا دون البناء؛ لأنه ينقل، ألاترى أنه لوصلّى على أبي قبيس جاز و لا بناء بين يديه إلا أنه يكره لمافيه من ترك التعظيم، وقدورد النهي عنه. [البحر ۲/ ۳۱۷ الدرّالمختار ۳/۱۹۸] [6] يصح فرض ونفل فيها وفوقها وإن كره الثاني منفرداً أو بجماعة وإن-

مقتدیوں کا منھ ایک ہی طرف ہو، اس لئے کہ وہاں ہر طرف قبلہ ہے، ہاں یہ شرط ضرور ہے کہ مقتدی امام سے آگے بڑھ کر نہ کھڑے ہوں۔ اگر مقتدی کا منہ امام کے منھ کے سامنے ہو تب بھی درست ہے، اس لئے کہ اس صورت میں وہ مقتدی امام سے آگے نہ کہا جائے گا، آگے جب ہوتا کہ جب دونوں کا منھ ایک ہی طرف ہوتا اور پھر مقتدی آگے بڑھا ہوا ہوتا۔ مگر ہاں اس صورت میں نماز مکروہ ہوگی۔ اس لئے کہ کسی آدمی کی طرف منھ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے، لیکن اگر کوئی چیز بیچ میں حائل کر لی جائے تو یہ کراہت نہ رہے گی۔

مسئلہ:[۱] اگر امام کعبہ کے اندر اور مقتدی کعبہ سے باہر حلقہ باندھے ہوئے کھڑے ہوں تب بھی نماز ہو جائے گی، لیکن اگر صرف امام کعبہ کے اندر ہوگا اور کوئی مقتدی اس کے ساتھ نہ ہوگا تو نماز مکروہ ہوگی، اس لئے کہ اس صورت میں بوجہ اس کے کہ کعبہ کے اندر کی زمین اونچی ہے، امام کا مقام بقدر ایک قد کے مقتدیوں سے اونچا ہوگا۔

مسئلہ:[۲] اگر مقتدی اندر ہوں اور امام باہر تب بھی نماز درست ہے، بشرطیکہ مقتدی امام سے آگے نہ ہوں۔

مسئلہ:[۳] اور اگر سب باہر ہوں اور ایک طرف امام ہو اور چاروں طرف مقتدی حلقہ باندھے ہوئے ہوں جیسا کہ عام عادت وہاں اسی طرح نماز پڑھنے کی ہے تو بھی درست ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ جس طرف امام کھڑا ہے اس طرف کوئی مقتدی بہ نسبت امام کے خانہ کعبہ کے زیادہ نزدیک نہ ہو، کیونکہ اس صورت میں وہ امام سے آگے سمجھا جائے گا جو کہ مانع اقتدا ہے۔ البتہ اگر دوسری طرف کے مقتدی خانہ کعبہ سے بہ نسبت امام کے نزدیک بھی ہوں تو کچھ مضر نہیں اور یہ اس کی صورت ہے:

=اختلفت وجوههم، إلا إذا جعل قفاه إلى وجه إمامه فلا يصح اقتداؤه لتقدمه عليه، ويكره جعل وجهه لوجهه بلا حائل. [الدر المختار ۳/۱۹۸، البحر ۲/۳۱۶]

[۱] ويصح لو تحلقوا حولها، وكذا لو اقتدوا من خارجها بإمام فيها، [الدر المختار ۳/۱۹۹] سواء كان معه بعض القوم أو لا، ولكنه يكره ذلك لارتفاع مكان الإمام قدر القامة، كالفرادة على الدكان لم يكن معه أحد. [رد المحتار ۳/۲۰۰]

[۲] لو كان المقتدي فيها والإمام خارجها، والظاهر الصحة إن لم يمنع منها مانع من التقدم على الإمام عند اتحاد الجهة. [رد المحتار ۳/۲۰۰]

[۳] ويصح لو تحلقوا حولها ولو كان بعضهم أقرب إليها من إمامه إن لم يكن في جانبه لتأخره حكماً، ولو وقف مسامتاً لركن في جانب الإمام وكان أقرب لم أره، وينبغي الفساد احتياطاً لترجيح جهة الإمام. [الدر المختار والشامية ۳/۱۹۹]
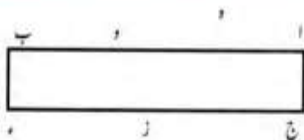
''ا۔ب۔ج۔د'' کعبہ ہے'' ھ ''امام ہے جو کعبہ سے دو گز کے فاصلہ پر کھڑا ہے،اور'' و ''اور'' ز ''مقتدی ہیں جو کعبہ سے ایک گز کے فاصلہ پر کھڑے ہیں۔مگر'' و ''تو'' و ''کی طرف کھڑا ہے اور'' ز ''دوسری طرف کھڑا ہے'' و ''کی نماز نہ ہوگی'' ز ''کی ہو جائے گی۔

سجدۂ تلاوت کا بیان

مسئلہ:[1] اگر کوئی شخص کسی امام سے آیتِ سجدہ سُنے اس کے بعد اس کی اقتدا کرے تو اس کو امام کے ساتھ سجدہ کرنا چاہئے۔اور اگر امام سجدہ کر چکا ہو تو اس میں دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ جس رکعت میں آیت سجدہ کی تلاوت امام نے کی ہو وہی رکعت اس کو اگر مل جائے تو اس کو سجدہ کی ضرورت نہیں،اس رکعت کے مل جانے سے سمجھا جائے گا کہ وہ سجدہ بھی مل گیا۔دوسری یہ کہ وہ رکعت نہ ملے تو اس کو بعد نماز تمام کرنے کے خارج نماز میں سجدہ کرنا واجب ہے۔

مسئلہ:[2] مقتدی سے اگر آیت سجدہ سُنی جائے تو سجدہ واجب نہ ہوگا،نہ اس پر،نہ اس کے امام پر نہ ان لوگوں پر جو اس نماز میں شریک ہیں۔ہاں جو لوگ اس نماز میں شریک نہیں خواہ وہ لوگ نماز ہی نہ پڑھتے ہوں یا کوئی دوسری نماز پڑھ رہے ہوں تو اُن پر سجدہ واجب ہوگا۔

مسئلہ:[3] سجدۂ تلاوت میں قہقہے سے وضو نہیں جاتا،لیکن سجدہ باطل ہو جاتا ہے۔

---

[1] فإن قرأها الإمام وسمعها رجل ليس معه في الصلوة فدخل معه بعد ما سجدها الإمام لم يكن عليه أن يسجدها؛ لأنه صار مدركاً لها بإدراك الركعة، وإن دخل معه قبل أن يسجدها سجدها معه وإن لم يدخل معه سجدها وحده (خارج الصلوة). [الهداية ١/٣٥٥ والبحر ٢/١٩٣] [2] ولو تلاها المؤتم لم يسجد المصلي أصلاً أي المصلي صلاته، سواء كان هو أي المؤتم التالي، أو كان إمامه أو مؤتماً بإمامه، ولو سمع المصلي من غيره لم يسجد فيها بل بعدها. [الدرّالمختار و ردالمحتار ٢/٦٩٧]

[3] فلا تنقض في صلوة جنازة وسجدة تلاوة لكن يبطلان. [ردّالمحتار ١/٣٠٢]

مسئلہ ① عورت کی محاذات مفسد سجدۂ تلاوت نہیں۔

مسئلہ ② سجدۂ تلاوت اگر نماز میں واجب ہوا ہو تو اس کا ادا کرنا فوراً واجب ہے، تاخیر کی اجازت نہیں۔

مسئلہ ③ خارج نماز کا سجدہ نماز میں، اور نماز کا خارج میں، بلکہ دوسری نماز میں بھی نہیں ادا کیا جاسکتا۔ پس اگر کوئی شخص نماز میں آیتِ سجدہ پڑھے اور سجدہ نہ کرے تو اس کا گناہ اس کے ذمہ ہوگا۔ اور اس کے سوا کوئی تدبیر نہیں کہ توبہ کرے اور ارحم الراحمین اپنے فضل وکرم سے معاف فرمادیں۔

مسئلہ ④ اگر دو شخص علیحدہ علیحدہ گھوڑوں پر سوار نماز پڑھتے ہوئے جارہے ہوں، اور ہر شخص ایک ہی آیت سجدہ کی تلاوت کرے اور ایک دوسرے کی تلاوت کو نماز ہی میں سُنے تو ہر شخص پر ایک ہی سجدہ واجب ہوگا، جو نماز ہی میں ادا کرنا واجب ہے۔ اور اگر ایک ہی آیت کو نماز میں پڑھا اور اسی کو نماز سے باہر سُنا تو دو سجدے واجب ہوں گے: ایک تلاوت کے سبب، دوسرا سُننے کے سبب سے۔ مگر تلاوت کے سبب سے جو ہوگا وہ نماز کا سمجھا جائے گا، اور نماز ہی میں ادا کیا جائے گا، اور سُننے کے سبب سے جو ہوگا وہ خارج نماز کے ادا کیا جائے گا۔

مسئلہ ⑤ اگر آیت سجدہ نماز میں پڑھی جائے اور فوراً رکوع کیا جائے یا بعد دو تین آیتوں کے، اور اس رکوع میں جھکتے وقت سجدۂ تلاوت کی بھی نیت کرلی جائے تو سجدہ ادا ہوجائے گا۔ اگر اسی طرح آیت سجدہ کی تلاوت کے بعد نماز کا سجدہ کیا جائے، یعنی بعد رکوع وقومہ کے تب بھی یہ سجدہ ادا ہوجائے گا اور اس میں نیت کی بھی ضرورت نہیں۔

مسئلہ ⑥ جمعے اور عیدین اور آہستہ آواز کی نمازوں میں آیتِ سجدہ نہ پڑھنا چاہئے، اس لئے کہ سجدہ کرنے میں

---

① في صلوة مطلقة خرج (به) الجنازة و كذا سجدة التلاوة. [الدرّ المختار والشامية ۲/۳۸۲ والهداية ۱/۲۴۲]

② فإن كانت صلوية فعلى الفور، يأثم بتأخيرها. [الدرّ المختار ۲/۷۰۴] ③ ولو تلاها في الصلوة سجدها فيها لا خارجها، وإلا لم يسجد أثم فتلزمه التوبة. [الدرّ المختار وردّ المحتار ۲/۷۰۵ والبحر ۲/۱۹۳] ④ راكبان كل منهما يصلي صلوة نفسه، فتلا أحدهما آية مرتين والآخر آية أخرى مرة وسمع كل من الآخر، فعلى الأوّل سجدتان: إحداهما في الصلوة لقراءته، والأخرى بعد الفراغ لقراءة صاحبه لأنها لاتكون صلاتية. وعلى الثاني سجدة في صلاته لقراءته، وسجدتان بعد الفراغ لتلاوتي صاحبه على رواية النوادر، و واحدة في ظاهر الرواية، وعليه الاعتماد؛ لأن السامع مكانه واحد، و كذا التالي. [ردّ المحتار ۲/۷۱۶] ⑤ وتؤدى بركوع صلوة إذا كان على الفور من قراءة آية أو آيتين، و كذا الثلاث على الظاهر كما في البحر إن نواه وتؤدى بسجودها كذلك وإن لم ينو. [الدرّ المختار ۲/۷۰۶] ⑥ يكره للإمام أن يتلو آية السجدة في صلوة يخافت فيها بالقراءة، و كذا لا ينبغي أن يقرأها في الجمعة والعيدين. [البحر ۲/۱۹۱]

مقتدیوں کے اشتباہ کا خوف ہے۔

میت کے غسل کے مسائل

مسئلہ: ① اگر کوئی شخص دریا میں ڈوب کر مرگیا ہو تو وہ جس وقت نکالا جائے اُس کا غسل دینا فرض ہے، پانی میں ڈوبنا غسل کے لئے کافی نہ ہوگا، اس لئے کہ میت کا غسل دینا زندوں پر فرض ہے، اور ڈوبنے میں کوئی ان کا فعل نہیں ہوا۔ ہاں اگر نکالتے وقت غسل کی نیت سے اس کو پانی میں حرکت دے دی جائے تو غسل ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر میت کے اوپر پانی برس جائے یا اور کسی طرح سے پانی پہنچ جائے تب بھی اس کا غسل دینا فرض رہے گا۔

مسئلہ: ② اگر کسی آدمی کا صرف سر کہیں دیکھا جائے تو اس کو غسل نہ دیا جائے گا، بلکہ یوں ہی دفن کر دیا جائے گا۔ اور اگر کسی آدمی کا بدن نصف سے زیادہ کہیں ملے تو اس کا غسل دینا ضروری ہے، خواہ سر کے ساتھ ملے یا بے سر کے۔ اور اگر نصف سے زیادہ نہ ہو بلکہ نصف ہو تو اگر سر کے ساتھ ملے تو غسل دیا جائے گا، ورنہ نہیں۔ اور اگر نصف سے کم ہو تو غسل نہ دیا جائے گا خواہ سر کے ساتھ ہو یا بے سر کے۔

مسئلہ: ③ اگر کوئی میت کہیں دیکھی جائے اور کسی قرینے سے یہ معلوم نہ ہو کہ یہ مسلمان تھا یا کافر، تو اگر دارالاسلام ④ میں یہ واقعہ ہوا تو اس کو غسل دیا جائے گا اور نماز بھی پڑھی جائے گی۔

مسئلہ: ⑤ اگر مسلمانوں کی نعشیں کافروں کی نعشوں میں مل جائیں اور کوئی تمیز نہ باقی رہے تو ان سب کو غسل دیا جائے گا۔ اور اگر تمیز باقی ہو تو مسلمانوں کی نعشیں علیحدہ کرلی جائیں اور صرف اُن ہی کو غسل دیا جائے، کافروں کی نعشوں کو غسل نہ دیا جائے۔

---

① لو وجد میت فی الماء فلا بد من غسله ثلاثا لأنا أمرنا بالغسل، فيحركه في الماء بنية الغسل ثلاثاً. [الدرّالمختار ۳/۱۰۸ والبحر ۲/۲۷٤] ② وجد رأس آدمي أو أحد شقيه لا يغسل ولا يصلى عليه بل يدفن، إلا أن يوجد أكثر من نصفه ولو بلا رأس، وكذا يغسل لو وجد النصف مع الرأس. [الدرّالمختار و ردّالمحتار ۳/۱۰۷ والبحر ۲/۲۷٥] ③ لو لم يدر أمسلم أم كافر، ولا علامة، فإن في دارنا، غسل وصلى عليه، وإلا لا. [الدرّالمختار ۳/۱۰۹ والبحر ۲/۲۷٥ والهندية ۱/۱۷٤]

④ یہاں مراد اس سے وہ جگہ ہے جہاں مسلمان زیادہ بستے ہوں۔ (محشی) ⑤ اختلط موتانا بكفار ولا علامة، اعتبر الأكثر، فإن استووا غسلوا. [الدرّالمختار وردّالمحتار ۳/۱۰۹ والبحر ۲/۲۷٥) في الشامي: إن كان بالمسلمين علامة فلا إشكال في إجراء أحكام المسلمين عليهم. [ردّالمحتار ۳/۱۰۹ والهندية ۱/۱۷٤]

مسئلہ:[1] اگر کسی مسلمان کا کوئی عزیز کافر ہو اور وہ مر جائے تو اُس کی نعش اُس کے ہم مذہب کو دے دی جائے۔ اگر اس کا کوئی ہم مذہب نہ ہو، یا ہو مگر لینا قبول نہ کرے، تو بدرجۂ مجبوری وہ مسلمان اس کافر کو غسل دے، مگر نامسنون طریقے سے یعنی اس کو وضو نہ کرائے، اور سر اس کا نہ صاف کرایا جائے، کافور وغیرہ اُس کے بدن میں نہ ملا جائے، بلکہ جس طرح نجس چیز کو دھوتے ہیں اسی طرح اس کو دھوئیں، اور کافر دھونے سے پاک نہ ہوگا، حتیٰ کہ اگر کوئی شخص اس کو لئے ہوئے نماز پڑھے تو اس کی نماز درست نہ ہوگی۔

مسئلہ:[2] باغی لوگ یا ڈاکہ زن اگر مارے جائیں تو اُن کے مُردوں کو غسل نہ دیا جائے، بشرطیکہ عین لڑائی کے وقت مارے گئے ہوں۔

مسئلہ:[3] مُرتد اگر مر جائے تو اسکو بھی غسل نہ دیا جائے، اور اگر اسکے اہل مذہب اسکی نعش مانگیں تو انکو بھی نہ دی جائے۔

مسئلہ:[4] اگر پانی نہ ہونے کے سبب سے کسی میت کو تیمم کرایا گیا ہو اور پھر پانی مل جائے تو اُس کو غسل دے دینا چاہیے۔

میت کے کفن کے بعض مسائل

مسئلہ:[5] اگر انسان کا کوئی عضو یا نصف جسم بغیر سر کے پایا جائے، تو اس کو بھی کسی نہ کسی کپڑے میں لپیٹ دینا کافی ہے۔ ہاں اگر نصف جسم کے ساتھ سر بھی ہو، یا نصف سے زیادہ حصہ جسم کا ہو گو سر بھی نہ ہو تو پھر کفن مسنون دینا چاہیے۔

---

[1] ويغسل المسلم ويكفن ويدفن قريبه كخاله الكافر الأصلي عند الاحتياج، فلو له قريب فالأولى تركه لهم من غير مراعاة السنة، فيغسله غسل الثوب النجس، ويلفه في خرقة ويلقيه في حفرة، ولا يكون الغسل طهارة له حتى لو حمله إنسان لم تجز صلوته. [الدرّ المختار ۳/۱۵۸ والبحر ۲/۲۹۸ الهداية ۱/۴۲۲] [2] وهي فرض على كل مسلم مات خلا أربعة: بغاة، وقطاع طريق، فلا يغسلون ولا يصلى عليهم إذا قتلوا في الحرب. [الدرّ المختار ۳/۱۲۵ والهندية ۱/۱۷۵] [3] أما المرتد فلا يغسل ولا يكفن، وإنما يلقى في حفرة كالكلب، ولا يدفع إلى من انتقل إلى دينهم. [البحر ۲/۲۹۹ وردّالمحتار ۳/۱۵۸] [4] يمّم لفقد ماء وصلى عليه، ثم وجدوه غسلوه وصلوا ثانياً. [الدرّ المختار ۳/۱۱۱] [5] لو وجد طرف من أطراف إنسان أو نصفه مشقوقاً طولاً أو عرضاً يلف في خرقة إلا إذا كان معه الرأس فيكفن. [ردّالمحتار ۳/۱۱۷]

مسئلہ: [1] کسی انسان کی قبر کھل جائے، یا اور کسی وجہ سے اُس کی نعش باہر نکل آئے، اور کفن نہ ہو تو اس کو بھی کفن مسنون دینا چاہئے، بشرطیکہ وہ نعش پھٹی نہ ہو، اور اگر پھٹ گئی ہو تو کسی کپڑے میں لپیٹ دینا کافی ہے (مسنون کفن کی حاجت نہیں)۔

جنازے کی نماز کے مسائل

[2] نمازِ جنازہ در حقیقت اس میت کے لئے دعا ہے ارحم الراحمین سے۔

مسئلہ: [3] نمازِ جنازہ کے واجب ہونے کی وہی سب شرطیں ہیں جو اور نمازوں کے لئے ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔ ہاں اس میں ایک شرط اور زیادہ ہے، وہ یہ کہ اس شخص کی موت کا علم بھی ہو، پس جس کو یہ خبر نہ ہوگی وہ معذور ہے، نمازِ جنازہ اس پر ضروری نہیں۔

مسئلہ: [4] نمازِ جنازہ کے صحیح ہونے کے لئے دو قسم کی شرطیں ہیں: ایک قسم کی وہ شرطیں ہیں جو نماز پڑھنے والوں سے تعلق رکھتی ہیں، وہ وہی ہیں جو اور نمازوں کے لئے اوپر بیان ہو چکیں یعنی طہارت، ستر عورت، استقبالِ قبلہ، نیت۔ ہاں وقت اس کیلئے شرط نہیں اور اس کیلئے تیمم نماز نہ ملنے کے خیال سے جائز ہے، مثلاً نمازِ جنازہ ہو رہی ہو اور وضو کرنے میں یہ خیال ہو کہ نماز ختم ہو جائے گی تو تیمم کر لے، بخلاف اور نمازوں کے کہ ان میں اگر وقت کے چلے جانے کا خوف ہو تو بھی تیمم جائز نہیں۔

مسئلہ: [5] آج کل بعضے آدمی جنازے کی نماز جوتے پہنے ہوئے پڑھتے ہیں، اُن کے لئے یہ امر ضروری ہے کہ وہ

---

[1] وآدمي منبوش طري لم يتفسخ يكفن كالذي لم يدفن مرة بعد أخرى، وإن تفسخ كفن في ثوب واحد. [الدرّالمختار ۱۱۷/۳] [2] إن صلوة الجنازة هي الدعاء للميّت إذهو المقصود منها. [ردّالمحتار ۱۲۵/۳] [3] أما شروط وجوبها فهي شروط بقية الصلوٰت من القدرة والعقل والبلوغ والإسلام مع زيادة العلم بموته. [ردّالمحتار ۱۲۱/۳ و البحر ۲۸۲/۲]

[4] وأما الشروط التي ترجع إلى المصلي فهي شروط بقية الصلوٰت من الطهارة الحقيقية بدناً وثوباً ومكاناً والحكمية، وستر العورة والاستقبال والنية سوى الوقت، وجاز (التيمم) لخوف فوت صلوٰة جنازة ولو كان الماء قريبا. [ردّالمحتار ۱۲۱/۲ والدرّالمختار ۴۵۵/۱ والبحر ۲۸۳/۱] [5] لوقام على النجاسة وفي رجليه نعلان لم يجز، ولو افترش نعليه وقام عليهما جازت وبهذا يعلم ما يفعل في زماننا من القيام على النعلين في صلوٰة الجنازة لكن لابدمن طهارة النعلين. [البحر ۲۸۳/۲]

جگہ جس پر کھڑے ہوئے ہوں اور جوتے، دونوں پاک ہوں اور اگر جوتا پیر سے نکال دیا جائے اور اس پر کھڑے ہوں تو صرف جوتے کا پاک ہونا ضروری ہے۔[1] اکثر لوگ اس کا خیال نہیں کرتے اور ان کی نماز نہیں ہوتی۔ دوسری قسم کی وہ شرطیں ہیں جن کو میت سے تعلق ہے، وہ چھ ہیں:[2]

شرط (۱) میت کا مسلمان ہونا، پس کافر اور مرتد کی نماز صحیح نہیں، مسلمان اگرچہ فاسق یا بدعتی ہو اس کی نماز صحیح ہے، سوائے اُن لوگوں کے جو بادشاہ برحق سے بغاوت کریں یا ڈاکہ زنی کرتے ہوں، بشرطیکہ یہ لوگ بادشاہِ وقت سے لڑائی کی حالت میں مقتول ہوں، اور اگر بعد لڑائی کے یا اپنی موت سے مرجائیں تو پھر اُن کی نماز پڑھی جائے گی، اسی طرح جس شخص نے اپنے باپ یا ماں کو قتل کیا ہو، اور اس کی سزا میں وہ مارا جائے تو اس کی نماز بھی نہ پڑھی جائے گی، اور ان لوگوں کی نماز زجراً نہیں پڑھی جاتی، جس شخص نے اپنی جان خودکشی کر کے دی ہو تو اس پر نماز پڑھنا صحیح یہ ہے کہ درست ہے۔

مسئلہ:[3] جس (نابالغ) لڑکے کا باپ یا ماں مسلمان ہو وہ لڑکا مسلمان سمجھا جائے گا، اور اس کی نماز پڑھی جائے گی۔

مسئلہ:[4] میت سے مُراد وہ شخص ہے جو زندہ پیدا ہو کر مر گیا ہو۔ اور اگر مرا ہوا بچہ پیدا ہو تو اس کی نماز درست نہیں۔

شرط (۲)[5] میت کے بدن اور کفن کا نجاستِ حقیقیہ اور حکمیہ سے طاہر ہونا۔ ہاں اگر نجاستِ حقیقیہ اس کے بدن سے (بعد غسل) خارج ہوئی ہو اور اس سبب سے اس کا بدن بالکل نجس ہو جائے تو کچھ مضائقہ نہیں، نماز درست ہے۔

مسئلہ:[6] اگر کوئی میت نجاستِ حکمیہ سے طاہر نہ ہو یعنی اس کو غسل نہ دیا گیا ہو یا بصورت ناممکن ہونے غسل کے

---

[1] یعنی جوتے کا اوپر سے پاک ہونا ضروری ہے خواہ تلا ناپاک ہو۔ (شبیر علی) [2] وشرطها ستة: إسلام الميت ـــــ خلا بغاة وقطاع طريق فلا يغسلوا ولا يصلى عليهم إذا قتلوا في الحرب، ولو بعده صلى عليهم، من قتل نفسه ولو عمدا يغسل ويصلى عليه به يفتى، ولا يصلى على قاتل أحد أبويه إهانة له. [الدر المختار ۳/۱۲۱ - ۳/۱۲۸] [3] أسلم أحد أبويه يجعل مسلما تبعا، سواء كان الصغير عاقلا أو لم يكن؛ لأن الولد يتبع خير الأبوين دينا. [الشامية ۳/۱۵۵] [4] المراد بالميت: من مات بعد ولادته حياً. [ردّالمحتار ۳/۱۲۱] ومن استهل صلى عليه وإلا لا. [البحر ۲/۲۹٤] [5] الطهارة من النجاسة في ثوب وبدن ومكان، وستر العورة شرط في حق الميت والإمام جميعاً، وكذا لو تنجس بدنه بما خرج منه إن كان قبل أن يكفن غسل، وبعده لا. [الدرّالمختار و ردّالمحتار ۳/۱۲۲] [6] ولا تصح على من لم يغسل ـــــ وهذا الشرط عند الإمكان، فلو دفن بلا غسل ولم يمكن إخراجه إلا بالنبش صلى على قبره بلا غسل للضرورة، ولو صلى عليه بلا غسل جهلا مثلا ولا يخرج إلا بالنبش تعاد لفساد الأولى. [البحر ۲/۲۸۲ و ردّالمحتار ۳/۱۲۱-۱۲۲]

تیمم نہ کرایا گیا ہو، اس کی نماز درست نہیں ہاں اگر اس کا ظاہر ہونا ممکن نہ ہو مثلاً بے غسل یا تیمم کرائے ہوئے دفن کر چکے ہوں اور قبر پر مٹی بھی پڑ چکی ہو، تو پھر اس کی نماز اس کی قبر پر اسی حالت میں پڑھنا جائز ہے۔ اگر کسی میت پر بے غسل یا تیمم کے نماز پڑھی گئی ہو اور وہ دفن کر دیا گیا ہو اور بعد دفن کے علم ہو کہ اس کو غسل نہ دیا گیا تھا، تو اس کی نماز دوبارہ اس کی قبر پر پڑھی جائے، اس لئے کہ پہلی نماز صحیح نہیں ہوئی۔ ہاں اب چونکہ غسل ممکن نہیں، لہٰذا نماز ہو جائے گی۔

مسئلہ:[1] اگر کوئی مسلمان بے نماز پڑھے ہوئے دفن کر دیا گیا ہو تو اس کی نماز اس کی قبر پر پڑھی جائے جب تک کہ اس کی نعش پھٹ جانے کا اندیشہ نہ ہو۔ جب خیال ہو کہ اب نعش پھٹ گئی ہوگی تو پھر نماز نہ پڑھی جائے، اور نعش پھٹنے کی مدت ہر جگہ کے اعتبار سے مختلف ہے، اس کی تعیین نہیں ہوسکتی یہی اصح ہے، اور بعض نے تین دن اور بعض نے دس دن اور بعض نے ایک ماہ مدت بیان کی ہے۔

مسئلہ:[2] میت جس جگہ رکھی ہو اس جگہ کا پاک ہونا شرط نہیں۔ اگر میت پاک پلنگ یا تخت پر ہو اور اگر پلنگ یا تخت بھی ناپاک ہو یا میت کو بدون پلنگ وتخت کے ناپاک زمین پر رکھ دیا جائے، تو اس صورت میں اختلاف ہے: بعض کے نزدیک طہارت مکان میت شرط ہے، اس لئے نماز نہ ہوگی، اور بعض کے نزدیک شرط نہیں، لہٰذا نماز صحیح ہو جائے گی۔

شرط (۳) میت[3] کے جسم واجب الستر[4] کا پوشیدہ ہونا۔ اگر میت بالکل برہنہ ہو تو اس کی نماز درست نہیں۔

شرط (۴) میت[5] کا نماز پڑھنے والے کے آگے ہونا۔ اگر میت نماز پڑھنے والے کے پیچھے ہو تو نماز درست نہیں۔

شرط (۵) میت[6] کا یا جس چیز پر میت ہو اس کا زمین پر رکھا ہوا ہونا۔ اگر میت کو لوگ اپنے ہاتھوں پر اٹھائے ہوئے ہوں، یا کسی گاڑی یا جانور پر ہو اور اسی حالت میں نماز پڑھی جائے تو صحیح نہ ہوگی۔

شرط (۶) میت کا وہاں موجود ہونا۔ اگر میت وہاں نہ موجود ہو تو نماز صحیح نہ ہوگی۔

---

(۱) وإن دفن وأهيل عليه التراب بغير صلوة صلى على قبره مالم يغلب على الظن تفسخه من غير تقدير، وهو الأصح، وقيل يقدر بثلثة أيام، وقيل عشرة، وقيل شهر. [الدّرّالمختار والشامية ۱۴۶/۳، ۱۴۷ و البحر ۲۸۷/۲] (۲) سئل قاضي خان عن طهارة مكان الميت هل تشترط لجواز الصلوة عليه، قال: إن كان الميت على الجنازة لاشك أنه يجوز، وإلا فلا رواية لهذا، وينبغي الجواز. [ردّالمحتار ۱۲۲/۳ و البحر ۲۸۳/۲] (۳) وهي ستر العورة، وحضور الميت، وكونه أو أكثره أمام المصلي، وكونه للقبلة. فلا تصح على غائب ومحمول على نحو دابة أي كمحمول على أيدي الناس وموضوع خلفه. [الدّرّالمختار والشامية ۱۲۱/۳-۱۲۳] (۴) یعنی بدن کا وہ حصہ جس کا چھپانا واجب اور ضروری ہو۔ (۵)(۶) دیکھو حاشیہ شرط نمبر ۳ کا۔

مسئلہ[۱] نماز جنازہ میں دو چیزیں فرض ہیں: (۱) چار مرتبہ اللہ اکبر کہنا۔ ہر تکبیر یہاں قائم مقام ایک رکعت[۲] کے سمجھی جاتی ہے۔ (۲) قیام یعنی کھڑے ہو کر نماز جنازہ پڑھنا، جس طرح فرض و واجب نمازوں میں قیام فرض ہے، اور بے عذر کے اس کا ترک جائز نہیں۔ عذر کا بیان (نماز کے بیان میں) اوپر ہو چکا ہے۔

مسئلہ[۳] رکوع، سجدہ، قعدہ وغیرہ اس نماز میں نہیں۔

مسئلہ[۴] نماز جنازہ میں تین چیزیں مسنون ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ کی حمد کرنا، (۲) نبی ﷺ پر درود پڑھنا، (۳) میت کے لئے دعا کرنا۔ جماعت اس میں شرط نہیں، پس اگر ایک شخص بھی جنازے کی نماز پڑھ لے تو فرض ادا ہو جائے گا خواہ وہ (نماز پڑھنے والا) عورت ہو یا مرد بالغ ہو یا نابالغ۔

مسئلہ ہاں یہاں جماعت کی ضرورت زیادہ ہے اس لئے کہ یہ دُعا ہے میت کے لئے، اور چند مسلمانوں کا جمع ہو کر بارگاہِ الٰہی میں کسی چیز کے لئے دعا کرنا ایک عجیب خاصیت رکھتا ہے نزولِ رحمت اور قبولیت کے لئے۔

مسئلہ[۵] نماز جنازہ کا مسنون و مستحب طریقہ یہ ہے کہ میت کو آگے رکھ کر امام اس کے سینہ کے مقابل کھڑا ہو جائے، اور سب لوگ یہ نیت کریں: نَوَیْتُ اَنْ اُصَلِّيَ صَلٰوةَ الْجَنَازَةِ لِلّٰهِ تَعَالٰى وَدُعَاءً لِلْمَيِّتِ یعنی میں نے یہ ارادہ کیا کہ نماز جنازہ پڑھوں جو خدا کی نماز ہے اور میت کے لئے دُعا ہے، یہ نیت کر کے دونوں ہاتھ مثل تکبیر تحریمہ کے کانوں تک اٹھا کر ایک مرتبہ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر دونوں ہاتھ مثل نماز کے باندھ لیں، پھر سُبْحَانَكَ

---

[۱] ورکنها شيئان: التكبيرات الأربع، والقيام، فلم تجز قاعدا بلاعذر. [الدرّالمختار ۳/۱۲۴ البحر ۲/۲۸۸] [۲] یعنی جیسے رکعت ضروری ہے ویسے ہی ہر تکبیر ضروری ہے اور اس نماز کے ارکان تکبیریں اور قیام ہیں۔ (محشی) [۳] في صلوة مطلقة وهي ذات الركوع والسجود خرج الجنازة. [الدرّالمختار والشامية ۲/۳۸۲] [۴] وسنتها ثلثة: التحميد، والثناء (و الصلوة على النبي ﷺ)، والدعاء فيها [الدرّالمختار ۳/۱۲۴]. ونبين أنه لاتستحب صلوة الجماعة فيها، لكن نقل في الأحكام عن جامع الفتاوى: سقوطها بفعله أي الصبي الخ. [ردّالمحتار ۳/۱۲۲ والبحر ۲/۲۸۳] [۵] وهي أربع تكبيرات يرفع يديه في الأولى فقط ويثني بعدها وهو: سبحانك اللهم وبحمدك، ويصلي على النبي ﷺ بعد الثانية، ويدعو بعد الثالثة بأمور الآخرة، ومن المأثور: اللّٰهم اغفر لحينا وميتنا وشاهدنا الخ — اللهم اغفرله وارحمه وعافه واعف عنا الخ. ويسلم بلادعاء بعد الرابعة تسليمتين ناويا الميت مع القوم، ويسر الكل إلا التكبير ولاقراءة ولا تشهد فيها، ولا يستغفر فيها لصبي ومجنون، بل يقول بعد دعاء البالغين: اللّٰهم اجعله لنا فرطا واجعله لنا أجرا وذخرا وشافعا ومشفعا، ويقوم الإمام ندبا بحذاء الصدر مطلقاً للرجل والمرأة، الشامل للصغير والصغيرة. [الدرّالمختار ۳/۱۲۸-۱۳۴ والهندية ۱/۱۸۰ البحر ۲/۲۸۸-۲۹۰]

اَللّٰھُمَّ آخر تک پڑھیں۔ اس کے بعد پھر ایک بار اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہیں، مگر اس مرتبہ ہاتھ نہ اٹھائیں، بعد اس کے درود شریف پڑھیں، اور بہتر یہ ہے کہ وہی درود پڑھا جائے جو نماز میں پڑھا جاتا ہے، پھر ایک مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہیں، اس مرتبہ بھی ہاتھ نہ اُٹھائیں اس تکبیر کے بعد میّت کے لیے دعا کریں، اگر وہ بالغ ہو تو خواہ مرد ہو یا عورت یہ دُعا پڑھیں: ''اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاھِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا وَذَکَرِنَا وَاُنْثَانَا. اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَہٗ مِنَّا فَاَحْیِہٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّیْتَہٗ مِنَّا فَتَوَفَّہٗ عَلَی الْاِیْمَانِ'' اور بعض احادیث میں یہ دُعا بھی وارد ہوئی ہے: ''اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ وَارْحَمْہُ وَعَافِہٖ وَاعْفُ عَنْہُ وَاَکْرِمْ نُزُلَہٗ وَوَسِّعْ مَدْخَلَہٗ وَاغْسِلْہُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرْدِ وَنَقِّہٖ مِنَ الْخَطَایَا کَمَا یُنَقَّی الثَّوْبُ الْاَبْیَضُ مِنَ الدَّنَسِ وَاَبْدِلْہُ دَارًا خَیْرًا مِّنْ دَارِہٖ وَاَھْلًا خَیْرًا مِّنْ اَھْلِہٖ وَزَوْجًا خَیْرًا مِّنْ زَوْجِہٖ وَاَدْخِلْہُ الْجَنَّۃَ وَاَعِذْہُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ'' اور اگر ان دونوں دُعاؤں کو پڑھ لے تب بھی بہتر ہے، بلکہ علامہ شامی رحمہ اللہ نے ''ردالمحتار'' میں دونوں دعاؤں کو ایک ہی میں ملا کر لکھا ہے۔ ان دونوں دُعاؤں کے سوا اور دعائیں بھی احادیث میں آئی ہیں، اور ان کو ہمارے فقہاء نے بھی نقل کیا ہے، جس دُعا کو چاہے اختیار کرلے، اور اگر میّت نابالغ لڑکا ہو تو یہ دُعا پڑھے، ''اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْہُ لَنَا اَجْرًا وَّذُخْرًا وَّاجْعَلْہُ لَنَا شَافِعًا وَّ مُشَفَّعًا'' اور اگر نابالغ لڑکی ہو تو بھی یہی دعا ہے، صرف اتنا فرق ہے کہ تینوں اِجْعَلْہُ کی جگہ اِجْعَلْھَا اور شَافِعًا وَّ مُشَفَّعًا کی جگہ شَافِعَۃً وَّ مُشَفَّعَۃً پڑھیں۔ جب یہ دعا پڑھ چکیں تو پھر ایک مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہیں، اور اس مرتبہ بھی ہاتھ نہ اُٹھائیں اور اس تکبیر کے بعد سلام پھیر دیں جس طرح نماز میں سلام پھیرتے ہیں۔ اس نماز میں التحیات اور قرآن مجید کی قراءت وغیرہ نہیں ہے۔

مسئلہ:[1] نمازِ جنازہ امام اور مقتدی دونوں کے حق میں یکساں ہے، صرف اس قدر فرق ہے کہ امام تکبیریں اور سلام بلند آواز سے کہے گا اور مقتدی آہستہ آواز سے، باقی چیزیں یعنی ثنا اور درود اور دُعا مقتدی بھی آہستہ آواز سے پڑھیں گے اور امام بھی آہستہ آواز سے پڑھے گا۔

---

[1] ویخافت في الکل إلا في التکبیر، ولا یقرأ فیھا القرآن، ولا یرفع یدیہ إلا في التکبیرۃ الأولیٰ، والإمام والقوم فیہ سواء. [الھندیۃ ۱/۱۸۰]

مسئلہ ۱۵: [1] جنازے کی نماز میں مستحب ہے کہ حاضرین کی تین صفیں کر دی جائیں، یہاں تک کہ اگر صرف سات آدمی ہوں تو ایک آدمی ان میں سے امام بنا دیا جائے، اور پہلی صف میں تین آدمی کھڑے ہوں، دوسری میں دو، اور تیسری میں ایک۔

مسئلہ ۱۶: [2] جنازہ کی نماز بھی اُن چیزوں سے فاسد ہو جاتی ہے جن چیزوں سے دوسری نمازوں میں فساد آتا ہے۔ صرف اس قدر فرق ہے کہ جنازہ کی نماز میں قہقہہ سے وضو نہیں جاتا، اور عورت کی محاذات سے بھی اس میں فساد نہیں آتا۔

مسئلہ ۱۷: [3] جنازے کی نماز اس مسجد میں پڑھنا مکروہ تحریمی ہے جو پنج وقتی نمازوں یا جمعے یا عیدین [4] کے لئے بنائی گئی ہو، خواہ جنازہ مسجد کے اندر ہو یا مسجد سے باہر ہو اور نماز پڑھنے والے اندر ہوں۔ ہاں جو خاص جنازہ کی نماز کیلئے بنائی گئی ہو اس میں مکروہ نہیں۔

مسئلہ ۱۸: [5] میت کی نماز میں اس غرض سے زیادہ تاخیر کرنا کہ جماعت زیادہ ہو جائے مکروہ ہے۔

مسئلہ ۱۹: [6] جنازے کی نماز بیٹھ کر یا سواری کی حالت میں پڑھنا جائز نہیں جبکہ کوئی عذر نہ ہو۔

مسئلہ ۲۰: [7] اگر ایک ہی وقت میں کئی جنازے جمع ہو جائیں تو بہتر یہ ہے کہ ہر جنازے کی نماز علیحدہ پڑھی جائے،

---

[1] إذا كان القوم سبعة قاموا ثلثة صفوف، يتقدم واحد وثلثة بعده واثنان بعد هم وواحد بعدهما. [الهندية ١/ ١٨٠] [2] وتفسد صلوة الجنازة بما تفسد به سائر الصلوات إلا محاذاة المرأة. [الهندية ١/ ١٨٠] ولو قهقه في سجدة التلاوة أو في صلوة الجنازة تبطل ما كان فيها ولا تنقض الطهارة. [الهندية ١/ ١٥] [3] وكرهت تحريماً في مسجد جماعة هو أي الميت فيه وحده أو مع القوم. واختلف في الخارجة عن المسجد وحده أو مع بعض القوم، والمختار الكراهة مطلقاً. [الدرالمختار ٣/ ١٤٨ و البحر ٢/ ٢٩٢] في الهندية: أما المسجد الذي بني لأجل صلوة الجنازة فلا تكره فيه. [١/ ١٨١] [4] عیدگاہ میں فقہاء کے دو قول ہیں: بعض اس کو مسجد کے حکم میں کہتے ہیں اور بعض انکار کرتے ہیں، جو مسجد کے حکم میں نہیں مانتے وہ عیدگاہ میں نماز جنازہ کو جائز کہتے ہیں۔ (ف)

[5] كره تأخير صلاته ودفنه ليصلي عليه جمع عظيم بعد صلاة الجمعة. [الدرالمختار ٣/ ١٦٠] [6] ولم تجز الصلوة عليها راكباً ولا قاعداً بغير عذر. [الدرالمختار ٣/ ١٤٧] [7] وإذا اجتمعت الجنائز فإفراد الصلوة على كل واحدة أولى من الجمع، وإن جمع جاز، ثم إن شاء جعل الجنائز صفا واحداً وقام عند أفضلهم، وإن شاء جعلها صفا مما يلي القبلة واحداً خلف واحد بحيث يكون صدر كل جنازة مما يلي الإمام ليقوم بحذاء صدر الكل، وإن جعلها درجاً فحسن لحصول المقصود، وراعي الترتيب المعهود خلفه حالة الحيوة، فيقرب منه الأفضل فالأفضل، الرجل مما يليه، فالصبي فالخنثى فالبالغة فالمراهقة والصبي الحريقدم على العبد، والعبد على المرأة. [الدرالمختار ٣/ ١٣٨ والهندية ١/ ١٨١]

اور اگر سب جنازوں کی ایک ہی نماز پڑھی جائے تب بھی جائز ہے، اور اس وقت چاہئے کہ سب جنازوں کی صف قائم کردی جائے، جس کی بہتر صورت یہ ہے کہ ایک جنازے کے آگے دوسرا جنازہ رکھ دیا جائے کہ سب کے پیر ایک طرف ہوں اور سب کے سر ایک طرف، اور یہ صورت اس لئے بہتر ہے کہ اس میں سب کا سینہ امام کے مقابل ہو جائے گا جو مسنون ہے۔

مسئلہ ۲۱: [1] اگر جنازے مختلف اصناف (قسموں) کے ہوں تو اس ترتیب سے اُن کی صف قائم کی جائے کہ امام کے قریب مردوں کے جنازے، ان کے بعد لڑکوں کے، اور ان کے بعد بالغہ عورتوں کے، ان کے بعد نابالغہ لڑکیوں کے۔

مسئلہ ۲۲: [2] اگر کوئی شخص جنازہ کی نماز میں ایسے وقت پہنچا کہ کچھ تکبیریں اس کے آنے سے پہلے ہو چکی ہوں تو جس قدر تکبیریں ہو چکی ہوں اُن کے اعتبار سے وہ شخص مسبوق سمجھا جائے گا، اور اس کو چاہئے کہ فوراً آتے ہی مثل اور نمازوں کے تکبیر تحریمہ کہہ کر شریک نہ ہو جائے، بلکہ امام کی تکبیر کا انتظار کرے، جب امام تکبیر کہے تو اس کے ساتھ یہ بھی تکبیر کہے، اور یہ تکبیر اس کے حق میں تکبیر تحریمہ ہوگی۔ پھر جب امام سلام پھیر دے تو یہ شخص اپنی گئی ہوئی تکبیروں کو ادا کرلے، اور اس میں کچھ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ اگر کوئی شخص ایسے وقت پہنچے کہ امام چوتھی تکبیر بھی کہہ چکا ہو تو وہ شخص اس تکبیر کے حق میں مسبوق نہ سمجھا جائے گا، اس کو چاہئے کہ فوراً تکبیر کہہ کر امام کے سلام سے پہلے شریک ہو جائے اور ختم نماز کے بعد اپنی گئی ہوئی تکبیروں کا اعادہ کرلے (لوٹالے)۔

مسئلہ ۲۳: [3] اگر کوئی شخص تکبیر تحریمہ یعنی پہلی تکبیر یا کسی اور تکبیر کے وقت موجود تھا، اور نماز میں شرکت کے لئے مستعد تھا مگر سستی یا اور کسی وجہ سے شریک نہ ہوا تو اس کو فوراً تکبیر کہہ کر شریک نماز ہو جانا چاہئے۔ امام کی دوسری

---

[1] دیکھو حاشیہ مسئلہ ۲۰ باب ہٰذا۔ [2] والمسبوق ببعض التكبيرات لا يكبر في الحال، بل ينتظر تكبير الإمام ليكبر معه كما لا ينتظر الحاضر في حال التحريمة، ثم يكبر ان أي المسبوق والحاضر مافاتهما بعد الفراغ نسقا بلا دعاء إن خشيا رفع الميت على الأعناق، فلو جاء المسبوق بعد تكبيرة الإمام الرابعة فاتته الصلوة لتعذر الدخول في تكبيرة الإمام، وعند أبي يوسف يدخل لبقاء التحريمة، فإذا سلم الإمام كبر ثلاثاً، وعليه الفتوى. [الدرالمختار ۳/۱۳۴ والبحر ۲/۲۹۰] [3] وإن كان مع الإمام فتغافل ولم يكبر مع الإمام، أو كان في النية بعد فأخر التكبير فإنه يكبر ولا ينتظر تكبيرة الإمام الثانية في قولهما لأنه لما كان مستعداً جعل بمنزلة المشارك. [الهندية ۱/۱۸۱ و ردالمحتار ۳/۱۳۵]

تکبیر کا اس کو انتظار نہ کرنا چاہئے، اور جس تکبیر کے وقت حاضر تھا اس تکبیر کا اعادہ اس کے ذمے نہ ہوگا، بشرطیکہ قبل اس کے کہ امام دوسری تکبیر کہے۔ یہ اس تکبیر کو ادا کرے گو امام کی معیت نہ ہو۔

مسئلہ ۲۴: جنازے کی نماز کا مسبوق جب اپنی گئی ہوئی تکبیروں کو ادا کرے، اور خوف ہو کہ اگر دعا پڑھے گا تو دیر ہوگی، اور جنازہ اس کے سامنے سے اُٹھالیا جاوے گا تو دعا نہ پڑھے۔[1]

مسئلہ ۲۵: جنازے کی نماز میں اگر کوئی شخص لاحق ہو جائے تو اس کو وہی حکم ہے جو اور نمازوں کے لاحق کا ہے۔[2]

مسئلہ ۲۶: جنازے کی نماز میں امامت کا استحقاق سب سے زیادہ بادشاہِ وقت کو ہے، گو تقویٰ اور ورع[3] میں اس سے بہتر لوگ بھی وہاں موجود ہوں۔ اگر بادشاہِ وقت وہاں نہ ہو تو اس کا نائب یعنی جو شخص اُس کی طرف سے حاکمِ شہر ہو وہ مستحق امامت ہے، گو ورع اور تقویٰ میں اس سے افضل لوگ وہاں موجود ہوں۔ اور وہ بھی نہ ہو تو قاضیِ شہر۔ وہ بھی نہ ہو تو اس کا نائب۔ ان لوگوں کے ہوتے ہوئے دوسرے کا امام بنانا بلا اُن کی اجازت کے جائز نہیں، اُن ہی کا امام بنانا واجب ہے۔ اگر یہ لوگ کوئی وہاں موجود نہ ہوں تو اس محلّہ کا امام مستحق ہے، بشرطیکہ میّت کے اعزہ میں کوئی شخص اس سے افضل نہ ہو، ورنہ میّت کے وہ اعزہ جن کو حقِ ولایت حاصل ہے امامت کے مستحق ہیں یا وہ شخص جس کو وہ اجازت دیں۔ اگر بے اجازت ولی میّت کے کسی ایسے شخص نے نماز پڑھادی ہو جس کو امامت کا استحقاق نہیں، تو ولی کو اختیار ہے کہ پھر دوبارہ نماز پڑھے، حتیٰ کہ اگر میّت دفن ہو چکی ہو تو اس کی قبر پر نماز پڑھ سکتا ہے، تا وقتیکہ نعش کے پھٹ جانے کا خیال نہ ہو۔

مسئلہ ۲۷:[4] اگر بے اجازت ولی میّت کے کسی ایسے شخص نے نماز پڑھادی ہو جس کو امامت کا استحقاق ہے، تو پھر ولی

---

[1] ثم يكبران ما فاتهما بعد الفراغ نسقا بلا دعاء إن خشيا رفع الميت. [الدر المختار ۳/۱۳۶ والهندية ۱/۱۸۱ والبحر ۲/۲۹۰]

[2] اللاحق فيها كاللاحق في سائر الصلوات. [البحر ۲/۳۲۶] [3] ويقدم في الصلوة عليه السلطان إن حضر أو نائبه وهو أمير المصر، ثم القاضي، ثم صاحب الشرط، ثم خليفته، ثم خليفة القاضي، ثم إمام الحي بشرط أن يكون أفضل من الولي، وإلا فالولي أولى، ثم الولي بترتيب عصوبة الإنكاح، وله أي للولي الإذن لغيره فيها؛ فإن صلى غيره أي غير الولي ممن ليس له حق التقدم على الولي ولم يتابعه الولي أعاد الولي ولو على قبره مالم يتفرق. [الدر المختار ۳/۱۳۹-۱۴۴ والهندية ۱/۱۷۹ والبحر ۲/۲۸۱ - ۲/۲۸۶] [3] یہاں تقویٰ اور ورع دونوں کے ایک ہی معنی ہیں یعنی پرہیزگاری۔ (محشی) [4] وإن صلى هو أي الولي بحق بأن لم يحضر من يقدم عليه لا يصلي غيره بعده. [الدر المختار ۳/۱۴۶] في الشامية: لو صلى السلطان أو القاضي أو إمام۔

میت نماز کا اعادہ نہیں کر سکتا۔ اسی طرح اگر ولی میت نے بحالت نہ موجود ہونے بادشاہِ وقت وغیرہ کے نماز پڑھا دی ہو تو بادشاہِ وقت وغیرہ کو اعادہ کا اختیار نہیں ہے، بلکہ صحیح یہ ہے کہ اگر ولی میت بحالت موجود ہونے بادشاہِ وقت وغیرہ کے نماز پڑھ لے تب بھی بادشاہِ وقت وغیرہ کو اعادہ کا اختیار نہ ہوگا، گو ایسی حالت میں بادشاہِ وقت کے امام نہ بنانے سے ترکِ واجب کا گناہ اولیائے میت پر ہوگا۔ حاصل یہ کہ ایک جنازہ کی نماز کئی مرتبہ پڑھنا جائز نہیں، مگر ولی میت کو جبکہ اس کی بے اجازت کسی غیر مستحق نے نماز پڑھا دی ہو دوبارہ پڑھنا درست ہے۔

دفن کے مسائل

مسئلہ: [1] میت کا دفن کرنا فرض کفایہ ہے، جس طرح اس کا غسل اور نماز۔

مسئلہ: [2] جب میت کی نماز سے فراغت ہو جائے تو فوراً اس کو دفن کرنے کے لئے جہاں قبر کھدی ہو لے جانا چاہئے۔

مسئلہ: [3] اگر میت کوئی شیر خوار بچہ یا اس سے کچھ بڑا ہو تو لوگوں کو چاہئے کہ اس کو دست بدست لے جائیں، یعنی ایک آدمی اس کو اپنے دونوں ہاتھوں پر اُٹھا لے، پھر اس سے دوسرا آدمی لے لے۔ اسی طرح بدلتے ہوئے لے جائیں، اور اگر میت کوئی بڑا آدمی ہو تو اس کو کسی چارپائی وغیرہ پر رکھ کر لے جائیں، اور اس کے چاروں پایوں کو ایک ایک آدمی اُٹھائے۔ میت کی چارپائی ہاتھوں سے اُٹھا کر کندھوں[4] پر رکھنا چاہئے۔ مثل مال واسباب کے شانوں پر لادنا مکروہ ہے۔ اسی طرح بلا عذر اس کا کسی جانور یا گاڑی وغیرہ پر رکھ کر لے جانا بھی مکروہ ہے، اور عذر ہو تو بلا کراہت جائز ہے مثلاً قبرستان بہت دُور ہو۔

=الحي ولم يتابعه الولي ليس له الإعادة؛ لأنهم أولى منه. فليه نظر: إذلا يلزم من كونهم أولى منه أن تثبت لهم الإعادة إذا صلى بحضرتهم؛ لأنه صاحب الحق وإن ترك واجب احترام السلطان ونحوه. [الشامية ۳/۱۴۵] (۱) دفن الميت فرض على الكفاية. [الهندية ۱/۱۸۲] (۲) ويستحب الإسراع بتجهيزه كله. [مراقي الفلاح ۶۰۴] (۳) ويوخذ سريره بقوائمه الأربع، ويرفعونه أخذاً باليد لا وضعاً على العنق كما تحمل الأمتعة، وكره أن يحمل بين عمودي السرير من مقدمه أو مؤخره؛ لأن السنة فيه التربيع، ويكره حمله على الظهر والدابة، الصبي الرضيع أو الفطيم أو فوق ذلك قليلاً إذا مات فلا بأس بأن يحمله رجل واحد على يديه ويتداوله الناس بالحمل على أيديهم. [البحر ۲/۲۹۹ الهندية ۱/۱۷۸] يكره حمله على ظهر ودابة بلا عذر. [مراقي الفلاح ۶۰۳] (۴) یعنی ہر ایک کا اُٹھانا چاروں آدمیوں میں سے چالیس چالیس قدم ہو جائے۔ (محشی)

مسئلہ: (۱) میت کے اُٹھانے کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ پہلے اس کا اگلا داہنا پایا اپنے داہنے شانے پر رکھ کر کم سے کم دس قدم چلے، بعد اس کے پچھلا داہنا پایا اپنے داہنے شانے پر رکھ کر کم سے کم دس قدم چلے۔ بعد اس کے بایاں پایا اپنے بائیں شانے پر رکھ کر، پھر پچھلا بایاں پایا بائیں شانے پر رکھ کر کم سے کم دس دس قدم چلے، تاکہ چاروں پایوں کو ملا کر چالیس قدم ہو جائیں۔

مسئلہ: (۲) جنازے کا تیز قدم لے جانا مسنون ہے، مگر نہ اس قدر کہ نعش کو حرکت واضطراب ہونے لگے۔

مسئلہ: (۳) جو لوگ جنازے کے ہمراہ جائیں ان کو قبل اس کے کہ جنازہ شانوں سے اُتارا جائے بیٹھنا مکروہ ہے، ہاں اگر کوئی ضرورت بیٹھنے کی پیش آئے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

مسئلہ: (۴) جو لوگ جنازے کے ساتھ نہ ہوں بلکہ کہیں بیٹھے ہوئے ہوں اُن کو جنازے کو دیکھ کر کھڑا ہونا نہیں چاہئے۔

مسئلہ: (۵) جو لوگ جنازے کے ہمراہ ہوں اُن کو جنازے کے پیچھے چلنا مستحب ہے اگرچہ جنازے کے آگے بھی چلنا جائز ہے، ہاں اگر سب لوگ جنازے کے آگے ہو جائیں تو مکروہ ہے، اسی طرح جنازے کے آگے کسی سواری پر چلنا بھی مکروہ ہے۔

مسئلہ: (۶) جنازے کے ہمراہ پیادہ پا چلنا مستحب ہے، اور اگر کسی سواری پر ہو تو جنازے کے پیچھے چلے۔

مسئلہ: (۷) جنازے کے ہمراہ جو لوگ ہوں ان کو کوئی دعا یا ذکر بلند آواز سے پڑھنا مکروہ ہے۔ میت کی قبر کم سے کم

---

(۱) فإذا حمل الجنازة وضع ندباً مقدمها على يمينه عشر خطوات، ثم وضع مؤخرها على يمينه كذلك، ثم مقدمها على يساره، ثم مؤخرها كذلك. [الدرّ المختار ۳/۱۵۸ والهندية ۱/۱۷۸] (۲) ويسرع بها بلا خبب، وحد التعجيل المسنون: أن يسرع به بحيث لا يضطرب الميت على الجنازة. [الدرّ المختار و ردّ المحتار ۳/۱۶۰ والبحر ۲/۲۹۹] (۳) كما كره لمتبعها جلوس قبل وضعها. [الدرّ المختار ۳/۱۶۰ والبحر ۲/۳۰۰] (۴) ولا يقوم من مرت به جنازة ولم يرد المشي معها. [مراقي الفلاح ۶۰۷] (۵) وندب المشي خلفها ولو مشى أمامها جاز، ولكن إن تباعد عنها أو تقدم الكل أو ركب أمامها كره. [الدرّ المختار ۳/۱۶۱ البحر ۲/۳۰۰] (۶) أما الركوب خلفها فلا بأس به، والمشي أفضل. [الشامية ۳/۱۶۲ والبحر ۲/۳۰۰] (۷) وينبغي لمن تبع جنازة أن يطيل الصمت، ويكره رفع الصوت بالذكر وقراءة القرآن وغيرهما في الجنازة. [البحر ۲/۳۰۰ والدرّ المختار و الشامية ۳/۱۶۳] وحفر قبره مقدار نصف قامة، فعلم أن الأدنى نصف القامة والأعلى القامة، وطوله على قدر طول الميت، وعرضه على قدر نصف طوله، ويلحد، ولا يشق إلا في أرض رخوة. [الدرّ المختار و الشامية ۳/۱۶۳ والبحر ۲/۳۰۳]

اس کے نصف قد کے برابر گہری کھودی جائے، اور قد سے زیادہ نہ ہونی چاہئے، اور موافق اس کے قد کے لمبی ہو اور بغلی قبر بہ نسبت صندوقی کے بہتر ہے، ہاں اگر زمین بہت نرم ہو کہ بغلی کھودنے میں قبر کے بیٹھ جانے کا اندیشہ ہو تو پھر بغلی قبر نہ کھودی جائے۔

مسئلہ: [1] یہ بھی جائز ہے کہ اگر بغلی قبر نہ کُھد سکے تو میّت کو کسی صندوق میں رکھ کر دفن کر دیں، خواہ صندوق لکڑی کا ہو یا پتھر کا یا لوہے کا، مگر بہتر ہے کہ اس صندوق میں مٹی بچھا دی جائے۔

مسئلہ ۲: [2] جب قبر تیار ہو چکے تو میّت کو قبلے کی طرف سے قبر میں اُتار دیں، اُس کی صورت یہ ہے کہ جنازہ قبر سے قبلہ کی جانب رکھا جائے، اور اُتارنے والے قبلہ رو کھڑے ہو کر میت کو اُٹھا کر قبر میں رکھ دیں۔

مسئلہ ۱۳: [3] قبر میں اُتارنے والوں کا طاق یا جفت ہونا مسنون نہیں۔ نبی ﷺ کو آپ کی قبر مقدس میں چار آدمیوں نے اُتارا تھا۔

مسئلہ ۱۴: [4] قبر میں رکھتے وقت بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ کہنا مستحب ہے۔

مسئلہ ۱۵: [5] میّت کو قبر میں رکھ کر داہنے پہلو پر اس کو قبلہ رُو کر دینا مسنون ہے۔

مسئلہ ۱۶: [6] قبر میں رکھنے کے بعد کفن کی وہ گرہ جو کفن کُھل جانے کے خوف سے دی گئی تھی کھول دی جائے۔

مسئلہ ۱۷: [7] بعد اس کے کچی اینٹوں یا نرکل (سرکنڈے) سے بند کر دیں۔ پختہ اینٹوں یا لکڑی کے تختوں سے بند کرنا مکروہ ہے، ہاں جہاں زمین بہت نرم ہو کہ قبر کے بیٹھ جانے کا خوف ہو، تو پختہ اینٹ یا لکڑی کے تختے رکھ دینا، یا صندوق میں رکھنا بھی جائز ہے۔

---

[1] ولا بأس باتخاذ تابوت ولو من حجر أو حديد له عند الحاجة كرخاوة الأرض، ويسن أن يفترش فيه التراب. [الدرّالمختار ۱۶۵/۳ والبحر ۳۰۳/۲] [2] ويدخل من قبل القبلة، وهو أن توضع الجنازة في جانب القبلة من القبر، ويحمل الميت منه، فيوضع في اللحد، فيكون الآخذ له مستقبل القبلة حال الأخذ. [البحر ۳۰٤/۲ والدرّالمختار ۱٦٦/۳] [3] لايضر وتر دخل القبر أم شفع،..... أن النبي ﷺ لما دفن أدخله العباس والفضل بن العباس وعلي وصهيب. [البحر ۳۰٤/۲ والشامية ۱٦٦/۳] [4] ويستحب أن يقول واضعه: بسم الله، و بالله، وعلى ملة رسول الله ﷺ. [الدرّالمختار ۱٦٦/۳] [5] ويوضع في القبر على جنبه الأيمن مستقبل القبلة وتحل العقدة. [الهندية ۱۸۲/۱ والبحر ۳۰٤/۲ والدرّالمختار ۱٦٧/۳]

[6] دیکھو حاشیہ مسئلہ ۱۵ باب ہذا۔ [7] ويسوي اللبن عليه والقصب لا الآجر والخشب، وقيده الإمام السرخسي بأن لايكون الغالب على الأراضي النز والرخاوة، فإن كان فلا بأس بهما. [البحر ۳۰۵/۲ والدرّالمختار و الشامية ۱٦٧/۳]

مسئلہ ۱۸ ① عورت کو قبر میں رکھتے وقت پردہ کرکے رکھنا مستحب ہے، اور اگر میت کے بدن کے ظاہر ہوجانے کا خوف ہو تو پھر پردہ کرنا واجب ہے۔

مسئلہ ۱۹ ② مردوں کے دفن کے وقت قبر پر پردہ کرنا نہ چاہئے، ہاں اگر عذر ہو مثلاً پانی برس رہا ہو یا برف گر رہی ہو، یا دھوپ سخت ہو تو پھر جائز ہے۔

مسئلہ ۲۰ ③ جب میت کو قبر میں رکھ چکیں تو جس قدر مٹی اس کی قبر سے نکلی ہو وہ سب اُس پر ڈالدیں، اُس سے زیادہ مٹی ڈالنا مکروہ ہے جب کہ بہت زیادہ ہو، کہ قبر ایک بالشت سے بہت زیادہ اونچی ہوجائے، اور اگر تھوڑی سی ہو تو پھر مکروہ نہیں۔

مسئلہ ۲۱ ④ قبر میں مٹی ڈالتے وقت مستحب ہے کہ سرہانے کی طرف سے ابتداء کی جائے، اور ہر شخص اپنے دونوں ہاتھوں میں مٹی بھر کر قبر میں ڈال دے، اور پہلی مرتبہ پڑھے **مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ**، اور دوسری مرتبہ **وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ**، اور تیسری مرتبہ **وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى** (طٰہٰ: ۵۵)۔

مسئلہ ۲۲ ⑤ بعد دفن کے تھوڑی دیر تک قبر پر ٹھہرنا اور میت کے لئے دُعائے مغفرت کرنا، یا قرآن مجید پڑھ کر اس کا ثواب اس کو پہنچانا مستحب ہے۔

مسئلہ ۲۳ ⑥ بعد مٹی ڈال چکنے کے قبر پر پانی چھڑک دینا مستحب ہے۔

مسئلہ ۲۴ ⑦ کسی میت کو چھوٹا ہو یا بڑا، مکان کے اندر دفن نہ کرنا چاہئے، اس لئے کہ یہ بات انبیاء علیہم السلام کے

---

① ويسجّى أي يغطى قبرها، أي بثوب و نحوه استحباباً حال إدخالها القبر حتى يسوي اللبن على اللحد كذا في شرح المنية والإمداد، ونقل الخير الرملي: أن الزيلعي صرح في كتاب الخنثى أنه على سبيل الوجوب، قلت: ويمكن التوفيق بحمله على ما إذا غلب على الظن ظهور شيء من بدنها. [الشامية ۳/۱۶۸] ② ويسجى قبرها لاقبره إلا أن يكون لمطر أو ثلج. [البحر ۲/۳۰۵ والدرّالمختار ۳/۱۶۸] ③ ويهال التراب، ويكره أن يزيد فيه على التراب الذي خرج منه، و يجعله مرتفعا من الأرض قدر شبر أو أكثر بقليل. [مراقي الفلاح ۶۱۰] ④⑤⑥ ويستحب حثيه من قبل رأسه ثلثاً، ويقول في الحثية الأولى: (منها خلقنكم)، وفي الثانية: (وفيها نعيدكم)، وفي الثالثة (ومنها نخرجكم تارةً اخرى)، وجلوس ساعة بعد دفنه لدعاء وقراءة، ولابأس برش الماء عليه بل ينبغي أن يندب. [الدرّالمختار والشامية ۳/۱۶۸ والهندية ۱/۱۸۲]
⑦ ولاينبغي أن يدفن الميت في الدار و لو كان صغيراً لاختصاص هذه السنة بالأنبياء عليهم السلام. [الدرّالمختار ۳/۱۶۶ والبحر ۲/۳۰۴]

ساتھ خاص ہے۔

مسئلہ: قبر کا مربع بنانا مکروہ ہے، مستحب یہ ہے کہ اٹھی ہوئی مثل کوہان شتر کے بنائی جائے، اس کی بلندی ایک بالشت یا اس سے کچھ زیادہ ہونا چاہئے۔

مسئلہ:(1) قبر کا ایک بالشت سے بہت زیادہ بلند کرنا مکروہ تحریمی ہے، قبر پر گچ (چونا یا سیمنٹ کا مسالا) کرنا یا اس پر مٹی لگانا مکروہ ہے۔

مسئلہ:(2) بعد دفن کر چکنے کے قبر پر کوئی عمارت مثل گنبد یا قبے وغیرہ کے بنانا بغرض زینت حرام ہے، اور مضبوطی کی نیت سے مکروہ ہے، میت کی قبر پر کوئی چیز بطور یادداشت کے لکھنا جائز ہے، بشرطیکہ کوئی ضرورت ہو ورنہ جائز نہیں،(3) لیکن اس زمانہ میں چونکہ عوام نے اپنے عقائد اور اعمال کو بہت خراب کر لیا ہے، اور ان مفاسد سے مباح بھی ناجائز ہو جاتا ہے، اس لئے ایسے امور بالکل ناجائز ہو گئے، جو جو ضرورتیں یہ لوگ بیان کرتے ہیں، سب نفس کے بہانے ہیں، جن کو وہ دل میں خود بھی سمجھتے ہیں۔

شہید کے احکام

اگر چہ شہید بھی بظاہر میت ہے مگر عام موتٰی کے سب احکام اس میں جاری نہیں ہو سکتے، اور فضائل بھی اس کے بہت ہیں۔ اس لئے اُس کے احکام علیحدہ بیان کرنا مناسب معلوم ہوا۔ شہید کے اقسام احادیث میں بہت وارد ہوئے ہیں، بعض علماء نے اُن اقسام کے جمع کرنے کے لئے مستقل رسالے بھی تصنیف فرمائے ہیں، مگر ہم کو شہید کے جو احکام یہاں بیان کرنا مقصود ہیں، وہ اس شہید کے ساتھ خاص ہیں جس میں یہ چند شرطیں پائی جائیں:

شرط (۱) مسلمان ہونا۔ پس غیر اہل اسلام کیلئے کسی قسم کی شہادت ثابت نہیں ہو سکتی۔

شرط(4) **(۲)** مکلف یعنی عاقل بالغ ہونا، پس جو شخص حالتِ جنون وغیرہ میں مارا جائے یا عدم بلوغ کی حالت میں،

(1)، (2) ولا يجصص ولا يطين ولا يرفع عليه بناء، أي يحرم لو للزينة، ويكره لو للإحكام بعد الدفن، وإن احتيج إلى الكتابة حتى لا يذهب الأثر ولا يمتهن فلا بأس به، فأما الكتابة بغير عذر فلا. [الدر المختار ۱۶۹/۳ والشامية ۱۷۱/۳ والبحر ۳۰۶/۲]

(3) صحیح حدیث میں قبر پر کچھ لکھنے کی ممانعت آئی ہے۔ (م) (4) (هو كل مكلف) هو البالغ العاقل، خرج به الصبي والمجنون،

تو اس کے لئے شہادت کے وہ احکام جن کا ہم ذکر آگے کرینگے ثابت نہ ہونگے۔

شرط (۳) حدثِ اکبر سے پاک ہونا۔ اگر کوئی شخص حالتِ جنابت میں، یا کوئی عورت حیض و نفاس میں شہید ہوجائے، تو اس کے لئے بھی شہید کے وہ احکام ثابت نہ ہونگے۔

شرط (۴) بے گناہ مقتول ہونا۔ پس اگر کوئی شخص بے گناہ نہیں مقتول ہوا، بلکہ کسی جرم شرعی کی سزا میں مارا گیا ہو، یا مقتول ہی نہ ہوا ہو بلکہ یونہی مرگیا ہو، تو اُس کے لئے بھی شہید کے وہ احکام ثابت نہ ہونگے۔

شرط (۵) اگر کسی مسلمان یا ذمّی کے ہاتھ سے مارا گیا ہو تو یہ بھی شرط ہے کہ کسی آلۂ جارحہ سے مارا گیا ہو، اگر کسی مسلمان یا ذمّی کے ہاتھ سے بذریعہ آلۂ غیر جارحہ کے مارا گیا ہو، مثلاً کسی پتھر وغیرہ سے مارا جائے تو اُس پر شہید کے احکام جاری نہ ہونگے۔ لیکن لوہا مطلقاً آلہ جارحہ کے حکم میں ہے، گو اس میں دھار نہ ہو۔ اور اگر کوئی شخص حربی کافروں یا باغیوں یا ڈاکہ زنوں کے ہاتھ سے مارا گیا ہو، یا اُن کے معرکۂ جنگ میں مقتول ملے، تو اس میں

=(مسلم) أما الكافر فليس بشهيد، (طاهر) أي: ليس به جنابة ولا حيض ولا نفاس ولا انقطاع أحدهما، (قتل ظلماً) ولو قتل بحد أو قصاص مثلا لا يكون شهيداً (بغير حق بجارحة) وهذا قيد في غير من قتله باغ أو حربي أو قاطع طريق أي بما يوجب القصاص، ولم يجب بنفس القتل مال بل قصاص، حتى لو وجب المال بعارض، كالصلح أو قتل الأب ابنه لا تسقط الشهادة، فالحاصل: أنه إذا وجب بقتله القصاص وإن سقط لعارض أو لم يجب بقتله شيء أصلاً فهو شهيد، أما إذا وجب به المال ابتداءً فلا، وذلك بأن كان قتله شبه العمد كضرب بعصا أو خطأً كرمي غرض فأصابه، أو ما جرى مجراه كسقوط نائم عليه، وكذا إذا وجب به القسامة لوجوب المال بنفس القتل شرعاً، وكذا لو وجد مذبوحا ولم يعلم قاتله، سواء وجبت فيه القسامة أو لا، (ولم يرتث) وكذا ايكون شهيدا لو قتله باغ أو حربي أو قاطع طريق، (ولو تسببا) أو بغير آلة جارحة فإن مقتولهم شهيد بأي آلة قتلوه (فلو أوطئوا دابتهم مسلماً، أو نفروا دابة مسلم فرمته، أو رموا ناراً في سفينته فاحترقت ونحو ذلك، فهو شهيد. أما لو قتل بانفلات دابة مشرك ليس عليها أحد أو دابة مسلم أو ربما إليهم فأصابه، أو نفر المسلمون منهم فألجأوهم إلى خندق أو نار أو نحوه فمات لم يكن شهيداً، أو وجد جريحا ميتا في معركتهم، (المراد بالجراحة: علامة القتل) كخروج الدم من عينه أو أذنه أو حلقه صافياً، لا من أنفه أو ذكره أو دبره أو حلقه جامدا، ويغسل من وجد قتيلا في مصر أو قرية فيما تجب فيه الدية، ولو في بيت المال كالمقتول في جامع أو شارع، ولم يعلم قاتله، أو علم ولم يجب القصاص، فإن وجب كان شهيداً، أو قتل بحد أو قصاص أو جرح وارتث، وذلك بأن أكل أو شرب أو نام أو تداوى ولو قليلا أو أوى خيمة أو مضى عليه وقت صلوة وهو يعقل ويقدر على أدائها، أو نقل من المعركة وهو يعقل، سواء وصل حياً أو مات على الأيدي، وكذا لو قام من مكانه إلى مكان آخر لا لخوف وطئ الخيل، أو أوصى بأمور الدنيا، وإن بأمور الآخرة لا يصير مرتثا، أو باع أو اشترى أو تكلم بكلام كثير وإلا فلا، وهذا كله إذا كان بعد انقضاء الحرب، ولو فيها يصير مرتثا بشيء مما ذكر. [الدرّالمختار والشامية ۳/۱۸۷ والبحر ۲/۲۰۹ والهداية ۱/۱۸۴]

آلۂ جارحہ سے مقتول ہونے کی شرط نہیں، حتٰی کہ اگر کسی پتھر وغیرہ سے بھی وہ لوگ ماریں یا مرجائے، تو شہید کے احکام اُس پر جاری ہوجائیں گے، بلکہ یہ بھی شرط نہیں کہ وہ لوگ خود مرتکب قتل ہوئے ہوں، بلکہ اگر وہ سبب قتل بھی ہوئے ہوں یعنی اُن سے وہ اُمور وقوع میں آئیں جو باعث قتل ہوجائیں تب بھی شہید کے احکام جاری ہوجائیں گے:

مثال:

۱: کسی حربی وغیرہ نے اپنے جانور سے کسی مسلمان کو روندڈالا اور خود بھی اس پر سوار تھا۔

۲: کوئی مسلمان جانور پر سوار تھا اُس جانور کو کسی حربی وغیرہ نے بھگایا جس کی وجہ سے مسلمان اُس جانور سے گر کر مرگیا۔

۳: کسی حربی وغیرہ نے کسی مسلمان کے گھر یا جہاز میں آگ لگادی جس سے کوئی جل کر مرگیا۔

شرط (۴) اُس قتل کی سزا میں ابتداءً شریعت کی طرف سے کوئی مالی عوض نہ مقرر ہو، بلکہ قصاص واجب ہوا ہو۔ پس اگر مالی عوض مقرر ہوگا تب بھی اُس مقتول پر شہید کے احکام جاری نہ ہوں گے گو ظلماً مارا جائے۔

مثال:

۱: کوئی مسلمان کسی مسلمان کو غیر آلۂ جارحہ سے قتل کردے۔

۲: کوئی مسلمان کسی مسلمان کو آلۂ جارحہ سے قتل کردے مگر خطاً۔ مثلاً کسی جانور پر یا کسی نشانے پر حملہ کررہا ہو اور وہ کسی انسان کے لگ جائے۔

۳: کوئی شخص کسی جگہ سوائے معرکۂ جنگ کے مقتول پایا جائے اور کوئی قاتل اس کا معلوم نہ ہو، ان سب صورتوں میں چونکہ اس قتل کے عوض میں مال واجب ہوتا ہے، قصاص نہیں واجب ہوتا اس لئے یہاں شہید کے احکام جاری نہ ہوں گے، مالی عوض کے مقرر ہونے میں ابتداءً کی قید اس وجہ سے لگائی گئی کہ اگر ابتداءً قصاص مقرر ہوا ہو، مگر کسی مانع کے سبب سے قصاص معاف ہوکر اس کے بدلے میں مال واجب ہوا ہو تو وہاں شہید کے احکام جاری ہوجائیں گے۔

مثال:

۱: کوئی شخص آلۂ جارحہ سے قصداً یا ظلماً مارا گیا، لیکن قاتل میں اور ورثۂ مقتول میں کچھ مال کے عوض صلح ہوگئی ہو، تو

اس صورت میں چونکہ ابتداءً قصاص واجب ہوا تھا، اور مال ابتدا میں واجب نہیں ہوا تھا، بلکہ صلح کے سبب سے واجب ہوا اس لئے یہاں شہید کے احکام جاری ہو جائیں گے۔

۲۔ کوئی باپ اپنے بیٹے کو آلۂ جارحہ سے مار ڈالے تو اس صورت میں ابتداءً قصاص ہی واجب ہوا تھا، مال ابتداءً واجب نہیں ہوا، لیکن باپ کے احترام و عظمت کی وجہ سے قصاص معاف ہو کر اس کے بدلہ میں مال واجب ہوا ہے، لہٰذا یہاں بھی شہید کے احکام جاری ہو جائیں گے۔

شرط (۷) بعد زخم لگنے کے پھر کوئی امر راحت و تمتع زندگی کا مثل کھانے، پینے، سونے، دوا کرنے اور خرید و فروخت وغیرہ کے اس سے وقوع میں نہ آئے، اور نہ بمقدار وقت ایک نماز کے اس کی زندگی حالتِ ہوش و حواس میں گذرے، اور نہ اس کو حالتِ ہوش میں معرکہ سے اُٹھا کر لائیں۔ ہاں اگر جانوروں کے پامال کرنے کے خوف سے اُٹھا لائیں تو کچھ حرج نہ ہوگا۔ پس اگر کوئی شخص بعد زخم کے زیادہ کلام کرے تو وہ بھی شہید کے احکام میں داخل نہ ہوگا، اس لئے کہ زیادہ کلام کرنا زندوں کی شان سے ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص وصیت کرے تو وہ وصیت اگر کسی دنیاوی معاملہ میں ہو تو شہید کے حکم سے خارج ہو جائے گا، اور اگر دینی معاملہ میں ہو تو خارج نہ ہوگا۔ اگر کوئی شخص معرکۂ جنگ میں شہید ہوا اور اس سے یہ باتیں صادر ہوں تو شہید کے احکام سے خارج ہو جائے گا، ورنہ نہیں، لیکن یہ شخص اگر محاربہ میں مقتول ہوا ہے، اور ہنوز حرب ختم نہیں ہوئی تو باوجود تمتعات مذکورہ کے بھی وہ شہید ہے۔

جس[1] شہید میں یہ سب شرائط پائی جائیں اس کا ایک حکم یہ ہے کہ اس کو غسل نہ دیا جائے، اور اُس کا خون اس کے جسم سے زائل نہ کیا جائے، اسی طرح اُس کو دفن کر دیں۔ دوسرا حکم یہ ہے کہ جو کپڑے پہنے ہوئے ہوں اُن کپڑوں کو اس کے جسم سے نہ اُتاریں، ہاں اگر اس کے کپڑے عددِ مسنون سے کم ہوں، تو عددِ مسنون کے پورا کرنے کے لئے اور کپڑے زیادہ کر دیئے جائیں۔ اسی طرح اگر اس کے کپڑے کفنِ مسنون سے زیادہ ہوں تو زائد کپڑے اُتار لئے جائیں۔ اور اگر اس کے جسم پر ایسے کپڑے ہوں جن میں کفن ہونے کی صلاحیت نہ ہو جیسے پوستین وغیرہ تو اُن کو بھی اُتار لینا چاہئے۔ ہاں اگر ایسے کپڑوں کے سوا اس کے جسم پر کوئی کپڑا نہ ہو تو پھر پوستین وغیرہ

---

[1] فینزع عنه ما لا یصلح للکفن، مثل الفرو والحشو والقلنسوة والخف والسلاح والدرع، ویزاد إن نقص ما علیه من کفن السنة، وینقص إن زاد لأجل أن یتم کفن المسنون، ویصلی علیه بلا غسل ویدفن بدمه وثیابه۔ (الدر المختار والشامیة ۲/۱۹۱ والبحر ۲/۳۱۲ والهندیة ۱/۱۸۴)

کو نہ اُتارنا چاہئے۔ ٹوپی، جوتا، اور ہتھیار وغیرہ ہر حال میں اُتار لیا جائے گا، اور باقی سب احکام جو اور موتٰی کے لئے ہیں مثل نماز وغیرہ کے وہ سب اُن کے حق میں بھی جاری ہونگے، اگر کسی شہید میں ان شرائط میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے، تو اس کو غسل بھی دیا جائے گا اور مثل دوسرے مُردوں کے نیا کفن بھی پہنایا جائے گا۔

جنازے کے متفرق مسائل

مسئلہ: [1] اگر میت کو قبر میں قبلہ رُو کرنا یاد نہ رہے، اور بعد دفن کرنے اور مٹی ڈال دینے کے خیال آئے، تو پھر قبلہ رُو کرنے کے لئے اس کی قبر کھولنا جائز نہیں۔ ہاں صرف تختے رکھے گئے ہوں مٹی نہ ڈالی گئی ہو، تو وہاں تختے ہٹا کر اس کو قبلہ رُو کر دینا چاہئے۔

مسئلہ: [2] عورتوں کو جنازے کے ہمراہ جانا مکروہ تحریمی ہے۔

مسئلہ: [3] رونے والی عورتوں کا یا بین کرنے والیوں کا جنازے کے ساتھ جانا ممنوع ہے۔

مسئلہ: [4] میت کو قبر میں رکھتے وقت اذان کہنا بدعت ہے۔

مسئلہ: [5] اگر امام جنازے کی نماز میں چار تکبیر سے زیادہ کہے، تو حنفی مقتدیوں کو چاہئے کہ اُن زائد تکبیروں میں اُس کا اتباع نہ کریں بلکہ سکوت کئے ہوئے کھڑے رہیں، جب امام سلام پھیرے تو خود بھی سلام پھیر دیں۔ ہاں اگر زائد تکبیریں امام سے نہ سُنی جائیں، بلکہ مکبّر سے تو مقتدیوں کو چاہئے کہ اتباع کریں، اور ہر تکبیر کو تکبیر تحریمہ سمجھیں یہ خیال کر کے کہ شاید اس سے پہلے جو چار تکبیریں نقل کر چکا ہے وہ غلط ہوں، امام نے اب تکبیر تحریمہ کہی ہو۔

مسئلہ: [6] اگر کوئی شخص جہاز وغیرہ پر مر جائے، اور زمین وہاں سے اس قدر دور ہو کہ نعش کے خراب ہو جانے کا

---

[1] ولو وضع الميت لغير القبلة أو على شقه الأيسر أو جعل رأسه موضع رجليه وأهيل عليه التراب لم ينبش، ولو سوى عليه اللبن ولم يهل عليه التراب نزع اللبن وروعي السنة. [الهندية ١/١٨٣ والبحر ٢/٣٠٥] [2] [3] ويكره خروجهن تحريما، وتزجر النائحة وكذا الصائحة. [الدرّ المختار والشامية ٣/١٦٢ والبحر ٢/٣٠١] [4] لايسن الأذان عند إدخال الميت في قبره كما هو المعتاد الآن، وقد صرح ابن حجر في فتاواه بأنه بدعة. [الشامية ٣/١٦٦] [5] ولو كبر إمامه خمسالم يتبع فيمكث المؤتم حتى يسلم معه إذا سلم، هذا إذا سمع من الإمام ولو من المبلغ تابعه، وينوي الافتتاح بكل تكبيرة. [الدرّ المختار ٣/١٣١ والبحر ٢/٢٨٩ والهندية ١/١٨١] [6] ومن مات في سفينة وكان البر بعيدا وخيف الضرر به أي التغير، غسل وكفن وصلي عليه=

خوف ہو تو اس وقت چاہئے کہ غسل اور تکفین اور نماز سے فراغت کر کے اس کو دریا میں ڈال دیں، اور اگر کنارہ اس قدر دور نہ ہو اور وہاں جلدی اُترنے کی امید ہو، تو اس نعش کو رکھ چھوڑیں اور زمین میں دفن کر دیں۔

مسئلہ:[1] اگر کسی شخص کو نماز جنازہ کی وہ دعا جو منقول ہے یاد نہ ہو تو اس کو صرف "اللّٰہم اغفر للمؤمنین والمؤمنات" کہہ دینا کافی ہے، اگر یہ بھی نہ ہو سکے اور صرف چار تکبیروں پر اکتفا کیا جائے تب بھی نماز ہو جائیگی، اس لئے کہ دعا فرض نہیں بلکہ مسنون ہے، اور اسی طرح درود شریف بھی فرض نہیں ہے۔

مسئلہ:[2] جب قبر میں مٹی پڑ چکے تو اُس کے بعد میت کا قبر سے نکالنا جائز نہیں۔ ہاں اگر کسی آدمی کی حق تلفی ہوتی ہو تو البتہ نکالنا جائز ہے۔

مثال:

۱۔ جس زمین میں اُس کو دفن کیا ہے وہ کسی دوسرے کی مِلک ہو، اور وہ اس کے دفن پر راضی نہ ہو۔

۲۔ کسی شخص کا مال قبر میں رہ گیا ہو۔

مسئلہ:[3] اگر کوئی عورت مر جائے اور اس کے پیٹ میں زندہ بچہ ہو، تو اس کا پیٹ چاک کر کے وہ بچہ نکال لیا جائے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص کسی کا مال نگل کر مر جائے اور مال والا مانگے، تو وہ مال اس کا پیٹ چاک کر کے نکال لیا جائے، لیکن اگر مُردہ مال چھوڑ کر مَرا ہے تو اس کے ترکہ میں سے وہ مال ادا کر دیا جائے، اور پیٹ چاک نہ کیا جائے۔

مسئلہ:[4] قبل دفن کے نعش کا ایک مقام سے دوسرے مقام میں دفن کرنے کیلئے لے جانا خلاف اولیٰ ہے، جبکہ وہ

= وألقي في البحر مستقبل القبلة على شقه الأيمن، ويشد عليه كفنه، وأما إذا لم يخف عليه التغير ولو بعد البر أو كان البر قريبا وأمكن خروجه، فلا يرمى. [المراقي وطحطاوي ۶۱۳] ① ومن لا يحسن الدعاء يقول: "اللهم اغفر للمؤمنين" الخ وهو لايقتضي ركنية الدعاء لأن نفس التكبيرات رحمة للميت وإن لم يدع له. [البحر ۲/۲۸۹ والهندية ۱/۱۸۰]

② ولا يخرج منه بعد إهالة التراب إلا لحق آدمي، كأن تكون الأرض مغصوبة، وكما إذا سقط في قبر متاع أو كفن بثوب مغصوب أو دفن معه مال أو أخذت بشفعة. [الدرّ المختار والشامية ۳/۱۷۰ والبحر ۲/۳۰۷ والهندية ۲/۱۸۳] ③ حامل ماتت وولدها حي يضطرب، شق بطنها من الأيسر ويخرج ولدها، ولو بلع مال غيره ومات هل يشق؟ قولان: والأولى نعم. [الدرّ المختار ۳/۱۷۱] ④ يندب دفنه في جهة موته أي في مقابر أهل المكان الذي مات فيه أو قتل، فلابأس بنقله قبل دفنه بقدر ميل أو ميلين، فيكره فيما زاد، وأما نقله بعد دفنه فلا مطلقاً. [الدرّ المختار والشامية ۳/۱۷۲-۱۷۳ والهندية ۱/۱۸۳]

دوسرا مقام ایک دو میل سے زیادہ نہ ہو۔ اور اگر اس سے زیادہ ہو تو جائز نہیں، اور بعد دفن کے نعش کھود کر لے جانا تو ہر حالت میں ناجائز ہے۔

مسئلہ ۱۱: [1] میت کی تعریف کرنا خواہ نظم میں ہو یا نثر میں جائز ہے، بشرطیکہ تعریف میں کسی قسم کا مبالغہ نہ ہو، وہ تعریفیں بیان نہ کی جائیں جو اس میں نہ ہوں۔

مسئلہ ۱۲: [2] میت کے اعزہ کو تسکین و تسلّی دینا، اور صبر کے فضائل اور اس کا ثواب اُن کو سُنا کر اُن کو صبر پر رغبت دلانا، اور اُن کے اور نیز میت کیلئے دعا کرنا جائز ہے، اسی کو تعزیت کہتے ہیں۔ تین دن کے بعد تعزیت کرنا مکروہ تنزیہی ہے، لیکن اگر تعزیت کرنیوالا یا میت کے اعزہ سفر میں ہوں، اور تین دن کے بعد آئیں، تو اس صورت میں تین دن کے بعد بھی تعزیت مکروہ نہیں، جو شخص ایک مرتبہ تعزیت کر چکا ہو اس کو پھر دوبارہ تعزیت کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ ۱۳: [3] اپنے لئے کفن تیار رکھنا مکروہ نہیں، قبر کا تیار رکھنا مکروہ ہے۔

مسئلہ ۱۴: [4] میت کے کفن پر بغیر روشنائی کے ویسے ہی اُنگلی کی حرکت سے کوئی دُعا مثل عہد نامہ وغیرہ کے لکھنا، یا اس کے سینے پر ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' اور پیشانی پر کلمہ ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' لکھنا جائز ہے، مگر کسی صحیح حدیث سے اس کا ثبوت نہیں ہے، اس لئے اس کے مسنون یا مستحب ہونے کا خیال نہ رکھنا چاہیئے۔

مسئلہ ۱۵: [5] قبر پر کوئی سبز شاخ رکھ دینا مستحب ہے، اور اگر اس کے قریب کوئی درخت وغیرہ نکل آیا ہو تو اس کا کاٹ ڈالنا مکروہ ہے۔

مسئلہ ۱۶: [6] ایک قبر میں ایک سے زیادہ نعش کا دفن کرنا نہ چاہئے، مگر بوقتِ ضرورت شدیدہ جائز ہے، پھر اگر سب

---

[1] ولا بأس بإرثائه بشعر أو غيره، لكن يكره الإفراط في مدحه، لا سيما عند جنازته. [الدرّالمختار ۳/۱۷۳]

[2] وبتعزية أهله، وترغيبهم في الصبر، و بالجلوس لها في غير مسجد ثلثة أيام، و أولها أفضل وتكره بعدها إلا لغائب أي إلا أن يكون المعزّي أو المعزّى غائبا فلا بأس بها، وتكره التعزية ثانيا. [الدرّالمختار و الشامية ۳/۱۸٤ والهداية ۱/۱۸۳]

[3] والذي ينبغي أنه لايكره تهيئة نحو الكفن، بخلاف القبر. [الدرّالمختار ۳/۱۸۳] [4] كتب على جبهة الميت أو عمامته أو كفنه "عهدنامه" يرجى أن يغفر الله للميت. وأوصى بعضهم أن يكتب في جبهته وصدره "بسم الله الرحمن الرحيم" [الدرّالمختار ۳/۱۸۵] في الشامية: فالمنع هنا بالأولى مالم يثبت عن المجتهد أو ينقل فيه حديث ثابت الخ. [۳/۱۸٦]

[5] ولو وضع عليه شيء من الأشجار فلا بأس به، ويكره قطع الحشيش والحطب من المقبرة إلا إذا كان يابسا. [البحر ۲/۳۰۹ والشامية ۳/۱٦۷] [6] ولا يدفن اثنان أو ثلثة في قبر واحد إلا عند الحاجة، فيوضع الرجل ممما يلي القبلة=

مُردے مرد ہی مرد ہوں، تو جو اُن سب میں افضل ہو اس کو آگے رکھیں، باقی سب کو اس کے پیچھے درجہ بدرجہ رکھ دیں۔ اور اگر کچھ مرد ہوں اور کچھ عورتیں، تو مردوں کو آگے رکھیں اور اُن کے پیچھے عورتوں کو۔

مسئلہ ① قبروں کی زیارت کرنا یعنی ان کو جا کر دیکھنا مردوں کے لئے مستحب ہے، بہتر یہ ہے کہ ہر ہفتے میں کم سے کم ایک مرتبہ زیارتِ قبور کی جائے، اور بہتر یہ ہے کہ وہ دن جمعہ کا ہو۔ بزرگوں کی قبروں کی زیارت کیلئے سفر کر کے جانا بھی جائز ہے، جبکہ کوئی عقیدہ اور عمل خلافِ شرع نہ ہو، جیسا آج کل عُرسوں میں مفاسد ہوتے ہیں۔

مسجد کے احکام

یہاں ہم کو مسجد کے وہ احکام بیان کرنا مقصود نہیں جو وقف سے تعلق رکھتے ہیں، اس لئے کہ ان کا ذکر وقف کے بیان میں مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ہم یہاں اُن احکام کو بیان کرتے ہیں جو نماز سے یا مسجد کی ذات سے تعلق رکھتے ہیں۔

مسئلہ ② مسجد کے دروازہ کا بند کرنا مکروہ تحریمی ہے، ہاں اگر نماز کا وقت نہ ہو اور مال و اسباب کی حفاظت کیلئے دروازہ بند کر لیا جائے تو جائز ہے۔

مسئلہ ③ مسجد کی چھت پر پاخانہ پیشاب یا جماع کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ مسجد کے اندر۔

مسئلہ ④ جس گھر میں مسجد ہو اس پورے گھر ⑤ کو مسجد کا حکم نہیں، اسی طرح اُس جگہ کو بھی مسجد کا حکم نہیں جو عیدین یا جنازے کی نماز کیلئے مقرر کی گئی ہو۔

ثم خلفه الغلام، ثم خلفه المرأة، ويجعل بين كل ميتين حاجز من التراب، وإن كانا رجلين يقدم في اللحد أفضلهما، و كذا إذا كانتا امرأتين. [الهندية ١/١٨٣ والبحر ٢/٣٠٧] ① (وبزيارة القبور) أي لا بأس بها بل تندب، وتزار في كل أسبوع إلا أن الأفضل يوم الجمعة والسبت والاثنين والخميس، وهل تندب الرحلة لها؟ لم أر من صرح به من أئمتنا. [الشامية ٣/١٧٧ والبحر ٢/٣٠٨ وصرح الغزالي بالاستحباب، كذا في احياء العلوم ١/٢١٩] ② كره غلق باب المسجد [إلا لخوف على متاعه، به يفتى. [الدر المختار ٢/٥١٦ والهداية ١/٢٨٦ والبحر ٢/٦٣ والهندية ١/١٢١] ③ وكره تحريماً الوطء فوقه، والبول والتغوط؛ لأنه مسجد إلى عنان السماء. [الدر المختار ٢/٥١٦ والبحر ٢/٦٤ والهندية ١/١٢١] ④ لا فوق بيت فيه مسجد واختلفوا في مصلى العيد الجنازة، والأصح أنه لا يأخذ حكم المسجد. [الهندية ١/١٢١ والبحر ٢/٦٩ والدر المختار ٢/٥١٨] ⑤ بلکہ وہ خاص جگہ جس کو نماز کے لئے خاص کر لیا ہے صاف پاک رکھنے کے قابل ہے، گو سب احکام اس میں بھی مسجد کے نہ ہوں گے۔

مسئلہ: [۱] مسجد کے در و دیوار کا منقش کرنا[۲] اگر اپنے خاص مال سے ہو تو مضائقہ نہیں، مگر محراب اور محراب والی دیوار پر مکروہ ہے، اور اگر مسجد کی آمدنی سے ہو تو ناجائز ہے۔

مسئلہ: [۳] مسجد کے در و دیوار پر قرآن مجید کی آیتوں یا سورتوں کا لکھنا اچھا نہیں۔

مسئلہ: [۴] مسجد کے اندر یا مسجد کی دیواروں پر تھوکنا یا ناک صاف کرنا بہت بُری بات ہے اور اگر نہایت ضرورت درپیش آئے تو اپنے کپڑے وغیرہ میں تھوک وغیرہ لے لے۔

مسئلہ: [۵] مسجد کے اندر وضو یا کلّی وغیرہ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

مسئلہ: [۶] جنبی اور حائض کو مسجد کے اندر جانا گناہ ہے۔

مسئلہ: [۷] مسجد کے اندر خرید و فروخت کرنا مکروہ تحریمی ہے، ہاں اعتکاف کی حالت میں بقدرِ ضرورت مسجد کے اندر خرید و فروخت کرنا جائز ہے، ضرورت سے زیادہ اس وقت بھی جائز نہیں، مگر وہ چیز[۸] مسجد کے اندر موجود نہ ہونا چاہئے۔

مسئلہ: [۹] اگر کسی کے پیر میں مٹی وغیرہ بھر جائے تو اس کو مسجد کی دیوار یا ستون سے پونچھنا مکروہ ہے۔

مسئلہ: [۱۰] مسجد کے اندر درختوں کا لگانا مکروہ ہے، اس لئے کہ یہ دستور اہلِ کتاب کا ہے، ہاں اگر اس میں مسجد کا

---

(۱) ولا بأس بنقشه خلا محرابه فإنه يكره لأنه يلهي المصلي، والمراد بالمحراب جدار القبلة، بجص وماء ذهب بماله الحلال، لامن مال الوقف، فإنه حرام، وضمن متوليه لو فعل. [الدر المختار ۲/ ۵۲۰ والبحر ۲/ ۷۰ والهندية ۱/ ۱۲۱]

(۲) مگر ایسا نقش و نگار نہ کیا جائے جس سے نمازیوں کا نماز میں خیال بٹے اور وہ ان نقش و نگار کے دیکھنے میں مشغول ہوں اور نماز اچھی طرح ادا نہ کر سکیں، اگر ایسا کرے گا جیسا کہ اس زمانہ میں اکثر رواج ہے تو گنہگار ہوگا۔ (محشی) (۳) (۴) وليس بمستحسن كتابة القرآن على المحاريب والجدران، ويكره المضمضة والوضوء في المسجد، ولا يبزق على حيطان المسجد، ولا بين يديه على الحصى، ولا فوق البواري ولا تحتها، وكذا المخاط، ولكن يأخذ بثوبه الخ. [الهندية ۱/ ۱۲۱ والبحر ۲/ ۷۰]

(۵) دیکھو حاشیہ مسئلہ ۵ باب ہذا۔ (۶) إنه حرم عليها وعلى الجنب الدخول في المسجد. [الهندية ۱/ ۴۳ والهداية ۱/ ۱۱۳ والدر المختار ۱/ ۳۴۴] (۷) (ويكره) كل عقد، المراد به. عقد مبادلة إلا المعتكف بشرط أن لا يكون للتجارة، بدون إحضار السلعة. [الدر المختار والشامية ۲/ ۵۲۶] (۸) یعنی جس چیز کو فروخت کرتا ہے وہ مسجد میں نہ لائی جائے، اگر صرف قیمت کا روپیہ مسجد میں لایا جائے تو مضائقہ نہیں۔ (محشی) (۹) (۱۰) ولو مشى في الطين كره أن يمسحه بحائط المسجد أو بأسطوانته، ويكره غرس الشجر=

کوئی فائدہ ہو تو جائز ہے، مثلاً مسجد کی زمین میں نمی زیادہ ہو کہ دیواروں کے گر جانے کا اندیشہ ہو، تو ایسی حالت میں اگر درخت لگایا جائے تو وہ نمی کو جذب کرے گا۔

مسئلہ ۲۳: [1] مسجد کو راستہ قرار دینا جائز نہیں، ہاں اگر سخت ضرورت لاحق ہو تو گاہے گاہے ایسی حالت میں مسجد سے ہو کر نکل جانا جائز ہے۔

مسئلہ ۲۳: [2] مسجد میں کسی پیشہ ور کو اپنا پیشہ کرنا جائز نہیں، اس لئے کہ مسجد دین کے کاموں خصوصاً نماز کیلئے بنائی جاتی ہے، اس میں دُنیا کے کام نہ ہونے چاہئیں، حتّٰی کہ جو شخص قرآن وغیرہ تنخواہ لے کر پڑھاتا ہو تو وہ بھی پیشہ والوں میں داخل ہے، اس کو مسجد سے علیحدہ بیٹھ کر پڑھانا چاہئے۔ ہاں اگر کوئی شخص مسجد کی حفاظت کیلئے مسجد میں بیٹھے، اور ضمناً اپنا کام بھی کرتا جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ مثلاً کوئی کاتب یا درزی مسجد کے اندر بغرض حفاظت بیٹھے، اور ضمناً اپنی کتابت یا سلائی بھی کرتا جائے تو جائز ہے۔

تتمہ حصہ دوم اصلی بہشتی زیور کا تمام ہوا، آگے حصہ سوم شروع ہوتا ہے

في المسجد؛ لأنه يشبه بالبيعة ويشغل مكان الصلوة، إلا أن يكون فيه منفعة للمسجد بأن كانت الأرض نزة لا يستقر أساطينها، فيغرس فيه الشجر ليقل النز، أو رجل يمرفي المسجد ويتخذ طريقاً إن كان بغير عذر لايجوز، و بعذر يجوز. [الهندية ١٢٢/١]

[1] دیکھو حاشیہ مسئلہ ١ باب ہذا۔ [2] الخياط إذا كان يخيط في المسجد يكره، إلا إذا جلس لدفع الصبيان وصيانة المسجد الخ لأبأس به، وكذا الكاتب، إذا كان يكتب بأجر يكره، وبغير أجر لا، وجعل مسئلة المعلم كمسئلة الكاتب والخياط. [الهندية ١٢٢/١]

تتمہ حصہ سوم اصلی بہشتی زیور

روزے کا بیان

مسئلہ:① ایک شہر والوں کا چاند دیکھنا دوسرے شہر والوں پر بھی حجت ہے۔ ان دونوں شہروں میں کتنا ہی فصل کیوں نہ ہو، حتیٰ کہ اگر ابتدائے مغرب میں چاند دیکھا جائے اور اس کی خبر معتبر طریقہ سے انتہائے مشرق کے رہنے والوں کو پہنچ جائے، تو اُن پر بھی اُس دن کا روزہ ضروری ہوگا۔

مسئلہ:② اگر دو ثقہ آدمیوں کی شہادت سے رؤیتِ ہلال ثابت ہو جائے، اور اسی حساب سے لوگ روزہ رکھیں، اور بعد تیس روزے پورے ہو جانے کے عید الفطر کا چاند نہ دیکھا جائے، خواہ مطلع صاف ہو یا نہیں، تو اکتیسویں دن افطار کر لیا جائے، اور وہ دن شوال کی پہلی تاریخ سمجھی جائے۔

مسئلہ:③ اگر تیس کو دن کے وقت چاند دکھلائی دے تو وہ شب آئندہ کا سمجھا جائے گا، شب گذشتہ کا نہ سمجھا جائے گا، اور وہ دن آئندہ ماہ کی تاریخ نہ قرار دیا جائے گا، خواہ یہ رؤیت زوال سے پہلے ہو، یا زوال کے بعد۔

مسئلہ:④ جو شخص رمضان یا عید کا چاند دیکھے، اور کسی سبب سے اس کی شہادت شرعاً قابلِ اعتبار نہ قرار پائے، اُس پر اُن دونوں دنوں کا روزہ رکھنا واجب ہے۔

مسئلہ:⑤ کسی شخص نے بسبب اس کے کہ اس کو روزے کا خیال نہ رہا کچھ کھا پی لیا یا جماع کر لیا اور یہ سمجھا کہ میرا

---

① واختلاف المطالع غير معتبر على ظاهر المذهب، فيلزم أهل المشرق برؤية أهل المغرب إذا ثبت عندهم رؤية أولئك بطريق موجب. [الدرّالمختار ۳/۴۱۷ و البحر ۲/۴۲۴ والهندية ۱/۲۱۹] ② وإذا شهد على هلال رمضان شاهدان والسماء متغيمة وقبل القاضي شهادتهما وصاموا ثلثين يوماً فلم يروا هلال شوال إن كانت السماء متغيمة يفطرون من الغد بالاتفاق، وإن كانت مصحية يفطرون أيضاً على الصحيح. [الهندية ۱/۲۱۹ و الدرّالمختار ۳/۴۱۳ و البحر ۲/۴۲۲]

③ ورؤيته بالنهار لليلة الآتية مطلقاً، سواء رؤي قبل الزوال أو بعده. [الدرّالمختار و ردّالمحتار ۳/۴۱۶] ④ رأى مكلف هلال رمضان أو الفطر ورد قوله بدليل شرعي صام مطلقاً وجوباً. [الدرّالمختار ۳/۴۰۴ والبحر ۲/۴۱۹] ⑤ أو أكل أو جامع ناسياً فظن أنه أفطر فأكل عمداً للشبهة (قضى فقط)، ولو علم عدم فطره لزمته الكفارة إلا في مسئلة المتن، فلا كفارة مطلقاً=

روزہ جاتا رہا، اس خیال سے قصداً کچھ کھا پی لیا تو اس کا روزہ اس صورت میں فاسد ہو جائے گا، اور کفارہ لازم نہ ہوگا، صرف قضا واجب ہے اور اگر مسئلہ جانتا ہو اور پھر بھول کر ایسا کرنے کے بعد عمداً افطار کر دے، تو جماع کی صورت میں کفارہ بھی لازم ہوگا اور کھانے کی صورت میں اس وقت بھی صرف قضا ہی ہے۔

مسئلہ:[1] کسی کو بے اختیار قے ہوگئی، یا احتلام ہو گیا، یا صرف کسی عورت وغیرہ کو دیکھنے سے انزال ہو گیا اور مسئلہ نہ معلوم ہونے کی وجہ سے وہ یہ سمجھا کہ میرا روزہ جاتا رہا، اور عمداً اس نے کھا پی لیا تو روزہ فاسد ہو گیا، اور صرف قضا لازم ہوگی نہ کفارہ، اور اگر مسئلہ معلوم ہو کہ اس سے روزہ نہیں جاتا، اور پھر عمداً افطار کر دیا تو کفارہ بھی لازم ہوگا۔

مسئلہ:[2] مرد اگر اپنے خاص حصہ کے سوراخ میں کوئی چیز ڈالے تو وہ چونکہ جوف[3] تک نہیں پہنچتی اس لئے روزہ فاسد نہ ہوگا۔

مسئلہ:[4] کسی نے مُردہ عورت سے، یا ایسی کمسن نابالغہ لڑکی سے جس کے ساتھ جماع کی رغبت نہیں ہوتی، یا کسی جانور سے جماع کیا، یا کسی کو لپٹایا، بوسہ لیا یا جلق کا مرتکب ہوا، اور ان سب صورتوں میں منی کا خروج ہو گیا، تو روزہ فاسد ہو جائے گا اور کفارہ واجب نہ ہوگا۔

مسئلہ:[5] کسی روزہ دار عورت سے زبردستی یا سونے کی حالت میں یا بحالتِ جنون جماع کیا، تو عورت کا روزہ فاسد ہو جائے گا، اور عورت پر صرف قضا لازم آئے گی، اور مرد بھی اگر روزہ دار ہو اُس پر قضا و کفارہ دونوں لازم ہیں۔

مسئلہ:[6] وہ شخص جس میں روزے کے واجب ہونے کے تمام شرائط پائے جاتے ہوں، رمضان کے اُس ادائی

=على المذهب لشبهة خلاف مالك، خلافاً لهما هذا ما في الدر. قال العلامة الشامي: قوله: "إلا في مسئلة المتن" وهي مالو أكل، وكذا لو جامع أو شرب؛ لأن علة عدم الكفارة خلاف مالك، وخلافه في الأكل والشرب والجماع. [الدرّالمختار ۳/۴۳۱] (۱) أو احتلم أو أنزل بنظر، أو ذرعه القيء، فظن أنه أفطر فأكل عمداً للشبهة (ولو علم عدم فطره لزمته الكفارة) قضى في الصور كلها فقط. [الدرّالمختار ۳/۴۲۱-۴۳۹] (۲) ولو أقطر في إحليله لم يفطر. [الهداية ۲/۱۱۶ و ردّالمحتار ۳/۴۲۷] (۳) عربی میں پیٹ کو جوف کہتے ہیں اور اندرونی حصہ کو بھی، یہاں یہی مراد ہے یعنی بدن کے اندر کا حصہ جس میں دوا وغیرہ کے پہنچنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ (ف) (۴) أو وطىء امرأة ميتة أو صغيرة لاتشتهى أو بهيمة أو قبّل أو لمس أو استمنى بكفه فأنزل، قضى في الصور كلها فقط. [الدرّالمختار ۳/۴۳۵ و الهداية ۲/۱۱۱] (۵) أو وطئت نائمة أو مجنونة قضى في الصور كلها فقط، أما الواطي فعليه القضاء والكفارة. [الدرّالمختار و ردّالمحتار ۴/۴۳۵ و الهداية ۲/۱۳۶] (۶) وإن جامع المكلف آدمياً=

روزہ میں جس کی نیت صبح صادق سے پہلے کر چکا ہو، عمداً منہ کے ذریعہ سے جوف میں کوئی ایسی چیز پہنچائے جو انسان کی دوا یا غذا میں مستعمل ہوتی ہو یعنی اس کے استعمال سے کسی قسم کا نفع جسمانی یا لذت مقصود ہو، اور اس کے استعمال سے سلیم الطبع انسان کی طبیعت نفرت نہ کرتی ہو، گو وہ بہت ہی قلیل ہو حتیٰ کہ ایک تل کے برابر، یا جماع کرے یا کرائے، لواطت بھی اسی کے حکم میں ہے۔ جماع میں خاص حصہ کے سر کا داخل ہو جانا کافی ہے منی کا خارج ہونا بھی شرط نہیں۔ ان سب صورتوں میں قضا اور کفارہ دونوں واجب ہوں گے، مگر یہ بات شرط ہے کہ جماع ایسی عورت سے کیا جائے جو قابل جماع ہو، بہت کمسن لڑکی نہ ہو جس میں جماع کی بالکل قابلیت نہ پائی جائے۔

مسئلہ:(۱) اگر کوئی شخص سر میں تیل ڈالے یا سُرمہ لگائے، یا مرد اپنے مشترک حصے کے سوراخ میں کوئی خشک چیز داخل کرے اور اس کا سرا باہر رہے، یا تر چیز داخل کرے اور وہ موضع حقنہ تک نہ پہنچے، تو چونکہ یہ چیزیں جوف تک نہیں پہنچتیں اس لئے روزہ فاسد نہ ہوگا، اور نہ کفارہ واجب ہوگا نہ قضا۔ اور اگر خشک چیز مثلاً روئی یا کپڑا وغیرہ مرد نے اپنی دُبر میں داخل کی اور وہ ساری اندر غائب کر دی، یا تر چیز داخل کی اور وہ موضع حقنہ تک پہنچ گئی، تو روزہ فاسد ہو جائے گا، اور صرف قضا واجب ہوگی۔

مسئلہ ۱۲:(۲) جو لوگ حقہ پینے کے عادی ہوں، یا کسی نفع کی غرض سے حقہ پئیں روزہ کی حالت میں، تو اُن پر بھی کفارہ اور قضا دونوں واجب ہونگے۔

مسئلہ ۱۳:(۳) اگر کوئی عورت کسی نابالغ بچے یا مجنون سے جماع کرائے تب بھی اُس کو قضا اور کفارہ دونوں لازم ہونگے۔

=مشتهى في رمضان أداء، أو جو مع وتوارت الحشفة في أحد السبيلين أنزل أو لا، أو أكل أو شرب غذاءً أو دواءً، والضابط وصول ما فيه صلاح بدنه لجوفه، ومنه ريق حبيبه، قضى في الصور كلها و كفر. [الدرّالمختار ٤٤٢/٣ و الهداية ١١١/٢]

(۱) (أو ادهن أو اكتحل أو أدخل عوداً ونحوه في مقعدته وطرفه خارج) وإن غيبه فسد، (أو أدخل إصبعه اليابسة فيه) أي دبره أو فرجها ولو مبتلة فسد، وهذا لو أدخل الإصبع موضع المحقنة. [الدرّالمختار و ردّالمحتار ٤٢١/٣-٤٢٤ والهندية ٢٢٧/١]

(۲) لو أدخل حلقه الدخان أفطر، أيّ دخان كان:

ويمنع من بيع الدخان وشربه　　وشاربه في الصوم لاشك يفطر
ويلزمه التكفير لو ظن نافعاً　　كذا دافعاً شهوات بطن فقرروا.

[الدرّالمختار و ردّالمحتار ٤٢١/٣]

(۳) ولو مكنت نفسها من صبي أو مجنون فزنى بها فعليها الكفارة. [الهندية ٢٢٥/١]

مسئلہ: جماع میں عورت اور مرد دونوں کا عاقل ہونا شرط نہیں۔ حتیٰ کہ اگر ایک مجنون ہو اور دوسرا عاقل، تو عاقل پر کفارہ لازم ہوگا۔[1]

مسئلہ ۱۵: سونے کی حالت میں منی کے خارج ہونے سے جس کو احتلام کہتے ہیں اگرچہ بغیر غسل کیے ہوئے روزہ رکھے روزہ فاسد نہ ہوگا۔ اسی طرح کسی عورت کے یا اس کا خاص حصہ دیکھنے سے یا صرف کسی بات کا خیال دل میں کرنے سے منی خارج ہو جائے جب بھی روزہ فاسد نہیں ہوتا۔[2]

مسئلہ ۱۶: مرد کا اپنے خاص حصے کے سوراخ میں کوئی چیز مثل تیل یا پانی کے ڈالنا، خواہ پچکاری کے ذریعہ سے یا ویسے ہی۔ یا سلائی وغیرہ کا داخل کرنا اگرچہ یہ چیزیں مثانے تک پہنچ جائیں روزے کو فاسد نہیں کرتا۔[3]

مسئلہ ۱۷: کسی شخص نے بسبب اس کے کہ اس کو روزہ کا خیال نہیں رہا، یا ابھی کچھ رات باقی تھی اس لئے جماع شروع کر دیا، یا کچھ کھانے پینے لگا اور بعد اس کے جیسے ہی روزہ کا خیال آ گیا، یا جونہی صبح صادق ہوئی فوراً علیحدہ ہو گیا یا لقمے کو منہ سے پھینک دیا، اگرچہ بعد علیحدہ ہو جانے کے منی بھی خارج ہو جائے تب بھی روزہ فاسد نہ ہوگا، اور یہ انزال احتلام کے حکم میں ہوگا۔[4]

مسئلہ ۱۸: مسواک کرنے سے اگرچہ بعد زوال کے ہو، تازی لکڑی سے ہو یا خشک سے، روزے میں کچھ نقصان نہ آئے گا۔[5]

مسئلہ ۱۹: عورت کا بوسہ لینا اور اس سے بغل گیر ہونا مکروہ ہے جبکہ انزال کا خوف ہو یا اپنے نفس کے بے اختیار ہو جانے کا اور اس حالت میں جماع کر لینے کا اندیشہ ہو، اور اگر یہ خوف و اندیشہ نہ ہو تو پھر مکروہ نہیں۔[6]

---

[1] إذ لا فرق بين وطئه عاقلة أو غيرها. [ردّالمحتار ۳/۴۳۵] [2] فإن نام فاحتلم لم يفطر، و كذا إذا نظر إلى امرأة فأمنى، وصار كالمتفكر إذا أمنى. [الهداية ۲/۱۰۶ و ردّالمحتار ۳/۴۲۱] [3] أو أقطر في إحليله ماء أو دهنا وإن وصل إلى المثانة. [الدرّالمختار ۳/۴۲۷] [4] أو نزع المجامع حال كونه ناسياً في الحال عند ذكره، و كذا عند طلوع الفجر، وإن أمنى بعد النزع، كما لو نزع ثم أولج، أو رمى اللقمة من فيه عند ذكره أو طلوع الفجر. [الدرّالمختار ۳/۴۲۴ و البحر ۲/۴۲۶]

[5] ولا بأس بالسواك الرطب بالغداة والعشي للصائم. [الهداية ۲/۱۱۸ والهندية ۱/۲۲۰ و الدّرالمختار ۳/۴۵۸]

[6] ولا بأس بالقبلة إذا أمن على نفسه الجماع أو الإنزال، ويكره إذا لم يأمن. [الهداية ۲/۱۰۸ والبحر ۲/۴۲۸ والهندية ۱/۲۲۰]

مسئلہ: [1] کسی عورت وغیرہ کے ہونٹ کا منہ میں لینا، اور مباشرت فاحشہ یعنی خاص بدن برہنہ ملانا بدون دخول کے ہر حال میں مکروہ ہے، خواہ انزال یا جماع کا خوف ہو یا نہیں۔

مسئلہ: [2] اگر کوئی مقیم بعد نیت صوم کے مسافر بن جائے اور تھوڑی دور جا کر کسی بھولی ہوئی چیز کے لینے کو اپنے مکان واپس آئے، اور وہاں پہنچ کر روزے کو فاسد کر دے تو اُس کو کفارہ دینا ہوگا، اس لئے کہ اُس پر اُس وقت مسافر کا اطلاق نہ تھا، گو وہ ٹھہرنے کی نیت سے نہ گیا تھا اور نہ وہاں ٹھہرا۔

مسئلہ: [3] سوائے جماع کے اور کسی سبب سے اگر کفارہ واجب ہوا ہو، اور ایک کفارہ ادا نہ کرنے پایا ہو کہ دوسرا واجب ہو جائے، تو ان دونوں کے لئے ایک ہی کفارہ کافی ہے، اگرچہ دونوں کفارے دوٓ رمضان کے ہوں۔ ہاں جماع کے سبب سے جو (جتنے) روزے فاسد ہوئے ہوں، تو اگر وہ ایک ہی رمضان کے روزے ہیں تو ایک ہی کفارہ کافی ہے۔ اور دوٓ رمضان کے ہیں تو ہر ایک رمضان کا کفارہ علیحدہ دینا ہوگا، اگرچہ پہلا کفارہ نہ ادا کیا ہو۔[4]

---

[1] إن المباشرة الفاحشة تكره وإن أمن، والمباشرة الفاحشة: أن يتعانقا وهما متجردان ويمس فرجه فرجها وهو مكروه بلا خلاف. [الهندية ۱/۲۰۰ و البحر ۲/۴۲۸ والهداية ۲/۱۰۸] القبلة الفاحشة بأن يمضغ شفتيها تكره على الإطلاق. [ردّالمحتار ۳/۴۰۴]

[2] ولو سافر في شهر رمضان ثم رجع إلى أهله ليحمل شيئاً نسيه فأكل بمنزله ثم خرج، القياس أن تجب عليه الكفارة لأنه رفض سفره. [الهندية ۱/۲۰۷]

[3] ولو تكرر فطره ولم يكفر للأول يكفيه واحدة ولو في رمضانين، واختار بعضهم للفتوى أن الفطر بغير الجماع تداخل وإلا لا، أي: وإن كان الفطر المتكرر في يومين بجماع لا تتداخل الكفارة وإن لم يكفر للأول لعظم الجناية. [الدرالمختار و ردّ المحتار ۳/۴۴۸-۴۴۹ والبحر ۲/۴۳۴]

[4] اس مسئلہ میں تین مسلک ہیں: ایک یہ کہ قبل کفارہ مطلقاً تداخل ہو سکتا ہے۔ دوم یہ کہ ایک رمضان میں مطلقاً تداخل ہو سکتا ہے اور دو رمضان میں مطلقاً نہیں ہو سکتا۔ سوم یہ کہ کفارۂ جماع میں مطلقاً تداخل نہیں ہو سکتا اور کفارۂ غیر جماع میں مطلقاً تداخل ہو سکتا ہے۔ بہشتی زیور میں مسلک دوم کو اختیار کیا ہے اور بہشتی گوہر میں مسلک سوم کو۔ یہ اختلاف رائے مولوی احمد علی صاحب مؤلف بہشتی زیور و مولوی عبدالشکور صاحب مؤلف علم الفقہ کا ہے۔ اور حضرت مولانا تھانوی نے امداد الفتاویٰ مبوب جلد دوم ۱۳۵/۲ میں ایک سوال کے جواب میں مسئلہ بہشتی زیور کو غیر معلوم السند اور مسئلہ بہشتی گوہر کو مستند الی الدرالمختار وردالمحتار خیال فرمایا ہے اور ہم نے اس کی اصلاح میں ثابت کیا ہے کہ مسئلہ بہشتی زیور ماخوذ از ردالمحتار ہے اور وہی ان کے نزدیک راجح ہے۔ فمن شاء التفصیل فلیراجع الی اصلاحاتنا المعلقة بالتتمة المذکورة (تصحیح الاغلاط)۔ پھر بعد میں بہشتی گوہر کے مسلک پر بھی ترمیم کر دی گئی، اب حاصل مسئلہ کا یہ ہے کہ غیر جماع میں تو مطلقاً تداخل ہو سکتا ہے اور جماع میں ایک رمضان کے کفارات متداخل ہو سکتے ہیں، دو رمضان کے نہیں کیونکہ جماع سے مطلقاً تداخل نہ ہونا خلاف ظاہر روایت ہے۔ کما یظهر من الشامیة و مراقي الفلاح فلیراجع۔ خلاصہ یہ کہ ظاہر روایت میں ایک رمضان کے کفارات متداخل ہو سکتے ہیں جبکہ ہنوز کوئی کفارہ ادا نہ کیا ہو، دو رمضان کے متداخل نہیں ہو سکتے اور اس میں جماع و غیر جماع سب مساوی ہیں مگر ہم نے غیر جماع میں قول تصحیح و مستند کو لیا ہے۔ (ظفر احمد)

اعتکاف کے مسائل

مسئلہ:[1] اعتکاف کے لئے تین چیزیں ضروری ہیں۔

(۱) مسجد جماعت میں ٹھہرنا۔

(۲) بہ نیت اعتکاف ٹھہرنا۔ پس بے قصد وارادہ ٹھہر جانے کو اعتکاف نہیں کہتے، چونکہ نیت کے صحیح ہونے کے لئے نیت کرنے والے کا مسلمان اور عاقل ہونا شرط ہے، لہٰذا عقل اور اسلام کا شرط ہونا بھی نیت کے ضمن میں آ گیا۔

(۳) حیض ونفاس سے خالی اور پاک ہونا اور جنابت سے پاک ہونا۔

مسئلہ:[2] سب سے افضل وہ اعتکاف ہے جو مسجد حرام یعنی کعبہ مکرّمہ میں کیا جائے، اُس کے بعد مسجد نبوی کا۔ اس کے بعد مسجد بیت المقدس کا۔ اس کے بعد اُس جامع مسجد کا جس میں جماعت کا انتظام ہو۔ اگر جامع مسجد میں جماعت کا انتظام نہ ہو تو محلے کی مسجد، اس کے بعد وہ مسجد جس میں زیادہ جماعت ہوتی ہو۔

مسئلہ:[3] اعتکاف کی تین قسمیں ہیں: واجب، سنتِ مؤکدہ، مستحب۔ واجب ہوتا ہے اگر نذر کی جائے، نذر خواہ غیر معلق ہو جیسے کوئی شخص بے کسی شرط کے اعتکاف کی نذر کرے، یا معلق جیسے کوئی شخص یہ شرط کرے کہ اگر میرا فلاں کام ہو جائے گا تو میں اعتکاف کروں گا۔ اور سنتِ مؤکدہ ہے رمضان کے اخیر عشرے میں، نبی ﷺ سے بالالتزام اعتکاف کرنا احادیثِ صحیحہ میں منقول ہے، مگر یہ سنتِ مؤکدہ بعض کے کر لینے سے سب کے ذمے سے اُتر جائے گی، اور مستحب ہے اس عشرۂ رمضان کے اخیر عشرے کے سوا اور کسی زمانے میں، خواہ وہ رمضان کا پہلا دوسرا عشرہ ہو یا اور کوئی مہینہ۔

---

(۱) أما شروطه..... فمنها النية حتى لو اعتكف بلا نية لا يجوز، ومنها: مسجد الجماعة، ومنها: الإسلام والعقل والطهارة عن الجنابة والحيض والنفاس. [الهندية ۱/ ۲۳۲ والدرّالمختار ۳/ ۴۹۴ و البحر ۲/ ۴۶۹] (۲) وأفضل الاعتكاف ما كان في مسجد الحرام، ثم في مسجد النبي (عليه الصلوة والسلام)، ثم في بيت المقدس، ثم في الجامع، ثم في ما كان أهله أكثر وأوفر. [الهندية ۱/ ۲۳۲ و ردّالمحتار ۳/ ۴۹۳] (۳) وهو ثلثة أقسام: واجب بالنذر بلسانه، و بالشروع، وبالتعليق، وسنة مؤكدة في العشر الأخير من رمضان، أي سنة كفاية، ومستحب في غيره من الأزمنة. [الدّرالمختار ۳/ ۴۹۵ والهندية ۱/ ۲۳۲ والبحر ۲/ ۴۶۹]

مسئلہ: [۱] اعتکاف واجب کے لئے صوم شرط ہے۔ جب کوئی شخص اعتکاف کرے گا تو اس کو روزہ رکھنا بھی ضروری ہوگا، بلکہ اگر یہ بھی نیت کرے کہ میں روزہ نہ رکھوں گا، تب بھی اُس کو روزہ رکھنا لازم ہوگا۔ اسی وجہ سے اگر کوئی شخص رات کے اعتکاف کی نیت کرے تو وہ لغو سمجھی جاوے گی، کیونکہ رات روزے کا محل نہیں۔ ہاں اگر رات دن دونوں کی نیت کرے یا صرف کئی دنوں کی تو پھر رات ضمناً داخل ہو جائے گی، اور رات کو بھی اعتکاف کرنا ضروری ہوگا۔ اور اگر صرف ایک ہی دن کے اعتکاف کی نذر کرے تو پھر رات ضمناً بھی داخل نہ ہوگی، روزے کا خاص اعتکاف کیلئے رکھنا ضروری نہیں، خواہ کسی غرض سے روزہ رکھا جائے اعتکاف کے لئے کافی ہے، مثلاً کوئی شخص رمضان میں اعتکاف کی نذر کرے تو رمضان کا روزہ اُس اعتکاف کے لئے بھی کافی ہے۔ ہاں اُس روزہ کا واجب ہونا ضروری ہے نفل روزہ اس کے لئے کافی نہیں۔ مثلاً کوئی شخص نفل روزہ رکھے اور بعد اس کے اُسی دن اعتکاف کی نیت کرے تو صحیح نہیں، اگر کوئی شخص پورے رمضان کے اعتکاف کی نذر کرے، اور اتفاق سے رمضان میں نہ کر سکے تو کسی اور مہینے میں اس کے بدلے کر لینے سے اس کی نذر پوری ہو جائے گی مگر علی الاتصال روزے رکھنا اور اُن میں اعتکاف کرنا ضروری ہوگا۔

مسئلہ: [۲] اعتکاف مسنون میں تو روزہ ہوتا ہی ہے، اس لئے اس کے لئے شرط کرنے کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ: [۳] اعتکاف مستحب میں بھی احتیاط یہ ہے کہ روزہ شرط ہے اور معتمد یہ ہے کہ شرط نہیں۔ [۴]

---

[۱] شرط الصوم لصحة الأول اتفاقاً فقط. فلو نذر اعتكاف ليلة لم يصح وإن نوى معها اليوم: لعدم محليتها للصوم، أما لو نوى بها اليوم صح، بخلاف مالو قال في نذره ليلاً ونهاراً، فإنه يصح وإن لم يكن الليل محلاً للصوم؛ لأنه يدخل الليل تبعاً، واعلم أن الشرط في الصوم مراعاة وجوده لا إيجاده للمشروط قصداً، فلو نذر اعتكاف شهر رمضان لزمه، وأجزأه صوم رمضان عن صوم الاعتكاف، لكن قالوا: لو صام تطوعاً ثم نذر اعتكاف ذلك اليوم لم يصح لانعقاده من أوله تطوعاً فتعذر جعله واجباً، وإن لم يعتكف رمضان المعين قضى شهراً غيره، (أي: متتابعاً) لعود شرطه إلى الكمال الأصلي، فلم يجز في رمضان آخر، ولا في واجب سوى قضاء رمضان الأول. [الدرالمختار ۴۹۶/۳ والبحر ۴۷۰/۲ الهندية ۲۳۲/۱] [۲] وسكتوا عن بيان حكم المسنون لظهور أنه لا يكون إلا بالصوم عادةً. [ردالمحتار ۴۹۶/۳] [۳] وشرط الصوم لصحة الأول (أي النذر) اتفاقاً على المذهب، ومقابله رواية الحسن أنه شرط للتطوع أيضاً، وهو مبني على اختلاف الرواية في أن التطوع مقدر بيوم أولا، ففي رواية الأصل غير مقدر، فلم يكن الصوم شرطاً له، وعلى رواية تقديره بيوم وهي رواية الحسن أيضاً يكون الصوم شرطاً له، كمافي البدائع. [الدرالمختار و الشامية ۴۹۶/۳] [۴] اعتکاف مستحب میں بھی احتیاط یہ ہے کہ روزہ شرط ہے، اعتکاف مستحب میں دو قول ہیں ایک یہ کہ اس کی مقدار کم از کم ایک دن ہے، اور یہ احتیاط اسی قول کے مطابق ہے۔ دوسرا یہ کہ اس کے لئے کوئی مقدار مقرر نہیں ہے۔ مسئلہ ۸ (جو آگے آ رہا ہے) دوسرے قول کے مطابق لکھا گیا ہے۔ (ف)

مسئلہ:[1] اعتکاف واجب کم سے کم ایک دن ہو سکتا ہے، اور زیادہ جس قدر نیت کرے، اور اعتکاف مسنون ایک عشرہ، اس لئے کہ اعتکاف مسنون رمضان کے اخیر عشرے میں ہوتا ہے، اور اعتکافِ مستحب کے لئے کوئی مقدار مقرر نہیں ایک منٹ، بلکہ اس سے بھی کم ہو سکتا ہے۔

مسئلہ:[2] حالتِ اعتکاف میں دو قسم کے افعال حرام ہیں، یعنی اُن کے ارتکاب سے اگر اعتکاف واجب یا مسنون ہے تو فاسد ہو جائے گا، اور اس کی قضا[3] کرنا پڑے گی، اور اگر اعتکاف مستحب ہے تو ختم ہو جائے گا۔ اس لئے کہ اعتکاف مستحب کے لئے کوئی مدت مقرر نہیں، پس اس کی قضا بھی نہیں۔

پہلی قسم:[4] اعتکاف کی جگہ سے بے ضرورت باہر نکلنا، ضرورت عام ہے خواہ طبعی ہو یا شرعی، طبعی جیسے پائخانہ، پیشاب، غسل جنابت۔ کھانا کھانا بھی ضرورتِ طبعی میں داخل ہے جبکہ کوئی شخص کھانا لانے والا نہ ہو۔ شرعی ضرورت جیسے جمعہ کی نماز۔

مسئلہ:[5] جس ضرورت کے لئے اپنے اعتکاف کی مسجد سے باہر جائے بعد اس کے فارغ ہونے کے وہاں قیام نہ کرے، اور جہاں تک ممکن ہو ایسی جگہ اپنی ضرورت رفع کرے جو اس مسجد سے زیادہ قریب ہو۔ مثلاً پائخانے کے لئے اگر جائے اور اس کا گھر دور ہو اور اس کے کسی دوست وغیرہ کا گھر قریب ہو تو وہیں جائے۔ ہاں اگر اس کی طبیعت

---

[1] (وأقلہ) أي أقــل مــدة الاعتكاف الواجب يوم عند الإمام، وأقل مدة اعتكاف النفل ساعة، وسنة مؤكدة وهو اعتكاف العشر الأخير من رمضان. [مجمع الأنهر بتغير ۱/۳۷٦] [2] وحرم عليه أي على المعتكف اعتكافاً واجباً، وأما النفل فله الخروج؛ لأنه منهٍ له لا مبطل. [الدّرالمختار ۳/۵۰۰ والبحر ۲/٤۷۳] [3] مطلب یہ ہے کہ جتنے دنوں کا اعتکاف فوت ہو گیا اس کو قضا کرنا پڑے گا، واجب کی قضا واجب ہے، اور سنت کی سنت ہے اور رمضان کے اعتکاف کی قضا کے لئے رمضان ہونا ضروری نہیں۔ البتہ روزہ ہونا ضروری ہے۔ (محشی) [4] حرم عليه الخروج إلا لحاجة الإنسان طبيعية كبول وغائط وغسل لو احتلم ولا يمكنه الاغتسال في المسجد. أو شرعية كعيد والجمعة وقت الزوال. [الدّرالمختار ۳/۵۰۰] في البحر: وقيل: يخرج بعد الغروب للأكل والشرب، وينبغي حمله على ما إذا لم يجد من يأتي له به، فحينئذ يكون من الحوائج الضرورية. [۲/٤۷٦]

[5] ولا يمكث بعد فراغه من الطهور، ولا يلزمه أن يأتي بيت صديقه القريب (إلى قوله) لأن الإنسان قد لا يألف غير بيته. رحمتي. [الشامية ۳/۵۰۱] ومن بعد معتكفه خرج في وقت يدركها (أي الجمعة) ولو مكث أكثر كيوم وليلة أو أتم اعتكافه فيه لم يفسد؛ لأنه محل له، أي: مسجد الجمعة محل للاعتكاف، وكره تنزيها لمخالفة ما التزمه بلا ضرورة. [الدّرالمختار و ردّالمحتار ۳/۵۰۲ والبحر ۲/٤۷۳]

اپنے گھر سے مانوس ہو اور دوسری جگہ جانے سے اس کی ضرورت رفع نہ ہو تو پھر جائز ہے۔ اگر جمعے کی نماز کے لئے کسی مسجد میں جائے اور بعد نماز کے وہیں ٹھہر جائے اور وہیں اعتکاف کو پورا کرے تب بھی جائز ہے مگر مکروہ ہے۔

مسئلہ:① بھولے سے بھی اپنی اعتکاف کی مسجد کو ایک منٹ بلکہ اس سے بھی کم چھوڑ دینا جائز نہیں۔

مسئلہ:② جو عذر کثیر الوقوع نہ ہوں اُن کے لئے اپنے معتکف کو چھوڑ دینا منافیٔ اعتکاف ہے، مثلاً کسی مریض کی عیادت کے لئے، یا کسی ڈوبتے ہوئے کو بچانے کے لئے، یا آگ بجھانے کو یا مسجد کے گرنے کے خوف سے، گو ان صورتوں میں معتکف سے نکل جانا گناہ نہیں، بلکہ جان بچانے کی غرض سے ضروری ہے، مگر اعتکاف قائم نہ رہے گا۔ اگر کسی شرعی یا طبعی ضرورت کے لئے نکلے اور اس درمیان میں خواہ ضرورت رفع ہونے سے پہلے یا اس کے بعد کسی مریض کی عیادت کرے یا نماز جنازہ میں شریک ہو جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

مسئلہ:③ جمعے کی نماز کے لئے ایسے وقت جائے کہ تحیۃ المسجد اور سنتِ جمعہ وہاں پڑھ سکے، اور بعد نماز کے بھی سنت پڑھنے کے لئے ٹھہرنا جائز ہے، اس مقدار وقت کا اندازہ اس شخص کی رائے پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ اگر اندازہ غلط ہو جائے یعنی کچھ پہلے سے پہنچ جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

مسئلہ:④ اگر کوئی شخص زبردستی معتکف سے باہر نکال دیا جائے تب بھی اس کا اعتکاف قائم نہ رہے گا۔ مثلاً کسی جُرم میں حاکمِ وقت کی طرف سے وارنٹ جاری ہو اور سپاہی اُس کو گرفتار کر لے جائیں، یا کسی کا قرض چاہتا ہو اور وہ اس کو باہر نکالے۔

مسئلہ:⑤ اسی طرح اگر شرعی یا طبعی ضرورت سے نکلے اور راستہ میں کوئی قرض خواہ روک لے یا بیمار ہو جائے، اور پھر معتکف تک پہنچنے میں کچھ دیر ہو جائے تب بھی اعتکاف قائم نہ رہے گا۔

---

① فلو خرج ولو ناسيا ساعة زمانية بلا عذر فسد. [الدّرالمختار ٣/٥٠٣ والبحر ٢/٤٧٤] ② وأما ما لا يغلب كإنجاء غريق وانهدام مسجد فمسقط للإثم لا للبطلان. لو خرج لها ثم ذهب لعيادة مريض أو صلوة جنازة من غير أن يكون خرج لذلك قصداً فإنه جائز. [الدّرالمختار و ردّالمحتار ٣/٥٠٤ والبحر ٢/٤٧٤ الهندية ١/٢٣٤] ③ يخرج في وقت يمكنه إدراكها وصلوة أربع قبلها، وركعتان تحية المسجد، يحكم في ذلك رأيه أن يجتهد في خروجه على إدراك سماع الخطبة. [البحر ٢/٤٧٣]
④⑤ لو خرج ناسياً أو مكرهاً أو ليبول فحبسه الغريم ساعة فسد عنده. [ردّالمحتار ٣/٥٠٤ والهندية ١/٢٣٤]

دوسری قسم[1]: اُن افعال کی جو اعتکاف میں ناجائز ہیں، جماع وغیرہ کرنا خواہ عمداً کیا جائے یا سہواً۔ اعتکاف کا خیال نہ رہنے کے سبب سے مسجد میں کیا جائے یا مسجد سے باہر۔ ہر حال میں اعتکاف باطل ہو جائے گا۔ جو افعال کہ تابع جماع کے ہیں، جیسے بوسہ لینا یا معانقہ کرنا، وہ بھی حالت اعتکاف میں ناجائز ہیں، مگر ان سے اعتکاف باطل نہیں ہوتا تاوقتیکہ منی نہ خارج ہو۔ ہاں اگر ان افعال سے منی کا خروج ہو جائے تو پھر اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ البتہ صرف خیال اور فکر سے اگر منی خارج ہو جائے تو اعتکاف فاسد نہ ہوگا۔

مسئلہ[2]: حالت اعتکاف میں بے ضرورت کسی دنیاوی کام میں مشغول ہونا مکروہ تحریمی ہے، مثلاً بے ضرورت خرید و فروخت یا تجارت کا کوئی کام کرنا۔ ہاں جو کام نہایت ضروری ہو، مثلاً گھر میں کھانے کو نہ ہو اور اس کے سوا کوئی دوسرا شخص قابل اطمینان خریدنے والا نہ ہو، ایسی حالت میں خرید و فروخت کرنا جائز ہے، مگر مبیع کا مسجد میں لانا کسی حال میں جائز نہیں، بشرطیکہ اس کے مسجد میں لانے سے مسجد کے خراب ہو جانے کا یا جگہ رُک جانے کا خوف ہو۔ ہاں اگر مسجد کے خراب ہونے یا جگہ رُک جانے کا خوف نہ ہو تو بعض کے نزدیک جائز ہے۔

مسئلہ[3]: حالت اعتکاف میں بالکل چُپ بیٹھنا بھی مکروہ تحریمی ہے، ہاں بُری باتیں زبان سے نہ نکالے، جھوٹ نہ بولے، غیبت نہ کرے، بلکہ قرآن مجید کی تلاوت یا کسی دینی علم کے پڑھنے پڑھانے، یا کسی اور عبادت میں اپنے اوقات صرف کرے، خلاصہ یہ ہے کہ چُپ بیٹھنا کوئی عبادت نہیں۔

---

[1] ومنها الجماع ودواعيه فيحرم على المعتكف الجماع ودواعيه نحو المباشرة والتقبيل واللمس والمعانقة، والجماع فيما دون الفرج، والليل والنهار سواء، والجماع عامداً أو ناسياً ليلاً أو نهاراً، يفسد الاعتكاف أنزل أو لم ينزل، وما سواه يفسد إذا أنزل، وإن لم ينزل لا يفسد، ولو أمنى بالتفكر والنظر لا يفسد اعتكافه. [الهندية ۱/۲۳٤ والدرّ المختار ۳/۵۰۸ والبحر ۲/٤۷۷]

[2] فلو خرج لأجلها فسد لعدم الضرورة. وقيل يخرج بعد الغروب للأكل والشرب، وينبغي حمله على ما إذا لم يجد من يأتي له به، فحينئذ يكون من الحوائج الضرورية، وكره تحريماً إحضار مبيع فيه، ودل تعليلهم أن المبيع لو لم يشغل البقعة لا يكره إحضاره كدراهم يسيرة، لكن مقتضى التعليل الأول الكراهة وإن لم يشغل. [ردّالمحتار ۳/۵۰۹ والبحر ۲/٤۷٦]

[3] ويكره تحريماً صمت إن اعتقده قربة وإلا لا، ولا يتكلم إلا بخير، وهو ما لا إثم فيه، ومنه المباح عند الحاجة إليه، كقراءة قرآن وحديث وعلم وتدريس في سير الرسول عليه السلام وقصص الأنبياء (عليهم السلام) وحكايات الصالحين وكتابة أمور الدين. [الدرّ المختار ۳/۵۰۷ والبحر ۲/۵۳۱ والهندية ۱/۲۲۳]

زکوۃ کا بیان

مسئلہ: [۱] سال گذرنا سب میں شرط ہے۔

مسئلہ: [۲] ایک قسم جانوروں کی جن میں زکوۃ فرض ہے سائمہ ہے۔ اور سائمہ وہ جانور ہیں جن میں یہ باتیں پائی جاتی ہوں:

۱. سال کے اکثر حصے میں اپنے منہ سے چر کے اکتفا کرتے ہوں، اور گھر میں ان کو کھڑے کر کے نہ کھلایا جاتا ہو۔ اگر نصف سال اپنے منہ سے چر کے رہتے ہوں، اور نصف سال اُن کو گھر میں کھڑے کر کے کھلایا جاتا ہو تو پھر وہ سائمہ نہیں۔ اسی طرح اگر گھاس اُن کے لئے گھر میں منگائی جاتی ہو، خواہ وہ بقیمت یا بے قیمت تو پھر وہ سائمہ نہیں ہیں۔

۲. دودھ کی غرض سے یا نسل کے زیادہ ہونے کے لئے یا فربہ کرنے کے لئے رکھے گئے ہوں، اگر دودھ اور نسل اور فربہی کی غرض سے نہ رکھے گئے ہوں، بلکہ گوشت کھانے کے لئے یا سواری کے لئے تو پھر سائمہ نہ کہلائیں گے۔

سائمہ جانوروں کی زکوۃ کا بیان

مسئلہ: [۳] سائمہ جانوروں کی زکوۃ میں یہ شرط ہے کہ وہ اونٹ اونٹنی یا گائے، بیل، بھینس، بھینسا، بکرا، بکری، بھیڑ اور دُنبہ ہو، جنگلی جانوروں پر جیسے ہرن وغیرہ پر زکوۃ فرض نہیں۔ ہاں اگر تجارت کی نیت سے خرید کر رکھے جائیں تو ان پر تجارت کی زکوۃ فرض ہوگی۔ جو جانور کسی دیسی اور جنگلی جانور سے مل کر پیدا ہوں تو اگر اُن کی ماں دیسی ہے تو وہ دیسی سمجھے جائیں گے، اور اگر جنگلی ہے تو جنگلی سمجھے جائیں گے۔

---

[۱] وحال عليه الحول. [الهداية ۲/۳ والهندية ۱/۱۹۳] [۲] السائمة هي الراعية، المكتفية بالرعي المباح في أكثر العام لقصد الدر و النسل والزيادة والسمن، لو أسامها للحم فلا زكوة فيها، كما لو أسامها للحمل والركوب، فلو علفها نصفه لاتكون سائمة، إذ لو حمل الكلاء إليها في البيت لاتكون سائمةً. [الدرّالمختار و ردّالمحتار ۳/۲۳۲ والهندية ۱/۱۹٤ والبحر ۲/۳۳٤] [۳] أطلقها فشمل المتولدة من أهلي ووحشي، لكن بعد كون الأم أهلية كالمتولدة من شاة وظبي وبقر وحشي وأهلي فتجب الزكوة بها. [ردّالمحتار ۳/۲۳۳]

مثال بکری اور ہرن سے کوئی جانور پیدا ہوا ہو تو وہ بکری کے حکم میں ہے، اور نیل گاؤ اور گائے سے کوئی جانور پیدا ہوا ہو تو وہ گائے کے حکم میں ہے۔

مسئلہ[1] جو جانور سائمہ ہو اور سال کے درمیان میں اس کو تجارت کی نیت سے بیچ[2] کر دیا جائے تو اس سال اس کی زکوٰۃ نہ دینا پڑے گی، اور جب سے اُس نے تجارت کی نیت کی اس وقت سے اس کا تجارتی سال شروع ہوگا۔

مسئلہ[3] جانوروں کے بچوں میں اگر وہ تنہا ہوں تو زکوٰۃ فرض نہیں۔ ہاں اگر اُن کے ساتھ بڑا جانور بھی ہو تو پھر اُن پر بھی زکوٰۃ فرض ہو جائے گی، اور زکوٰۃ میں وہی بڑا جانور دیا جائے گا، اور سال پورا ہونے کے بعد اگر وہ بڑا جانور مر جائے تو زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی۔

مسئلہ[4] وقف کے جانوروں پر زکوٰۃ فرض نہیں۔

مسئلہ[5] گھوڑوں پر جب وہ سائمہ ہوں اور نر و مادہ مخلوط ہوں زکوٰۃ ہے، یا تو فی گھوڑا ایک دینار یعنی پونے تین تولہ چاندی دیدے، اور یا سب کی قیمت لگا کر اسی قیمت کا چالیسواں حصہ دیدے۔

مسئلہ[6] گدھے اور خچر پر جبکہ تجارت کے لئے نہ ہوں زکوٰۃ فرض نہیں۔

اونٹ کا نصاب

مسئلہ[7] یاد رکھو کہ پانچ اونٹ میں زکوٰۃ فرض ہے، اس سے کم میں نہیں، پانچ اونٹ میں ایک بکری، اور دس میں

---

[1] لو باع السائمة في وسط الحول أو قبله بيوم فإنه يستقبل حولاً آخر. [الدرّ المختار ۳/۲۲۵] [2] یعنی کسی جانور کے بدلے میں یا اسباب کے بدلے میں اس کو فروخت کر دیا اور اب اس جانور یا اسباب کے خریدنے کے وقت تجارت کی نیت کر لی۔ [3] ولا في حمل وفصيل وعجول إلا تبعاً لكبير ولو واحداً، ويجب ذلك الواحد، وهلاكه يسقطها. [الدرّ المختار ۳/۲۴۵ والبحر ۲/۲۴۲ والهداية ۱/۱۹۶] [4] وليس في سوائم الوقف (الزكوة). [الدرّ المختار ۳/۲۳۶] [5] إذا كانت الخيل سائمةً ذكوراً وإناثاً، فصاحبها بالخيار: إن شاء أعطى عن كل فرس ديناراً، وإن شاء قوّمها وأعطى عن كل مائتي درهم خمسة دراهم. [الهداية ۲/۲۱] [6] ولا في بغال وحمير ليست للتجارة فلولها فلا كلام. [الدرّ المختار ۳/۲۴۵] [7] ليس في أقل من خمس ذود صدقة، فإذا بلغت خمساً سائمة وحال عليها الحول، ففيها شاة إلى تسع، فإذا كانت عشراً ففيها شاتان إلى أربع عشرة، فإذا كانت خمس عشرة ففيها ثلث شياه إلى تسع عشرة، فإذا كانت عشرين ففيها أربع شياه إلى أربع وعشرين، فإذا بلغت خمساً وعشرين ففيها بنت مخاض، وهي التي طعنت في الثانية إلى خمس وثلثين، فإذا كانت ستاً وثلثين ففيها بنت لبون، وهي التي طعنت=

دو، اور پندرہ میں تین، اور بیس میں چار بکری دینا فرض ہے، خواہ نر ہو یا مادہ، مگر ایک سال سے کم نہ ہو، اور درمیان میں کچھ نہیں، پھر پچیس اونٹ میں ایک ایسی اونٹنی جس کو دوسرا برس شروع ہو، اور چھبیس سے پینتیس تک کچھ نہیں، پھر چھتیس اونٹ میں ایک ایسی اونٹنی جس کو تیسرا برس شروع ہو چکا ہو، اور سینتیس سے پینتالیس تک کچھ نہیں، پھر چھیالیس اونٹ میں ایک ایسی اونٹنی جس کو چوتھا برس شروع ہو، اور سینتالیس سے ساٹھ تک کچھ نہیں، پھر اکسٹھ اونٹ میں ایک ایسی اونٹنی جس کو پانچواں برس شروع ہو، اور باسٹھ سے پچھتر تک کچھ نہیں، پھر چھہتر اونٹ میں دو ایسی اونٹنیاں جن کو تیسرا برس شروع ہو، اور ستتر سے نوے تک کچھ نہیں، پھر اکیانوے اونٹ میں دو ایسی اونٹنیاں جن کو چوتھا برس شروع ہو، اور بانوے سے ایک سو بیس تک کچھ نہیں، پھر جب ایک سو بیس سے زیادہ ہو جائیں تو پھر نیا حساب کیا جائے گا یعنی اگر چار زیادہ ہیں تو کچھ نہیں، جب زیادتی پانچ تک پہنچ جائے، یعنی ایک سو پچیس ہو جائیں تو ایک بکری اور دو دو اونٹنیاں جن کو چوتھا سال شروع ہو جائے، اسی طرح ہر پانچ میں ایک بکری بڑھتی رہے گی ایک سو چوالیس تک، اور ایک سو پینتالیس ہو جائیں تو ایک دوسرے برس والی اونٹنی اور دو تین برس والی ایک سو انچاس تک، اور جب ایک سو پچاس ہو جائیں تو تین اونٹنیاں چوتھے برس والی واجب ہوں گی، جب اس سے بھی بڑھ جائیں تو پھر نئے سرے سے حساب ہوگا یعنی پانچ اونٹوں میں چوبیس تک فی پانچ اونٹ ایک بکری تین چوتھے برس والی اونٹنی کے ساتھ، اور پچیس میں ایک دوسرے برس والی اونٹنی، اور چھتیس میں ایک تیسرے برس والی اونٹنی، پھر جب ایک سو چھیانوے ہو جائیں تو چار تین برس والی اونٹنی دو سو تک، پھر جب اس سے بھی بڑھ جائیں تو ہمیشہ اسی طرح حساب چلے جیسا کہ ڈیڑھ سو کے بعد سے چلا ہے۔

[illegible] [۲۲۶۰] ✻ بجائے الفاظ [illegible] کے اس مرتبہ [illegible] درج کیا گیا۔

مسئلہ[1] اونٹ کی زکوۃ میں اگر اونٹ دیا جائے تو مادہ ہونا چاہئے، البتہ نر اگر قیمت میں مادہ کے برابر ہو تو درست ہے۔

گائے اور بھینس کا نصاب

گائے[2] اور بھینس دونوں ایک قسم میں ہیں، دونوں کا نصاب بھی ایک ہے، اور اگر دونوں کے ملانے سے نصاب پورا ہوتا ہو تو دونوں کو ملالیں گے مثلاً بیس ۲۰ گائے ہوں اور دس ۱۰ بھینسیں تو دونوں کو ملا کر تیس ۳۰ کا نصاب پورا کرلیں گے، مگر زکوۃ میں وہی جانور دیا جائے گا جس کی تعداد زیادہ ہو، یعنی اگر گائے زیادہ ہیں تو زکوۃ میں گائے دی جائے گی اور اگر بھینس زیادہ ہیں تو زکوۃ میں بھینس دی جائے گی۔ اور جو دونوں برابر ہوں تو قسم اعلیٰ میں جو جانور کم قیمت کا ہو، یا قسم ادنیٰ میں جو جانور زیادہ قیمت کا ہو دیا جائے گا۔ پس تیس ۳۰ گائے بھینس میں ایک گائے یا بھینس کا بچہ جو پورے ایک برس کا ہو نر ہو یا مادہ ہو تیس ۳۰ سے کم میں کچھ نہیں اور تیس ۳۰ کے بعد انتالیس ۳۹ تک بھی کچھ نہیں چالیس گائے بھینس میں پورے دو برس کا بچہ نر ہو یا مادہ، اکتالیس ۴۱ سے انسٹھ ۵۹ تک کچھ نہیں، جب ساٹھ ہو جائیں تو ایک ایک برس کے دو بچے دیئے جائیں گے، پھر جب ساٹھ سے زیادہ ہو جائیں تو ہر تیس ۳۰ میں ایک برس کا بچہ۔ اور ہر چالیس ۴۰ میں دو برس کا بچہ۔ مثلاً ستر ۷۰ ہو جائیں تو ایک ایک برس کا بچہ اور ایک دو برس کا بچہ۔ کیونکہ ستر میں ایک تیس ۳۰ کا نصاب ہے اور ایک چالیس ۴۰ کا۔ اور جب اسی ۸۰ ہو جائیں تو دو برس کے دو بچے۔ کیونکہ اسی ۸۰ میں چالیس ۴۰ کے دو نصاب ہیں۔ اور نوے ۹۰ میں ایک ایک برس کے تین بچے۔ کیونکہ نوے ۹۰ میں تیس ۳۰ کے تین نصاب ہیں۔ اور سو ۱۰۰ میں دو بچے ایک ایک برس کے اور

---

[1] ولا تجزىء ذكور الإبل إلا بالقيمة للإناث. [الدر المختار ۳/۲۴۰] [2] نصاب البقر والجاموس (ويكمل به نصاب البقر، وتؤخذ الزكوة من أغلبها، وعند الاستواء يؤخذ أعلى الأدنى وأدنى الأعلى) ثلاثون سائمة، (ذكوراً كانت أو إناثاً، وكذا الجواميس) غير مشتركة وفيها تبيع؛ لأنه يتبع أمه ذو سنة كاملة، أو تبيعة أنثاه، وفي أربعين مسن ذو سنتين أو مسنة، وفيما زاد على الأربعين بحسابه في ظاهر الرواية عن الإمام (أي: لا يكون عفوا بل يحسب إلى ستين، ففي الواحدة الزائدة ربع عشر مسنة، وفي الثنتين نصف عشر مسنة) وعنه لا شيء فيما زاد إلى ستين، ففيها ضعف ما في ثلاثين، وهو قولهما والثلاثة، وعليه الفتوى، ثم في كل ثلاثين تبيع، وفي كل أربعين مسنة، فيتغير الواجب بكل عشرة، ففي سبعين تبيع ومسنة، وفي ثمانين مسنتان، وفي تسعين ثلاث أتبعة، وفي مائة تبيعان ومسنة، إلا إذا تداخلا كمائة وعشرين، فخيّر بين أربع أتبعة وثلث مسنات، وهكذا أي: الحكم على هذا المنوال، ففي مائتين وأربعين ثمانية أتبعة أو ست مسنات. [الدر المختار ورد المحتار ۳/۲۴۱ والهداية ۲/۱۷]

ایک بچہ دو برس کا۔ کیونکہ ستوؔ میں دو نصاب تمیؔن تمیؔن کے اور ایک نصاب چالیسؔ کا ہے۔ ہاں جہاں کہیں دونوں نصابوں کا حساب مختلف نتیجہ پیدا کرتا ہو وہاں اختیار ہے چاہے جس کا اعتبار کریں، مثلاً ایک سو بیسؔ میں چار نصاب تمیؔن کے ہیں، اور تین نصاب چالیسؔ کے، پس اختیار ہے کہ تمیؔن کے نصاب کا اعتبار کر کے ایک ایک برس کے چار بچے دیں، یا چالیسؔ کے نصاب کا اعتبار کر کے دو دو برس کے تین بچے دیں۔

بکری بھیڑ کا نصاب

زکوٰۃ[1] کے بارے میں بکری بھیڑ سب یکساں ہیں، خواہ بھیڑ دُمدار ہو جس کو دُنبہ کہتے ہیں یا معمولی ہو۔ اگر دونوں کا نصاب الگ الگ پورا ہو تو دونوں کی زکوٰۃ[2] ساتھ دی جائے گی اور مجموعہ ایک نصاب ہوگا، اور اگر ہر ایک کا نصاب پورا نہ ہو، مگر دونوں کے ملا لینے سے نصاب پورا ہو جاتا ہے تب بھی دونوں کو ملا لیں گے۔ اور جو زیادہ ہوگا تو زکوٰۃ میں وہی دیا جائے گا، اور دونوں برابر ہوں تو اختیار ہے، چالیسؔ بکری یا بھیڑ سے کم میں کچھ نہیں۔ چالیسؔ بکری یا بھیڑ میں ایک بکری یا بھیڑ۔ چالیسؔ کے بعد ایک سو بیسؔ تک زائد میں کچھ نہیں۔ پھر ایک سو اکیسؔ میں دو بھیڑ یا بکریاں، اور ایک سو بائیسؔ سے دو سوؔ تک زائد کچھ نہیں، پھر دو سوؔ ایک میں تین بھیڑ یا بکریاں، پھر تین سو ننانوےؔ تک زائد کچھ نہیں، پھر چار سوؔ میں چار بکریاں یا بھیڑیں، پھر چار سوؔ سے زیادہ میں ہر سوؔ میں ایک بکری کے حساب سے زکوٰۃ دینا ہوگی، سوؔ سے کم میں کچھ نہیں۔

مسئلہ: بھیڑ بکری کی زکوٰۃ میں نر مادہ کی قید نہیں، ہاں ایک سال سے کم کا بچہ نہ ہونا چاہئے، خواہ بھیڑ ہو یا بکری۔

---

[1] نصاب الغنم (ضأناً أو معزاً فإنهما سواء في تكميل النصاب) أربعون، وفيها شاة، تعم الذكور والإناث. وفي مائة وإحدى وعشرين شاتان، وفي مائتين وواحدة ثلث شياه، وفي أربع مائة أربع شياه، وما بينهما عفو، ثم بعد بلوغها أربع مائة في كل مائة شاة إلى غير نهاية، ويؤخذ في زكوتها أي الغنم الثني من الضأن والمعز، وهو ماتمت له سنة لا الجذع بالقيمة، وهو ما أتى عليه أكثرها. [الدر المختار ۲۴۲/۳ والهداية ۱۹/۲]

[2] اس مسئلہ میں بہت سی تحقیق کے بعد منقح ہو گیا کہ اس صورت میں بھی مجموعہ کو ایک ہی قسم قرار دے کر ایک قسم میں جو زکوٰۃ واجب ہوتی ہے وہی مجموعہ پر ہوگی، مثلاً چالیس بکری ہیں اور چالیس بھیڑ تو ایسا ہی ہوگا جیسے اسی بکریاں یا اسی بھیڑ ہوں، اور زکوٰۃ میں ایک ہی واجب ہوگی، لیکن اگر بکری دے گا تو ادنیٰ درجہ کی اور اگر بھیڑ دے گا تو اعلیٰ درجہ کی، غرض اس کو دو نصاب نہ کہیں گے اور دو جانور واجب نہ کہیں گے جیسا کہ "المغنم فی زکوٰۃ الغنم" میں اس کی تفصیل مذکور ہے (محشی)

زکوۃ کے متفرق مسائل

مسئلہ: [1] اگر کوئی شخص حرام مال کو حلال کے ساتھ ملا دے تو سب کی زکوۃ اس کو دینا ہوگی۔

مسئلہ: [2] اگر کوئی شخص زکوۃ واجب ہونے کے بعد مر جائے تو اس کے مال کی زکوۃ نہ لی جائے گی، ہاں اگر وہ وصیت کر گیا ہو تو اس کے تہائی مال میں سے زکوۃ لے لی جائے گی، گو یہ تہائی پوری زکوۃ کو کفایت نہ کرے، اور اگر اس کے وارث تہائی سے زیادہ دینے پر راضی ہوں تو جس قدر وہ اپنی خوشی سے دیدیں لے لیا جائے گا۔

مسئلہ: [3] اگر ایک سال کے بعد قرض خواہ اپنا قرض مقروض کو معاف کردے، تو قرض خواہ پر زکوۃ اس ایک سال کی نہ دینا پڑے گی، ہاں اگر وہ مدیون مالدار ہے تو اس کو معاف کرنا مال کا ہلاک کرنا سمجھا جائے گا اور دائن کو زکوۃ دینا پڑے گی، کیونکہ زکوتی مال کے ہلاک کردینے سے زکوۃ ساقط نہیں ہوتی۔

مسئلہ: [4] فرض و واجب صدقات کے علاوہ صدقہ دینا اسی وقت میں مستحب ہے جبکہ مال اپنی ضرورتوں اور اپنے اہل و عیال کی ضرورتوں سے زائد ہو، ورنہ مکروہ ہے۔ اسی طرح اپنے کُل مال کا صدقہ دے دینا بھی مکروہ ہے، ہاں اگر وہ اپنے نفس میں توکل اور صبر کی صفت بہ یقین جانتا ہو اور اہل عیال کو بھی تکلیف کا احتمال نہ ہو تو پھر مکروہ نہیں بلکہ بہتر ہے۔

مسئلہ: [5] اگر کسی نابالغ لڑکی کا نکاح کردیا جائے اور وہ شوہر کے گھر میں رخصت کردی جائے، تو اگر وہ (لڑکی)

---

[1] ولو خلط السلطان المال المغصوب بماله ملكه، فتجب الزكوة فيه ويورث عنه. [الدّرالمختار و الشامية ۳/۲۵۸ والبحر ۲/۳۵۲] [2] یعنی حرمت اعداد المالین مانع زکوۃ نہیں ہے، لیکن اگر کوئی اور وجہ مانع ہو تو یہ دوسری بات ہے۔ (تصحیح الاغلاط) [3] ولا تؤخذ من تركته بغير وصية لفقد شرطها وهو النية، وإن أوصى بها اعتبر من الثلث، إلا أن يجيز الورثة. [الدّرالمختار ۳/۲۶۵]

[4] ولو أبرأ رب الدين المديون بعد الحول فلا زكوة، سواء كان الدين قوياً أو لا، وقيده في المحيط بالمعسر وأما الموسر فهو استهلاك. [الدّرالمختار ۳/۲۸۳ والبحر ۲/۳۶۸] [5] اعلم أن الصدقة تستحب بفاضل عن كفايته وكفاية من يمونه وإن تصدق بما ينقص مؤنة من يمونه أثم، ومن أراد التصدق بماله كله وهو يعلم من نفسه حسن التوكل والصبر عن المسألة فله ذلك، وإلا فلا يجوز ويكره لمن لا صبر له على الضيق أن ينقص نفقة نفسه عن الكفاية التامة. [ردّالمحتار ۳/۳۶۰]

[6] (والزوج طفلته) أي الفقيرة إذ صدقة الغنية في مالها تزوجت أو لا (الصالحة لخدمة الزوج) لو سلمت لزوجها لاتجب فطرتها على أبيها لعدم المؤنة، فأفاد تقييد المسئلة بقيدين: صلاحيتها للخدمة، وتسليمها للزوج. (ثم قال:) فلا فطرة، أما عليها فلفقرها، وأما على زوجها فلما سيأتي في قوله: "لاعن زوجته" وأما على أبيها فلأنه لايمونها وإن ولي عليها. [الدّرالمختار وردّالمحتار ۳/۳۶۸ والبحر ۲/۳۹۹]

مالدار ہے تب تو اس کے مال میں صدقۂ فطر واجب ہے۔ اور اگر مالدار نہیں تو دیکھنا چاہیے کہ اگر قابل خدمت شوہر کے یا اس کی موانست کے ہے، تو اس کا صدقۂ فطر نہ باپ پر واجب ہے نہ شوہر پر نہ خود اس پر، اور اگر وہ قابل خدمت اور قابل موانست کے نہیں ہے، تو اس کا صدقۂ فطر اس کے باپ کے ذمے واجب رہے گا، اور اگر شوہر گھر کے میں رخصت نہیں کی گئی، تو گو وہ قابل خدمت کے اور قابل موانست ہو، ہر حال میں اس کے باپ پر اس کا صدقۂ فطر واجب ہوگا۔

تتمہ حصہ سوم اصلی بہشتی زیور کا تمام ہوا۔ حصہ چہارم کا تتمہ نہیں ہے۔ آگے تتمہ حصہ پنجم کا شروع ہوتا ہے۔

تتمہ حصہ پنجم اصلی بہشتی زیور[1]

بالوں کے متعلق احکام

مسئلہ:[2] پورے سر پر بال رکھنا نرمہ گوش تک یا کسی قدر اس سے نیچے سُنّت ہے، اور اگر سر منڈائے تو پورا سر منڈوا دینا سنت ہے، اور کتروانا بھی درست ہے، مگر سب کتروانا اور آگے کی طرف کسی قدر بڑے رکھنا جو کہ آج کل کا فیشن ہے جائز نہیں، اور اسی طرح کچھ حصہ منڈوانا کچھ رہنے دینا درست نہیں، اسی سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ آج کل بابری رکھنی، یا چندوا کھلوانے، یا اگلے حصۂ سر کے بال بغرض گُلائی بنوانے کا جو دستور ہے درست نہیں۔

مسئلہ:[3] اگر بال بہت بڑھالئے تو عورتوں کی طرح جوڑا باندھنا درست نہیں۔

مسئلہ:[4] عورت کو سر مُنڈانا بال کتروانا حرام ہے، حدیث میں لعنت آئی ہے۔

مسئلہ:[5] لبوں کا کتروانا اس قدر کہ لب کے برابر ہو جائیں سُنّت ہے، اور مُنڈانے میں اختلاف ہے، بعضے بدعت کہتے ہیں، بعضے اجازت دیتے ہیں، الہٰذا نہ منڈانے ہی میں احتیاط ہے۔

مسئلہ:[6] مونچھ دونوں طرف دراز رہنے دینا درست ہے، بشرطیکہ لبیں دراز نہ ہوں۔

مسئلہ:[7] ڈاڑھی منڈانا، کتروانا حرام[8] ہے، البتہ ایک مُشت سے جو زائد ہو اس کا کتروا دینا درست ہے۔ اسی طرح چاروں طرف سے تھوڑا تھوڑا لے لینا کہ سڈول اور برابر ہو جائے درست ہے۔

---

① اس حصہ کا تمام مضمون "صفائی معاملات" مصنفہ مولانا تھانوی رحمہ اللہ سے ماخوذ ہے۔ (محشی) ② أن السنة في شعر الرأس إما الفرق أو الحلق، وذكر الطحاوي أن الحلق سنة، ويكره القزع وهو أن يحلق البعض ويترك البعض قطعاً مقدار ثلاثة أصابع. [ردّ المحتار ۶۷۲/۹ والهندية ۴۳۷/۵] ③ ويرسل شعره من غير أن يفتله، وإن فتله فذلك مكروه. [الدّر المختار ۶۷۲/۹ والهندية ۴۳۷/۵] ④ قطعت شعر رأسها أثمت ولعنت. [الدّر المختار ۶۷۱/۹] ⑤ حلق الشارب بدعة، وقيل سنة، والقص منه حتى يوازي الحرف الأعلى من الشفة العليا سنة بالإجماع. [ردّ المحتار ۶۷۱/۹] ⑥ كان بعض السلف يترك سباليه، وهما: أطراف الشوارب. [الهندية ۴۳۷/۵ وردّ المحتار ۶۷۲/۹] ⑦ لا بأس بأخذ أطراف اللحية، والسنة فيها القبضة، وهو أن يقبض الرجل لحيته فما زاد فيها على قبضته قطعه. [ردّ المحتار ۶۷۱/۹ والهندية ۴۳۸/۵] يحرم على الرجل قطع لحيته. [الدّر المختار ۶۷۲/۹] ⑧ ڈاڑھی رکھنا واجب ہے، جو ڈاڑھی منڈاتا یا کٹاتا ہو اس کی شہادت بھی قبول نہیں کی جائے گی، ڈاڑھی مرد کی زینت ہے،…

مسئلہ ۷: ⓵ رُخسارے کی طرف جو بال بڑھ جاویں ان کو برابر کر دینا یعنی خط بنوانا درست ہے، اسی طرح اگر دونوں ابرو کسی قدر لے لی جاویں اور درست کر دی جاویں یہ بھی درست ہے۔

مسئلہ ۸: ⓶ حلق کے بال منڈوانا نہ چاہئے، مگر ابو یوسف سے منقول ہے کہ اس میں بھی کچھ مضائقہ نہیں۔

مسئلہ ۹: ⓷ ریش بچہ کے جانبین لب زیرین کے بال منڈوانے کو فقہاء نے بدعت لکھا ہے، اس لئے نہ منڈوانا چاہئے۔ اسی طرح گدی کے بال بنوانے کو فقہاء نے مکروہ لکھا ہے۔

مسئلہ ۱۰: ⓸ بغرض زینت سفید بال کا چننا ممنوع ہے، البتہ مجاہد کو دشمن پر رعب وہیبت ہونے کے لئے دور کرنا بہتر ہے۔

مسئلہ ۱۱: ⓹ ناک کے بال اُکھیڑنا نہ چاہئے، قینچی سے کتر ڈالنا چاہئے۔

مسئلہ ۱۲: ⓺ سینہ اور پشت کے بال بنانا جائز ہے، مگر خلاف ادب اور غیر اولیٰ ہے۔

مسئلہ ۱۳: ⓻ موئے زیر ناف میں مرد کے لئے استرے سے دُور کرنا بہتر ہے۔ مونڈتے وقت ابتدا ناف کے نیچے سے کرے، اور ہڑتال وغیرہ کوئی اور دوا لگا کر زائل کرنا بھی جائز ہے اور عورت کے لئے موافق سُنت کے یہ ہے کہ چٹکی یا چمٹی سے دُور کرے، اُسترہ نہ لگے۔

مسئلہ ۱۴: ⓼ موئے بغل میں اولیٰ تو یہ ہے کہ موچنے وغیرہ سے دور کئے جائیں اور اُسترے سے منڈوانا بھی جائز ہے۔

مسئلہ ۱۵: اس کے علاوہ اور تمام بدن کے بالوں کا مونڈنا، رکھنا دونوں درست ہے۔ (ق)

مسئلہ ۱۶: ⓽ پیر کے ناخن دُور کرنا بھی سُنت ہے، البتہ مجاہد کے لئے دارُالحرب میں ناخن اور مونچھ نہ کٹوانا مستحب ہے۔

= تمام انبیاء علیہم السلام رکھتے تھے، ایک مٹھی یعنی چار انگل ڈاڑھی واجب ہے، اس سے کم کرنا گناہ ہے۔ (ق) ⓵ ولا بأس بأخذ الحاجبين وشعر وجهه مالم يشبه المخنث. [ردّ المحتار ۹/۶۷۰ والهندية ۵/۴۳۸] ⓶ ولا يحلق شعر حلقه، وعن أبي يوسف: لابأس به. [ردّالمحتار ۹/۶۷۱ والهندية] ⓷ نتف الفنيكين بدعة، وهما جانبا العنفقة وهي شعر الشفة السفلى. [ردّالمحتار ۹/۶۷۰ والهندية ۵/۴۳۸] ⓸ نتف الشيب مكروه للتزين لا لترهيب العدو. [الهندية ۵/۴۳۹] ⓹، ⓺ ولا ينتف أنفه، وفي حلق شعر الصدر والظهر ترك الأدب. [ردّ المحتار ۹/۶۷۱ والهندية ۵/۴۳۸] ⓻ ويستحب حلق عانته، ويبدأ من تحت السرة، ولو عالج بالنورة يجوز، والسنة في عانة المرأة النتف. [ردّ المحتار ۹/۶۷۱] ⓼ ويجوز فيه الحلق، والنتف أولى. [الدّر المختار ۹/۶۷۰] ⓽ ويستحب قلم أظافيره إلا لمجاهد في دار الحرب، فيستحب توفير شاربه وأظفاره. [الدّر المختار ۹/۶۶۸]

مسئلہ: [1] ہاتھ کے ناخن اس ترتیب سے کتروانا بہتر ہے: داہنے ہاتھ کی انگشت شہادت سے شروع کرے اور چھنگلیا تک بہ ترتیب کتروا کر پھر بائیں چھنگلیا، پھر بہ ترتیب کٹوادے اور داہنے انگوٹھے پر ختم کرے، اور پیر کی انگلیوں میں داہنی چھنگلیا سے شروع کرکے بائیں چھنگلیا پر ختم کرے، یہ ترتیب بہتر ہے اور اولیٰ ہے، اس کے خلاف بھی درست ہے۔

مسئلہ ۱۸: [2] کٹے ہوئے ناخن اور بال دفن کردینا چاہیے، دفن نہ کرے تو کسی محفوظ جگہ پر ڈال دے، مگر نجس گندی جگہ پر نہ ڈالے، اس سے بیمار ہوجانے کا اندیشہ ہے۔

مسئلہ ۱۹: [3] [4] ناخن کا دانت سے کاٹنا مکروہ ہے، اس سے برص کی بیماری ہوجاتی ہے۔

مسئلہ ۲۰: [5] حالتِ جنابت میں بال بنانا، ناخن کاٹنا، موئے زیر ناف وغیرہ دُور کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ ۲۱: [6] ہر ہفتے میں ایک مرتبہ موئے زیر ناف، موئے بغل، لبیں اور ناخن وغیرہ دُور کرکے نہادھو کر صاف ستھرا ہونا افضل ہے، اور سب سے بہتر جمعہ کا دن ہے کہ قبل نماز جمعہ فراغت کرکے نماز کو جائے۔ ہر ہفتہ میں نہ ہو تو پندرہویں دن سہی، انتہا درجہ چالیسویں دن، اس کے بعد رخصت نہیں۔ اگر چالیس دن گذر گئے اور امور مذکورہ سے صفائی حاصل نہ کی تو گنہگار رہوگا۔

شفعہ کا بیان

مسئلہ ۱: [7] جس وقت شفیع کو خبر بیع کی پہنچی اگر فوراً منہ سے نہ کہا کہ میں شفعہ لوں گا تو شفعہ باطل ہوجائے گا، پھر اس

---

[1] قلموا أظفاركم بالسنة والأدب..... وبيانه يبدأ بمسبحته اليمنى إلى الخنصر، ثم بخنصر اليسرى إلى الإبهام، وختم بإبهام اليمنى..... والأولى: تقليمها كتخليلها، يعني يبدأ بخنصر رجله اليمنى، ويختم بخنصره اليسرى. [ردّ المحتار ۹/۶۶۹]

[2] فإذا قلم أظفاره أو جز شعره ينبغي أن يدفنه، فإن رمى به فلا بأس، وإن ألقاه في الكنيف أو في المغتسل كره، لأنه يورث داء. [ردّ المحتار ۹/۶۶۸ والهندية ۵/۴۳۸] [3] قلمها بالأسنان مكروه، يورث البرص. [ردّ المحتار ۹/۶۶۸]

[4] پس یہ کراہت طبی ہے جس سے بچنا اچھا ہے۔(محشی) [5] حلق الشعر في حالة الجنابة مكروه، و كذا قص الأظافير. [الهندية ۵/۴۳۸] [6] الأفضل أن يقلم أظفاره ويحفي شاربه ويحلق عانته وينظف بدنه بالاغتسال في كل أسبوع مرة، فإن لم يفعل ففي كل خمسة عشر يوماً، ولا يعذر في تركه وراء الأربعين، ويستحق الوعيد. [الهندية ۵/۴۳۷ و ردّ المحتار ۹/۶۷۱]

[7] وهذا الطلب لا بد منه، حتى لو تمكن ولو بكتاب أو رسول ولم يشهد بطلت شفعته. [الدّر المختار ۹/۳۷۵] أجره

شخص کو دعویٰ کرنا جائز نہیں، حتیٰ کہ اگر شفیع کے پاس خط پہنچا، اور اس کے شروع میں یہ خبر لکھی ہے کہ فلاں مکان فروخت ہوا، اور اُس وقت اُس نے زبان سے نہ کہا کہ میں شفعہ لوں گا، یہاں تک کہ تمام خط پڑھ گیا، اور پھر کہا کہ میں شفعہ لوں گا تو اس کا شفعہ باطل ہو گیا۔

مسئلہ: (۱) اگر شفیع نے کہا کہ مجھ کو اتنا روپیہ دو تو اپنے حق شفعہ سے دستبردار ہو جاؤں، تو اس صورت میں چونکہ اپنا حق ساقط کرنے پر رضامند ہو گیا اس لئے شفعہ تو ساقط ہوا، لیکن چونکہ یہ رشوت ہے اسلئے روپیہ لینا دینا حرام ہے۔

مسئلہ: (۲) اگر ہنوز حاکم نے شفعہ نہیں دلایا تھا کہ شفیع مر گیا، اس کے وارثوں کو شفعہ نہ پہنچے گا، اور اگر خریدار مر گیا، شفعہ باقی رہے گا۔

مسئلہ: (۳) شفیع کو خبر پہنچی کہ اس قدر قیمت کا مکان بکا ہے اُس نے دستبرداری کی۔ پھر معلوم ہوا کہ کم قیمت کا بکا ہے، اُس وقت شفعہ لے سکتا ہے، اسی طرح پہلے سنا تھا کہ فلاں شخص خریدار ہے پھر سنا کہ نہیں بلکہ دوسرا خریدار ہے، یا پہلے سنا تھا کہ نصف بکا ہے، پھر معلوم ہوا کہ پورا بکا ہے، ان صورتوں میں پہلی دستبرداری سے شفعہ باطل نہ ہوگا۔

مزارعت یعنی کھیتی کی بٹائی اور مساقاۃ یعنی پھل کی بٹائی کا بیان

مسئلہ: (۴) ایک شخص نے خالی زمین کسی کو دے کر کہا کہ تم اس میں کھیتی کرو جو پیدا ہو گا اس کو فلاں نسبت سے تقسیم کر لیں گے یہ مزارعت ہے اور جائز ہے۔

مسئلہ: (۵) ایک شخص نے باغ لگایا اور دوسرے شخص سے کہا کہ تم اس باغ کو سینچو، خدمت کرو، جو پھل آوے گا خواہ

بكتاب والشفعة في أوله أو وسطه وقرأه إلى آخره بطلت. [ردّ المحتار ۳۷٤/۹ والهداية ۲۱٤/۵] (۱) وإن صالح من الشفعة على عوض بطلت الشفعة ورد العوض؛ لأن حق الشفعة ثبت بخلاف القياس لدفع الضرر فلا يظهر ثبوته في حق الاعتياض، ولا يتعلق إسقاطه بالجائز من الشرط فبالفاسد أولى. [الهندية ٣٣/٤ والهداية ۵۰/۷] (۲) ويبطلها موت الشفيع قبل الأخذ بعد الطلب أو قبله، ولا تورث، لا يبطلها موت المشتري. [الدّر المختار ٤۰۱/۹ والهداية ۵۰/۷] (۳) وإذا بلغ الشفيع أنها بيعت بألف درهم وسلم، ثم علم أنها بيعت بأقل أو بحنطة أو شعير، قيمتها: ألف أو أكثر، فتسليمه باطل، وله الشفعة،—— وإذا قيل له: إن المشتري فلان، فسلم الشفعة،—— ثم علم أنه غيره، فله الشفعة،—— ولو بلغه شراء النصف فسلم، ثم ظهر شراء الجميع، فله الشفعة. [الهداية ۵۲/۷] (٤) وفي الشريعة هي: عقد على الزرع ببعض الخارج، وهي جائزة. [الهداية ۹۹/۷ والدّر المختار ٤۵٦/۹ والهندية ۲۹۱/۵] (۵) المساقاة بجزء من الثمر—— جائزة، إذا ذكر مدة معلومة، وسمى جزء من الثمر مشاعاً،

ایک دو سال، یا دس بارہ سال تک نصفا نصف، یا تین تہائی تقسیم کر لیا جاوے گا یہ مساقاۃ ہے اور یہ بھی جائز ہے۔

مسئلہ [۱]: مزارعت کی درستی کے لئے بارہ شرطیں ہیں:۔

۱۔ زمین کا قابلِ زراعت ہونا۔

۲۔ زمیندار و کسان کا عاقل و بالغ ہونا۔

۳۔ مدّتِ زراعت کا بیان کرنا۔

۴۔ بیج کا بیان کر دینا کہ زمیندار کا ہوگا یا کسان کا۔

۵۔ جنسِ کاشت کا بیان کر دینا کہ گیہوں ہونگے یا جو مثلاً۔

۶۔ کسان کے حصے کا ذکر ہو جانا کہ کل پیداوار میں کس قدر ہوگا۔

۷۔ زمین کو خالی کر کے کسان کے حوالہ کرنا۔

۸۔ زمین کی پیداوار میں کسان اور مالک کا شریک رہنا۔

۹۔ زمین اور تخم ایک شخص کا ہونا اور بیل اور محنت وغیرہ امور دوسرے کے ہونے، یا ایک کی فقط زمین اور باقی چیزیں دوسرے کے متعلق ہوں۔

مسئلہ [۲]: اگر ان شرائط میں سے کوئی شرط مفقود ہو تو مزارعت فاسد ہو جائے گی۔

مسئلہ [۳]: مزارعت فاسدہ میں سب پیداوار بیج والے کی ہوگی اور دوسرے شخص کو اگر وہ زمین والا ہے تو زمین کا کرایہ موافق دستور کے ملے گا، اور اگر وہ کاشتکار ہے تو مزدوری موافق دستور کے ملے گی، مگر یہ مزدوری اور کرایہ اس

=والمساقاة: هي المعاملة في الأشجار. [الهداية ۷/۱۱۷ والدّر المختار ۹/٤۷٦] [۱] وعندهما تصح بشروط ثمانية: صلاحية الأرض للزراعة وأهلية العاقدين، وذكر المدة، وذكر رب البذر، و ذكر جنسه، وذكر قسط العامل الآخر، وبشرط التخلية بين الأرض ولو مع البذر والعامل، وبشرط الشركة في الخارج، وكذا صحت لو كان الأرض له والباقي لآخر، والعمل له والباقي للآخر، فهذه الثلاثة جائزة. [الدّر المختار ۹/٤٥۸] [۲] فتبطل إن شرط لأحدهما قفزان مسماة إلخ، وبطلت في أربعة أوجه إلخ. [الدّر المختار ۹/٤٦۰] [۳] وإن فسدت المزارعة فالخارج لرب البذر، ويكون للآخر أجر مثل عمله أو أرضه، ولا يزاد على الشرط. [الدّر المختار ۹/٤٦٥ والهداية ۷/۱۰۷]

قدر سے زیادہ نہ دیا جائے گا جو آپس میں دونوں کے ٹھہر چکا تھا، یعنی اگر مثلاً آدھا آدھا حصہ ٹھہرا تھا تو کل پیداوار کا نصف سے زیادہ نہ دیا جائے گا۔

مسئلہ: [۱] بعد معاملۂ مزارعت کے اگر دونوں میں سے کوئی شرط کے بموجب کام کرنے سے انکار کرے تو اس سے بزور کام لیا جائے گا، لیکن اگر بیج والا انکار کرے تو اس پر زبردستی نہ کی جائے گی۔

مسئلہ: [۲] اگر دونوں عقد کرنے والوں میں سے کوئی مر جائے تو مزارعت باطل ہو جائے گی۔

مسئلہ: [۳] اگر مدتِ معینہ مزارعت کی گذر جائے اور کھیتی پکی نہ ہو، تو کسان کو زمین کی اُجرت ان زائد دنوں کے عوض میں اس جگہ کے دستور کے موافق دینی ہوگی۔

مسئلہ: [۴] بعض جگہ دستور ہے کہ بٹائی کی زمین میں جو غلہ پیدا ہوتا ہے اس کو تو حسب معاہدہ باہم تقسیم کر لیتے ہیں، اور جو اجناس چری وغیرہ پیدا ہوتی ہے تو اس کو تقسیم نہیں کرتے، بلکہ بیگھوں کے حساب سے کاشتکار سے نقد لگان وصول کرتے ہیں، سو ظاہراً تو بوجہ اس کے کہ یہ شرط خلاف مزارعت ہے ناجائز معلوم ہوتی ہے، مگر اس تاویل سے کہ اس قسم کی اجناس کو پہلے ہی سے خارج از مزارعت کہا جائے، اور باعتبار عرف کے معاملہ سابقہ میں یوں تفصیل کی جائے کہ دونوں کی مُراد یہ تھی کہ فلاں اجناس میں عقد مزارعت کرتے ہیں، اور فلاں اجناس میں زمین بطور اجارہ کے دی جاتی ہے، اس طرح جائز ہو سکتا ہے، مگر اس میں جانبین کی رضامندی شرط ہے۔

مسئلہ: [۵] بعض زمینداروں کی عادت ہے کہ علاوہ اپنے حصہ بٹائی کے کاشتکار کے حصہ میں سے کچھ اور حقوق ملازموں اور کمینوں کے بھی نکالتے ہیں، سو اگر بالمقطع ٹھہرا لیا کہ ہم دو من یا چار من ان حقوق کا لیں گے یہ تو ناجائز ہے، اور اگر اس طرح ٹھہرا لیا کہ ایک من میں ایک سیر مثلاً، یہ درست ہے۔

مسئلہ: [۶] بعض لوگ اس کا تصفیہ نہیں کرتے کہ کیا بویا جائے گا، پھر بعد میں تکرار وقضیہ ہوتا ہے یہ جائز نہیں، یا تو

---

[۱] ويجبر من أبى عن المضي إلا رب البذر فلا يجبر. [الدر المختار ٩/٤٦٥ والهداية ٧/١٠٩] [۲] وإذا مات أحد المتعاقدين بطلت المزارعة. [الهداية ٧/١١٠] [۳] فإن مضت المدة قبل إدراك الزرع، فعلى العامل أجر مثل نصيبه من الأرض إلى إدراكه. [الدر المختار ٩/٤٦٧ والهداية ٧/١١٢] [۴] هكذا يستنبط من الدرر الشامية. [٥/١٩٧] [۵] تفصيله في الفتاوى الهندية. [٥/٢٩٧] [۶] وأما الذي يرجع إلى المزروع فهو أن يكون معلوماً، وهو أن يبين ما زرع إلا إذا قال له: ازرع فيها ما شئت، فيجوز له أن يزرع ما شاء. [الهندية ٥/٢٩١]

اس تخم کا نام تصریحاً لے، یا عام اجازت دیدے کہ جو چاہے بونا۔

مسئلہ ۱۲: [1] بعض جگہ رسم ہے کہ کاشتکار زمین میں تخم پاشی کر کے دوسرے لوگوں کے سپرد کر دیتا ہے، اور یہ شرط ٹھہرتی ہے کہ تم اس میں محنت وخدمت کرو، جو کچھ حاصل ہوگا ایک تہائی مثلاً ان محنتیوں کا ہوگا، سو یہ بھی مزارعت ہے، جس جگہ زمیندار اصلی اس معاملہ کو نہ روکتا ہو وہاں جائز ہے، ورنہ جائز نہیں۔

مسئلہ ۱۳: اس اوپر کی صورت میں بھی مثل صورت سابقہ عرفاً تفصیل ہے، بعض اجناس تو ان عاملوں کو بانٹ دیتے ہیں اور بعض میں فی بیگھہ کچھ نقد دیتے ہیں، پس اس میں بھی ظاہراً وہی شبہ عدم جواز کا اور وہی تاویل جواز کی جاری ہے۔ (ق)

مسئلہ ۱۴: [2] اجارہ یا مزارعت میں بارہ سال یا کم وبیش مدت تک زمین سے منتفع ہو کر موروثیت کا دعوی کرنا، جیسا اس وقت رواج ہے محض باطل اور حرام اور ظلم وغصب ہے، بدون طیب خاطر مالک کے ہرگز اس سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں۔ اگر ایسا کیا تو اس کی پیداوار بھی خبیث ہے اور کھانا اس کا حرام ہے۔

مسئلہ ۱۵: [3] مساقاۃ کا حال سب باتوں میں مثل مزارعت کے ہے۔

مسئلہ ۱۶: [4] اگر پھل لگے ہوئے درخت پرورش کو دے، اور پھل ایسے ہوں کہ پانی دینے اور محنت کرنے سے بڑھتے ہوں تو درست ہے، اور اگر ان کا بڑھنا پورا ہو چکا ہو تو مساقات درست نہ ہوگی، جیسے مزارعت کہ کھیتی تیار ہونے کے بعد درست نہیں۔

مسئلہ: [5] اور عقد مساقات جب فاسد ہو جائے تو پھل سب درخت والے کے ہونگے اور کام کرنے والے کو معمول کی مزدوری ملے گی جس طرح مزارعت میں بیان ہوا۔

---

[1] لذا أراد المزارع أن يدفع الأرض إلى غيره مزارعة، فإن كان البذر من قبل رب الأرض، ليس له أن يدفع الأرض إلى غيره مزارعة إلا أن أذن له رب الأرض بذلك نصاً أو دلالة. [الهندية ٥/ ٣٠٩] [2] وأما مجرد وضع اليد على الدكان و نحوها، و كونه يستأجرها عدة سنين بدون شيء مما ذكر فهو غير معتبر، فللمؤجر إخراجها من يده، إذا مضت مدة إجارته وإيجارها لغيره. [رد المحتار ٤/ ٢٤] [3] وهي كالمزارعة حكماً وخلافاً وكذا شروطاً. [الدر المختار ٩/ ٤٧٧] [4] لوفيه أي الشجر المذكور ثمرة غير مدركة بمعنى تزيد بالعمل، وإن مدركة قد انتهت لاتصح كالمزارعة لعدم الحاجة. [الدر المختار ٩/ ٤٨١ والهداية ٧/ ١٢١] [5] وإذا فسدت المساقاة فللعامل أجر مثله وصارت كالمزارعة إذا فسدت. [الهداية ٧/ ١٢١ والدر المختار ٩/ ٤٧٩]

نشے دار چیزوں کا بیان

مسئلہ:[1] جو چیز پتلی بہنے والی نشے دار ہو، خواہ شراب ہو یا تاڑی یا اور کچھ، اور اس کے زیادہ پینے سے نشہ ہو جاتا ہو اس کا ایک قطرہ بھی حرام ہے، اگرچہ اس قلیل مقدار سے نشہ نہ ہو۔ اسی طرح دوا میں استعمال کرنا خواہ پینے میں یا لیپ کرنے میں نیز ممنوع ہے، خواہ وہ نشہ دار چیز اپنی اصلی ہیئت پر رہے خواہ کسی تصرف سے دوسری شکل ہو جائے ہر حال میں ممنوع ہے۔ یہاں سے انگریزی دواؤں کا حال معلوم ہو گیا جن میں اکثر اس قسم کی چیزیں ملائی جاتی ہیں۔

مسئلہ:[2] اور جو چیز نشہ دار ہو مگر پتلی نہ ہو بلکہ اصل سے منجمد ہو جیسے تمباکو، جائفل، افیون وغیرہ، اس کا حکم یہ ہے کہ جو مقدار بالفعل نشہ پیدا کرے یا اس سے ضررِ شدید ہو وہ تو حرام ہے، اور جو مقدار نشہ نہ لائے نہ اس سے کوئی ضرر پہنچے وہ جائز ہے۔ اور اگر ضماد وغیرہ میں استعمال کیا جائے تو بھی کچھ مضائقہ نہیں۔

شرکت کا بیان

شرکت[3] دو طرح کی ہے، ایک شرکتِ املاک کہلاتی ہے، جیسے ایک شخص مر گیا اور اس کے ترکہ میں چند وارث شریک

---

[1] ما أسكر كثيره فقليله حرام...... وكل مسكر خمر، ويكره شرب دردي الخمر والامتشاط به، المراد بالكراهة الحرمة؛ لأن فيه أجزاء الخمر، ولا يجوز الانتفاع بالخمر لأن الانتفاع بالنجس حرام، ولا يجوز أن يداوي بها جرح ولا دبردابة؛ لأنه نوع انتفاع، ولا تسقي آدمياً ولو صبياً. [مجمع الأنهر ٤/٢٤٩-٢٥٢] [2] ويحرم أكل البنج والحشيشة الخ، الصواب أن مراد صاحب الهداية وغيره إباحة قليله للتداوي ونحوه، ومن صرح بحرمته أراد به القدر المسكر منه، يدل عليه مافي غاية البيان عن شرح شيخ الإسلام: أكل قليل البنج مباح للتداوي، وما زاد على ذلك إذا كان يقتل أو يذهب العقل حرام، فهذا صريح فيما قلناه مؤيد لما بحثنا سابقا من تخصيص مامر أن ما أسكر كثيره حرم قليله بالمائعات، وهكذا يقال في غيره من الأشياء الجامدة المضرة في العقل وغيره يحرم تناول القدر المضر منها دون القليل النافع، وإن حرمتها ليست بعينها بل لضررها. [الدر المختار ١٠/٤٦] [3] الشركة نوعان: شركة ملك، وهي أن يتملك رجلان شيأ من غير عقد الشركة بينهما. وشركة عقد، وهي أن يقول أحدهما: شاركتك في كذا، ويقول الآخر: قبلت، شركةُ الملك نوعان: شركة جبر و شركة اختيار، فشركة الجبر أن يختلط المالان لرجلين بغير اختيار المالكين خلطاً لايمكن التميز حقيقةً بأن كان الجنس واحداً، أو يمكن التميز بضرب كلفة ومشقة، نحو أن يختلط الحنطة بالشعير، أو يرثا مالاً، وشركة الاختيار أن يوهب لهما مال، أو يملكا مالا باستيلاء أو يخلطا مالهما، أو يملكا مالاً بالشراء أو بالصدقة أو يوصى لهما فيقبلان، وركنها: اجتماع النصيبين، و حكمها وقوع الزيادة على=

ہیں، یا روپیہ ملا کر دو شخصوں نے ایک چیز خریدی، یا ایک شخص نے دو شخصوں کو کوئی چیز ہبہ کر دی۔ اس کا حکم یہ ہے کہ کسی کو کوئی تصرف بلا اجازت دوسرے شریک کے جائز نہیں۔ دوسری شرکت عقود ہے یعنی دو شخصوں نے باہم معاہدہ کیا کہ ہم تم شرکت میں تجارت کریں گے، اس شرکت کے اقسام واحکام یہ ہیں:

مسئلہ: [۱] ایک قسم شرکت عقود کی شرکت عنان ہے، یعنی دو شخصوں نے تھوڑا تھوڑا روپیہ بہم پہنچا کر اتفاق کیا کہ اس کا کپڑا یا غلہ یا اور کچھ خرید کر تجارت کریں، اس میں یہ شرط ہے کہ دونوں کا راس المال نقد ہو، خواہ روپیہ یا اشرفی یا پیسے، سو اگر دونوں آدمی کچھ اسباب غیر نقد شامل کر کے شرکت سے تجارت کرنا چاہیں، یا ایک کا راس المال نقد ہو اور دوسرے کا غیر نقد، یہ شرکت صحیح نہیں ہوگی۔

مسئلہ: [۲] شرکت عنان میں جائز ہے کہ ایک کا مال زیادہ ہو ایک کا کم، اور نفع کی شرکت باہمی رضامندی پر ہے، یعنی اگر یہ شرط ٹھہرے کہ مال تو کم وزیادہ ہے مگر نفع برابر تقسیم ہوگا، یا مال برابر ہے مگر نفع تین تہائی [۳] ہوگا تو بھی جائز ہے۔

مسئلہ: [۴] اس شرکت عنان میں ہر شریک کو مال شرکت میں ہر قسم کا تصرف متعلق تجارت کے جائز ہے، بشرطیکہ خلاف معاہدہ نہ ہو۔ لیکن ایک شریک کا قرض دوسرے سے نہ مانگا جائے گا۔

مسئلہ: [۵] اگر بعد قرار پانے اس شرکت کے کوئی چیز خریدی نہیں گئی، اور مال شرکت تمام یا ایک شخص کا مال تلف ہو گیا تو شرکت باطل ہو جائے گی۔ اور ایک شخص بھی اگر کچھ خرید چکا ہے اور پھر دوسرے کا مال ہلاک ہو گیا تو شرکت

=الشركة بقدر الملك، ولا يجوز لأحدهما أن يتصرف في نصيب الآخر إلا بأمره، وكل واحد منهما كالأجنبي في نصيب صاحبه. [الهندية ۲/ ۳۲۰] (۱)، (۲) وشركة عنان، وهي أن يشتركا مثساويين أو غير متساويين، وتتضمن الوكالة فقط دون الكفالة، وتصح في نوع من التجارات أو في عمومها، وببعض مال كل منهما وبكله، ومع التفاضل في رأس المال والربح ومع التساوي فيهما أو في أحدهما دون الآخر، ومع زيادة الربح للعامل عند عمل أحدهما. [مجمع الأنهر ۲/ ۵۵۲] ولا يصح بمال غائب أو دين في الحالين. [الهندية ۲/ ۳۲٤] (۳) یعنی ایک کو دو تہائی، اور دوسرے کو ایک تہائی۔ (محشی)

(۴) دیکھو حاشیہ مسئلہ (۱)، (۲) صفحہ ہذا۔ (۵) وإذا هلك مال الشركة أو أحد المالين قبل أن يشتريا شيئاً بطلت الشركة، وإن اشترى أحدهما بماله وهلك مال الآخر قبل الشراء، فالمشترى بينهما على ما شرطا، ويرجع على شريكه بحصته من ثمنه. [الهداية ٤/ ۳۷٦ والدر المختار ٦/ ٤٨٣]

باطل نہ ہوگی، مال خرید دونوں کا ہوگا اور جس قدر اس مال میں دوسرے شریک کا حصہ ہے اس حصے کے موافق زرِ ثمن اُس دوسرے شریک سے وصول کرلیا جائے گا۔ مثلاً ایک شخص کے دس روپے تھے اور دوسرے کے پانچ۔ دس روپے والے نے مال خرید لیا تھا اور پانچ روپے والے کے روپے ضائع ہوگئے، سو پانچ روپے والا اس مال میں ثلث کا شریک ہے، اور دس روپے والا اس سے دس روپے کا ثلث نقد وصول کرے گا، یعنی تین روپے پانچ آنے چار پائی۔ اور آئندہ یہ مال شرکت پر فروخت ہوگا۔

مسئلہ:[1] اس شرکت میں دونوں شخصوں کو مال کا مخلوط کرنا ضروری نہیں، صرف زبانی ایجاب وقبول سے یہ شرکت منعقد ہوجاتی ہے۔

مسئلہ:[2] نفع نسبت سے مقرر ہونا چاہئے یعنی آدھا آدھا یا تین تہائی، مثلاً اگر یوں ٹھہرا کہ ایک شخص کو سو روپے ملیں گے، باقی دوسرے کا، یہ جائز نہیں۔

مسئلہ:[3] ایک قسم شرکت عقود کی شرکتِ صنائع کہلاتی ہے، اور شرکتِ تقبل بھی کہتے ہیں، جیسے دو درزی یا دو رنگریز باہم معاہدہ کرلیں کہ جو کام جس کے پاس آئے اس کو قبول کرلے، اور جو مزدوری ملے وہ آپس میں آدھوں آدھ یا تین تہائی یا چوتھائی وغیرہ کے حساب سے بانٹ لیں یہ جائز ہے۔

مسئلہ۸:[4] جو کام ایک نے لے لیا دونوں پر لازم ہوگیا، مثلاً ایک شریک نے ایک کپڑا سینے کے لئے لیا تو صاحب فرمائش جس طرح اس پر تقاضا کرسکتا ہے دوسرے شریک سے بھی سلوا سکتا ہے، اسی طرح جیسے یہ کپڑا سینے والا مزدوری مانگ سکتا ہے دوسرا بھی مزدوری لے سکتا ہے، اور جس طرح اصل کو مزدوری دینے سے مالک سبکدوش ہوجاتا ہے اسی طرح اگر دوسرے شریک کو دیدی تو بھی بری الذمہ ہوسکتا ہے۔

مسئلہ:[5] ایک قسم شرکت کی شرکتِ وجوہ ہے، یعنی نہ اُن کے پاس مال ہے نہ کوئی ہنر و پیشہ ہے، صرف باہمی یہ

---

(۱) وتجوز الشركة وإن لم يخلطا. [الهداية ٤/٣٧٨] (۲) ولاتجوز الشركة إذا شرط لأحدهما دراهم مسماة من الربح. [الهداية ٤/٣٧٩ والدر المختار ٦/٤٨٤] (۳) أما شركة الصنائع، وتسمى شركة التقبل كالخياطين والصباغين يشتركان على أن يتقبلا الأعمال، ويكون الكسب بينهما، فيجوز ذلك. [الهداية ٤/٣٨٠ والدر المختار ٦/٤٩٣] (۴) وكل ماتقبله أحدهما يلزمهما، فيطالب كل واحد منهما بالعمل، ويطالب كل منهما بالأجر، ويبرأ دافعها بالدفع إليه. [الدر المختار ٦/٤٩٤ والهداية ٤/٣٨٢] (۵) وشركة الوجوه، وهي أن يشتركا (ولا مال لهما ولا عمل) على أن يشتريا بوجوههما أي بسبب وجاهتهما ويبيعا=

قرار دیا کہ دوکانداروں سے اُدھار مال لے کر بیچا کریں۔ اس شرکت میں بھی ہر شریک دوسرے کا وکیل ہوگا، اور اس شرکت میں جس نسبت سے شرکت ہوئی اسی نسبت سے نفع کا استحقاق ہوگا یعنی اگر خریدی ہوئی چیزوں کو بالنصف مشترک قرار دیا گیا تو نفع بھی نصفا نصف تقسیم ہوگا۔ اور اگر مال کو تین تہائی مشترک ٹھہرایا گیا تو نفع بھی تین تہائی تقسیم ہوگا۔

تتمہ حصہ پنجم اصلی بہشتی زیور کا تمام ہوا، حصہ ششم، ہفتم، ہشتم اور دہم کا تتمہ نہیں ہے آگے حصہ نہم کا تتمہ آتا ہے

—فصاحتهما بلا مال ... على أن يشتريا بوجوههما ويبيعا ... ويكون كل منهما وكيل الآخر فيما يشتريه ... الوجوه ... مناصفة المشترى أو مثالثته فالربح كذلك. [مجمع الأنهر ١/٧٢٣]

حصہ نہم کا تتمہ رسالہ "رفیق سفر و آداب المعاشرت" کو سمجھنا چاہئے جو علیحدہ علیحدہ شائع ہو چکے ہیں۔ (ش)

تتمہ حصہ نہم اصلی بہشتی زیور

تمہید

چونکہ بہشتی زیور میں مسائل مخصوص بالرِّجال نہیں، اسی طرح اس کے حصہ نہم میں امراض مخصوص بالرِّجال نہیں لکھے گئے اور اُن کی تتمیم وتکمیل کے لئے بہشتی گوہر لکھا گیا ہے، اس لئے حصۂ مسائل کے ختم ہونے کے بعد مناسب معلوم ہوا کہ معالجات مخصوص بالرِّجال بھی اس میں شامل کردیئے جائیں، اس کے کاتب بھی حکیم مولوی محمد مصطفیٰ صاحب ہیں۔ (کتبہ اشرف علی عُفی عنہ)

مردوں کے امراض

جریان: اس کو کہتے ہیں کہ پیشاب سے پہلے یا پیشاب کے بعد چند قطرے سفید دودھ کے سے رنگ کے گریں۔ اس سے ضعف دن بدن بڑھتا ہے، اور چاہے کیسی ہی عمدہ غذا کھائی جائے مگر بدن کو نہیں لگتی۔ آدمی ہمیشہ دُبلا اور کمزور، زرد رہتا ہے، اور جب بڑھ جاتا ہے تو معدہ بھی خراب ہوجاتا ہے، بھوک نہیں لگتی اور جو کچھ کھایا جائے ہضم نہیں ہوتا، دست آجاتے ہیں، قبض ہوجاتا ہے، جریان کے مریض کو جب قبض بہت ہوجاتا ہے تو علاج بھی مشکل ہوجاتا ہے، کیونکہ اکثر دوائیں جریان کی قابض ہوتی ہیں، ان سے قبض بڑھتا ہے، اور قبض سے جریان کو زیادتی ہوتی ہے اس واسطے اس کے علاج سے غفلت مناسب نہیں، شروع ہی میں غور سے علاج کریں۔

جریان کی اقسام: جریان کی کئی قسمیں ہیں:

(۱) ایک یہ کہ مزاج میں گرمی بڑھ کر خون اور منی میں حدّت آجائے، اس کی علامت یہ ہے کہ وہ قطرے جو پیشاب سے پہلے یا بعد میں آتے ہیں بالکل سفید نہ ہوں، بلکہ کسی قدر زردی مائل ہوں اور سوزش کے ساتھ نکلیں، بلکہ پیشاب میں بھی جلن پیدا ہوتی ہو، اور علامات بھی خون کی گرمی کے موجود ہوں، جیسے گرمی کے موسم میں جریان کو زیادتی ہونا اور سردی میں کم ہوجانا یا سرد پانی سے نہانے سے آرام پانا۔

علاج: یہ سفوف کھائیں، گوند ببول، کتیرا، چینی گوند، طباشیر، کشتہ قلعی، ست بہروزہ، دانہ الائچی خورد، پھلی ببول، ستاور، تالمکھانہ، موصلی سیاہ، موصلی سفید، موچرس، گوند نیم، اندر جو شیریں، سب تین تین ماشہ کوٹ چھان کر کچی کھانڈ پونے چار تولہ ملا کر نو نو ماشہ کی پڑیاں بنالیں اور ایک پڑیا ہر روز گائے کی تازی چھاچھ پاؤ بھر کے ساتھ پھانکیں، اگر گائے کی چھاچھ میسر نہ ہو تو بھینس کی سہی، اگر یہ بھی نہ ملے تو مصری کے شربت کے ساتھ کھائیں، یہ سفوف سوزاک کے لئے بھی مفید ہے۔

پرہیز: گائے کے گوشت اور جملہ گرم چیزوں سے جیسے میتھی، بیگن، مولی، گڑ، تیل وغیرہ۔ جریان کی اس قسم میں کسی قدر ترشی کا استعمال چنداں مضر نہیں، بشرطیکہ بہت پرانا ہو گیا ہو۔

دوسرا سفوف: نہایت مقوی اور سوزش پیشاب اور اس جریان کو مفید ہے جو گرمی سے ہو۔ چھوٹی مائیں، طباشیر، زہر مہرہ خطائی، تالمکھانہ، بہیدانہ، سرخ گلاب، زیرہ دھنیا، پوست بیرون پستہ، دانہ الائچی خورد، چھالیہ کے پھول سب چھ چھ ماشہ، املی کے بیجوں کی گری دو تولہ کوٹ چھان کر برگد کے دودھ میں بھگوئیں، اور سایہ میں خشک کر لیں، پھر موصلی سفید، موصلی سیاہ، شقاقل مصری، ثعلب مصری سب چار چار ماشہ کوٹ چھان کر مصری چار تولہ پیس کر ملا کر چھ چھ ماشہ کی پڑیاں بنالیں، اور ایک پڑیا ہر روز دودھ کی لسی کے ساتھ پھانکیں۔

تیسرا سفوف: گرم جریان کے لئے مفید ہے اور بھوک بڑھاتا ہے اور ممسک بھی ہے، ثعلب مصری، تخم خرفہ، کشتہ قلعی، بنسلوچن، کہربائے شمعی، گلنار، مغز تخم کدوئے شیریں، بہمن سرخ، سب چھ چھ ماشہ، مصطگی رومی دو ماشہ، مازو، تخم ریحان، تین تین ماشہ کوٹ چھان کر، مصری چار تولہ آٹھ ماشہ پیس کر ملا کر تین تین ماشہ کی پڑیاں بنالیں، پھر ایک پڑیا صبح اور ایک شام مصری کے شربت کے ساتھ پھانکیں۔

جریان کی دوسری قسم: وہ ہے کہ مزاج میں سردی اور رطوبت بڑھ کر پٹھے کمزور ہو کر پیدا ہو۔ علامت یہ ہے مادہ منی نہایت رقیق ہو اور احتلام اگر ہو تو ہونے کی خبر بھی نہ ہو، اور منی ذرا ارادہ سے یا بالکل بے ارادہ خارج ہو جاتی ہو۔

علاج: یہ دوا کھائیں۔ اندر جو شیریں، سمندر پھل، تخم کونچ، تخم پیاز، تخم انگن، عاقر قرحا، ریوند چینی، سب ساڑھے دس دس ماشہ کوٹ چھان کر بیس پڑیاں بنالیں، پھر ایک انڈا لیں اور سفیدی اس کی نکال ڈالیں، اور زردی اسی میں

رہنے دیں، پھر ایک پڑیا دوائی مذکور کی لے کر اس انڈے میں ڈالیں اور سوراخ آٹے سے بند کر کے بھوبھل میں انڈے کو نیم برشت کر کے کھالیں۔ اسی طرح بیس دن تک کھائیں۔

سفوف مغلظ منی اور ممسک: سنگھاڑا خشک، گوند ببول چھ چھ ماشہ، مازو، مصطگی رومی تین تین ماشہ، نشاستہ، تالمکھانہ، ثعلب مصری چار چار ماشہ کوٹ چھان کر، مصری ڈھائی تولہ ملا کر سفوف بنالیں اور پانچ ماشہ سے سات ماشہ تک تازے پانی کے ساتھ کھائیں، اور اس قسم میں جوارشِ کمونی ایک تولہ ہر روز کھانا مفید ہے۔

ایک قسم جریان: کی وہ ہے کہ گردہ بہت ضعیف ہو جائے اور چربی اس کی پگھل کر بصورت منی نکلنے لگے، یہ حقیقت میں جریان نہیں صرف جریان کے مشابہ ہونے سے اس کو جریان کہہ دیتے ہیں، اس کی علامت یہ ہے کہ بعد پیشاب یا قبل پیشاب ایک سفید چیز بلا ارادہ نکلے، اور مقدار بہت زیادہ ہو، اور اس کے نکلنے سے ضعف بہت محسوس ہو، نیز امراض گردہ پہلے سے موجود ہوں جیسے درد گردہ، پتھری، ریگ وغیرہ۔

علاج: معجون لبوب کبیر بہت مفید ہے، گردہ کو طاقت دیتی ہے اور ضعف باہ اور چربی پیشاب میں آنے کو دور کرتی ہے اور مقوی تمام بدن ہے، نسخہ یہ ہے (قادری): مغز پستہ، مغز فندق، مغز بادام شیریں، حبۃ الخضرا، مغز اخروٹ، مغز چلغوزہ، مغز حب الزلم، ماہی روبیان، خولنجان، شقاقل مصری، بہمن سرخ، بہمن سفید، تودری زرد، تودری سرخ، سونٹھ، تل چھلے ہوئے، دارچینی قلمی، سب پونے نو نو ماشہ، بالچھڑ، ناگرموتھہ، لونگ، کباب، حب القلقل، تخم گاجر، تخم شلغم، تخم ترب، تخم پیاز، تخم اسپست، تخم حلیون اصیل، اندر جو شیریں، دورونج عقربی، زرنباد سوا پانچ پانچ ماشہ، جوزبوا، جوتری، چھڑیلہ، پیپل، ساڑھے تین تین ماشہ، ثعلب مصری، مغز تارجیل، چڑوں کا مغز یعنی بھیجا، تخم خشخاش سفید ساڑھے سترہ سترہ ماشہ، سورنجان شیریں، بوزیدان، پودینہ خشک، سب سات سات ماشہ، عود غرقی ساڑھے چار ماشہ، زعفران، مصطگی رومی، تودری سفید، سات سات ماشہ، مایہ شتر اعرابی پونے سات ماشہ، سب سینتالیس دوائیں ہیں، کوٹ چھان کر شہد خالص ایک سو پانچ تولہ کا قوام کر کے ملالیں، اور عنبر ساڑھے چار ماشہ اور مشک اصلی سوا دو ماشہ پیس کر ملالیں، اور ورق نقرہ پچیس عدد اور ورق طلا پندرہ عدد تھوڑے شہد میں حل کر کے خوب ملالیں، اور چھ ماشہ ہر روز کھائیں۔ یہ معجون نہایت مقوی اور باہ کو بڑھا دینے والی ہے، مگر کسی قدر گرم ہے، جن کے مزاج میں گرمی زیادہ ہو وہ اس دوسری معجون کو کھائیں اس کا نام معجون لبوب بارد ہے (قادری)۔

معجون لبوب بارد: مغز بادام شیریں، تخم خشخاش سفید، مغز تخم خیارین ایک ایک تولہ، مغز تخم کدوئے شیریں، سونٹھ، خلنجان، شقاقل مصری، دس دس ماشہ، مغز تخم خربزہ، تخم خرفہ چھ چھ ماشہ، کتیرا چار ماشہ، مغز چلغوزہ، تودری زرد، تودری سرخ، تخم گذر، تخم حلیون اصیل دو دو ماشہ کوٹ چھان کر ترنجبین خراسانی بائیس تولہ کا قوام کر کے ملالیں، خوراک سات ماشہ۔

معجون لبوب کا ایک اور نسخہ ہے، اس کا نام معجون لبوب صغیر ہے، قیمت میں کم، نفع میں معجون لبوب کبیر کے قریب ہے۔ دماغ و گردہ مثانہ اور دافع نسیان اور رنگ نکالنے والی اور منی پیدا کرنے والی ہے۔ مغز بادام شیریں، مغز اخروٹ، مغز پستہ، مغز حبۃ الخضراء، مغز چلغوزہ، حب الزلم، مغز فندق، مغز نارجیل، مغز حب القلقل، تخم خشخاش سفید، تودری سرخ، تودری سفید، تل دھوئے ہوئے، تخم جرجیر، تخم پیاز، تخم شلغم، تخم اسپست اصیل، بہمن سفید، بہمن سرخ، سونٹھ، پیپل، کباب، خرفہ، دارچینی قلمی، خولنجان، شقاقل مصری، تخم حلیون اصیل سب ایک ایک تولہ (کل ستائیس دوائیں ہیں) خوب کوٹ کر شہد اکیاسی تولہ میں ملالیں، پھر سات ماشہ سے ایک تولہ تک کھائیں۔

ضعف باہ اور سرعت کا بیان

ضعف باہ کی بارہ صورتیں ہیں: ایک یہ کہ خواہش نفسانی کم ہو جائے۔ دوسرے یہ کہ خواہش بدستور رہے مگر عضو مخصوص میں فتور پڑ جائے جس سے مجامعت پر پوری قدرت نہ رہے۔ بعضوں کو ان دونوں صورتوں میں سے ایک صورت پیش آتی ہے، اور بعضوں میں دونوں جمع ہو جاتی ہیں، جس کو صرف پہلی صورت پیش آئے، اس کو کھانے کی دوا کی ضرورت ہے، اور جن کو صرف دوسری صورت پیش آئے اُن کو لگانے کی دوا کی احتیاج ہے، اور اگر دونوں صورتیں جمع ہوں تو کھانے اور لگانے دونوں قسموں کی ضرورت ہے۔ ضعف باہ کا بالکل صحیح باقاعدہ علاج طبیب بہت غور کے ساتھ کر سکتا ہے، اس لئے اقسام اور اسباب چھوڑ کر کثیر الوقوع قسمیں اور سہل سہل علاج لکھے جاتے ہیں۔

ضعف باہ کی پہلی صورت: یعنی خواہش نفسانی کا کم ہو جانا۔ اس کے کئی سبب ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ آدمی بوجہ غذا خاطر خواہ نہ ملنے، یا عرصہ تک بیمار رہنے، یا کسی صدمے کے دُبلا اور کمزور ہو جائے، جب تمام بدن میں ضعف ہوگا تو قوت باہ میں ضرور ضعف ہو جائے گا۔

علاج: یہ ہے کہ غذا عمدہ کھائیں، اور دل سے صدمہ اور رنج کو جس طرح ممکن ہو ہٹائیں، اور سویا زیادہ کریں، اور جب تک قوت بحال نہ ہو عورت سے علیٰحدہ رہیں، اور معجون لبوب کبیر اور معجون صغیر اور معجوب لبوب بارد اس کے لئے نہایت مفید ہیں۔ یہ تینوں نسخے جریان کے بیان میں گذر چکے ہیں، ایک سبب خواہش نفسانی کے کم ہونے کا یہ ہے کہ دل کمزور ہو۔ اس کی علامت یہ ہے کہ ذرا سے خوف اور صدمے سے بدن میں لرزہ سا محسوس ہونے لگے اور مزاج میں شرم وحیا حد سے زیادہ ہو۔

علاج: یہ ہے کہ دواء المسک اور مفرح دوائیں کھائیں اور زیادہ شرم کو بتکلف کم کریں۔ دواء المسک کا نسخہ بہشتی زیور حصہ نہم میں صفحہ ۷۷ پر گزر چکا ہے، اور مفرح نسخے آگے آتے ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ایک سبب خواہش نفسانی کے کم ہونے کا یہ ہے کہ دماغ زیادہ کمزور ہو جائے۔ علامت یہ ہے کہ مجامعت سے درد سر یا ثقل سماعت یا پریشانی حواس پیدا ہو۔

علاج: قوت دماغ کے لئے حریرہ پئیں، یا میوہ کھایا کریں۔

حریرہ کا نسخہ: جو مقوی دماغ اور مغلظ منی اور مقوی باہ ہے، مغز تخم کدوئے شیریں، مغز تخم تربوز، مغز تخم پیٹھا، مغز بادام شیریں، سب چھ چھ ماشہ پانی میں پیس کر سنگھاڑے کا آٹا، ثعلب مصری پسی ہوئی، چھ چھ ماشہ ملا کر گھی چار تولہ سے بگھار کر مصری سے میٹھا کر کے پیا کریں۔ میوے کی ترکیب یہ ہے کہ ناریل، چھوہارہ، مغز بادام شیریں، کشمش اور مغز چلغوزہ پاؤ پاؤ بھر اور پستہ آدھا پاؤ ملا کر رکھ لیں اور تین چار تولے ہر روز کھایا کریں، اور اگر مرغوب ہو تو بھنے ہوئے چنے ملا کر کھائیں کہ نہایت مجرب ہے، اور چند نسخے مقوی دماغ حلوے وغیرہ کے آگے آتے ہیں۔ ایک سبب خواہش نفسانی کم ہونے کا یہ ہے کہ گردہ میں ضعف ہو۔ یہ قسم ان لوگوں کو ہوتی ہے جن کو کوئی مرض گردہ کا رہتا ہے جیسے پتھری، ریگ وغیرہ۔

علاج: اگر پتھری یا ریگ کا مرض ہو تو اس کا علاج باقاعدہ طبیب سے کرائیں، اور اگر پتھری یا ریگ کی شکایت نہ ہو تو گردے کی طاقت کے لئے معجون لبوب کبیر یا معجون لبوب صغیر یا معجون لبوب بارد کھائیں۔ (طب اکبر)

یہ تینوں نسخے جریان کے بیان میں گذر چکے ہیں۔ کبھی خواہش نفسانی کم ہونے کا سبب یہ ہوتا ہے کہ معدہ یا جگر میں

کوئی مرض ہوتا ہے، علامت اس کی بھوک نہ لگنا ور کھانا ہضم نہ ہونا ہے۔ اس کا علاج بھی باقاعدہ طبیب سے کرائیں، اور ان امراض سے صحت ہو جانے کے بعد معجون زرعونی کھائیں۔ اس کا نسخہ آگے آتا ہے۔

ضعفِ باہ کے لئے چند دواؤں اور غذاؤں کا بیان

حلوا مقوی باہ اور مغلظ منی دافعِ سُرعت مقوی دل و دماغ و گردہ

ثعلب مصری دو تولہ، چھوہارہ آدھ پاؤ، موصلی سفید، موصلی سیاہ، شقاقل مصری، بہمن سفید، بہمن سُرخ ایک ایک تولہ کوٹ چھان کر سیب ولایتی عمدہ کدوکش میں نکالے ہوئے آدھ سیر، ان سب کو گائے کے پانچ سیر دودھ میں پکائیں کہ کھویا سا ہو جائے، پھر آدھ سیر گھی میں بھون لیں، پانی بالکل نہ رہے اور سُرخ ہو جائے پھر بیس انڈوں کی زردی کو علیحدہ ہلکا سا جوش دیکر ملالیں، اور خوب ایک ذات کرلیں، پھر پکی کھانڈ ڈیڑھ سیر ڈال کر ایک جوش دے لیں کہ حلوا بن جائے، پھر ناریل، پستہ اور مغز بہدانہ چار چار تولہ، مغز بادام شیریں پانچ تولہ، مغز فندق دو تولہ خوب کوٹ کر ملالیں، اور جوز بوا، جوتری چھ چھ ماشہ، زعفران دو ماشہ، مشک خالص ڈیڑھ ماشہ، عرق کیوڑہ چار تولہ میں کھرل کر کے خوب آمیز کرلیں، خوراک دو تولہ سے چھ تولہ تک، جس کو انڈا موافق نہ ہو نہ ڈالے۔

حلوا مقوی باہ مقوی معدہ بھوک لگانے والا رافعِ خفقان مقوی دماغ چہرہ پر رنگ لانے والا

سوجی پاؤ بھر، گھی آدھ سیر میں بھونیں، پھر مصری آدھ سیر ملا کر حلوا بنالیں، پھر بنسلوچن، دانہ الائچی خورد، دارچینی قلمی چھ چھ ماشہ، گاؤزبان، گل گاؤزبان ایک ایک تولہ، ثعلب مصری چار تولہ کوٹ چھان کر ملالیں اور مغز بادام شیریں تین تولہ مغز نارجیل، مغز کدوئے شیریں چار چار تولہ خوب کوٹ کر ملالیں اور مشک ڈیڑھ ماشہ، زعفران ایک ماشہ، عرق کیوڑہ چار تولہ میں پیس کر ملالیں اور چاندی کے ورق تین ماشہ تھوڑے شہد میں حل کر کے سارے حلوے میں خوب ملالیں اور دو تولہ سے چار تولہ تک کھائیں، اگر کم قیمت کرنا ہو تو مشک نہ ڈالیں۔ یہ حلوا زچہ عورتوں کو بھی بہت موافق ہے۔ یہ حلوا ضعف باہ کی اس قسم میں مفید ہے جو ضعفِ قلب سے ہو۔

گاجر کا حلوا: مقویٔ باہ و مغلظِ منی مقویٔ دل و دماغ فربہی لانے والا دافعِ سُرعت و مقویٔ گُردہ۔ گاجر دیسی سُرخ رنگ تین سیر چھیل کر ہڈی دور کر کے کدوکش میں نکالیں، اور مغز نارجیل اور چھوہارہ پاؤ پاؤ بھر ان دونوں کو بھی کدوکش میں نکال لیں، پھر ثعلب مصری، شقاقل مصری، بہمن سُرخ، بہمن سفید، موصلی سفید، موصلی سیاہ سب دو دو تولہ کوٹ چھان کر ان سب کو گائے کے دودھ چار سیر میں پکائیں کہ کھویا سا ہو جائے، پھر ایک سیر گھی میں بھونیں اور شکر سفید دو سیر ڈال کر حلوا بنا لیں، پھر گوندنا گوری چار تولہ، کشتہ قلعی، جوز بوا، جوتری چھ چھ ماشہ، اندر جو شیریں، ستاور دو دو تولہ، الائچی خورد چھ ماشہ کوٹ چھان کر ملا لیں، اور مغز بادام شیریں، مغز پستہ، مغز تخم کدوئے شیریں پانچ پانچ تولہ کوٹ کر ڈالیں اور زعفران تین ماشہ، مشک خالص ڈیڑھ ماشہ عرق کیوڑہ میں حل کر کے خوب آمیز کر لیں، خوراک دو تولہ سے پانچ تولہ تک۔ اگر قیمت کم کرنا ہو تو مشک نہ ڈالیں، یہ حلوا بھی ضعف باہ کی اس قسم میں جو ضعفِ قلب سے ہو مفید ہے۔

گھیکوار کا حلوا: مقویٔ باہ و مغلظِ منی نافع درد کمر و درد پسلی۔ سنگھاڑے کا آٹا، مغز گھیکوار آدھ آدھ سیر، گھی آدھ سیر میں بھونیں، شکر سفید آدھ سیر ملا کر حلوا کر لیں اور چار تولہ روز چالیس دن تک کھائیں۔ یہ حلوا اُن لوگوں کے لئے ہے جن کے مزاج میں بہت سردی ہو یا جوڑوں میں درد رہتا ہو، یا فالج یا لقوہ کبھی ہو چکا ہو۔ سرد مزاج عورتوں کے لئے بھی بے حد مفید ہے۔ بعض لوگوں کو سُرعت انزال کی شکایت بہت زیادہ ہو جاتی ہے، اس میں علاوہ اور خرابیوں کے ایک یہ بھی نقصان ہے کہ اولاد نہیں ہوتی، وہ اس گولی کا استعمال کریں۔ طباشیر، مصطگی رومی، جدوار، جوتری، دارچینی قلمی، ثعلب مصری، شقاقل مصری، بہمن سُرخ، بہمن سفید، درونج عقربی، پوست بیرون پستہ، نشاستہ، کچلہ مدبّر[1]، کشتہ فولاد، مغز چلغوزہ، سونٹھ، بزر البنج سفید سب چار چار رتی، ماہی روبیاں تین ماشہ، مغز بادام شیریں ایک دانہ، زعفران دو رتی خوب باریک پیس کر افیون خالص ساڑھے چار ماشہ پانی میں گھول کر ادویہ مذکورہ میں ملا لیں، پھر مُشک خالص دو رتی، عنبر خالص دو رتی، ورق نقرہ سات عدد، ورق طلا ساڑھے تین عدد کھرل کر کے خوب ملا لیں، اور کالی مرچ کے برابر گولیاں بنا لیں، اور ایک گولی تین گھنٹہ قبل مجامعت سے کھائیں، اگر دودھ موافق ہو دودھ کے ساتھ، ورنہ ایک گھونٹ پانی کے ساتھ، جن کو نزلہ زکام اکثر رہتا ہو، وہ زکام سے آرام ہونے کے بعد چند روز تک

---

[1] چونکہ یہ مخدر کا کھانا جائز نہیں، اس لئے حکیم صاحب مرحوم نے اس کا جو بدل تجویز کیا تھا اس مرتبہ وہی لکھ دیا گیا۔ (شبیر علی)

ایک گولی ہر روز بوقت صبح کھاتے رہیں تو آئندہ زکام نہ ہو، اور اگر کھانے والا افیون چھوڑ کر چند روز اسے کھائے تو افیون کی عادت چھوٹ جاتی ہے، پھر بتدریج اس کو بھی چھوڑ دے۔

دوسری کم قیمت گولی مانع نزلہ: عاقر قرحا، مازوئے سبز چھ چھ ماشہ، دانہ الائچی کلاں دو تولہ، تخم ریحان تین تولہ، مصطگی رومی ایک تولہ کوٹ چھان کر پانی سے گوندھ کر دو دو ماشہ کی گولیاں بنالیں، پھر تین گولی مجامعت سے دو تین گھنٹے پہلے گائے کے دودھ کے ساتھ کھائیں۔

غذا مقوی باہ اور مغلظ منی: (قانون جلد ۲) اُڑد کی دال پاؤ بھر لیں اور پیاز کا عرق اس میں ڈالیں کہ اچھی طرح تر ہو جائے، ایک رات بھیگا رہنے دیں، پھر سایہ میں خشک کر لیں، اسی طرح تین دفعہ تر و خشک کر کے چھلکے دور کر کے رکھ لیں، پھر ہر روز پونے دو تولہ اس دال میں سے لے کر پیس کر کچی کھانڈ پونے دو تولہ اور گھی پونے دو تولہ ملا کر بلا پکائے ہوئے کھایا کریں، چالیس دن کھائیں، اور عورت سے علیحدہ رہیں، پھر اثر دیکھیں جریان کے واسطے بھی ازبس مفید ہے۔[1]

غذا[2] مقوی باہ و مولد منی دافع درد کمر مقوی گردہ وغیرہ: گائے کا گھی اور گائے کا دودھ اور پستے کا تیل پاؤ پاؤ بھر لیں اور ملا کر پکائیں، یہاں تک کہ پاؤ بھر رہ جائے، پھر ایک صاف برتن میں رکھ لیں اور ہر روز صبح دو تولہ سے چار تولہ تک کھایا کریں۔

غذا[3] مقوی باہ و گردہ و مولد منی اور قریب باعتدال: چنے عمدہ بڑے دانہ کے لیں اور پیاز کے پانی میں بھگوئیں اور سایہ میں خشک کریں، اسی طرح سات دفعہ اور کم از کم تین دفعہ کر کے پیس کر مصری ہم وزن ملا کر رکھ لیں اور ایک تولہ صبح کو اور چھ ماشہ رات کو سوتے وقت دودھ کے ساتھ کھایا کریں۔

غذا[4] مقوی باہ سرد مزاجوں کے لئے: پیاز کا پانی نچوڑا ہوا پاؤ بھر، شہد خالص پاؤ بھر ملا کر پکائیں کہ پاؤ بھر رہ جائے، پھر ڈیڑھ تولہ سے تین تولہ تک گرم پانی یا چائے کے ساتھ سوتے وقت کھایا کریں۔

غذا مقوی باہ و مقوی بدن و مولد منی اور فربہی لانے والی: مغز حب القلقل، مغز بادام شیریں، مغز فندق، مغز

---

[1] اگر پکا کر کھائیں تب بھی کچھ حرج نہیں اور نہایت مزیدار ہوتا ہے۔ [2] قانون جلد ۳۔ [3] قانون۔ [4] قانون۔

اخروٹ[1] پانچ پانچ تولہ، مغز نارجیل، مغز چلغوزہ، سات سات تولہ سب کو الگ الگ کوٹیں، پھر اڑسٹھ تولہ قند سفید کا گاڑھا قوام کریں، اور ایک ماشہ مشک خالص، اور تین ماشہ زعفران عرق کیوڑہ میں حل کر کے اسی قوام میں ملا کر مغزیات مذکورہ بالا خوب ملالیں، اور ڈیڑھ تولہ ہر روز کھایا کریں، اگر کم قیمت کرنا ہو مشک نہ ڈالیں۔

حلوہ[2] مقوی باہ و معدہ: چنے عمدہ پاؤ بھر لیں اور پیاز کے پانی میں یا خالص پانی میں بھگوئیں، جب پھول جائیں گائے کے گھی میں یا کسی گھی میں خفیف بھون لیں، پھر برابر ان کے چلغوزہ لیں اور دونوں کو کوٹ کر اتنے شہد میں ملالیں کہ جس میں گندھ جائے، پھر مصطگی رومی اور دارچینی قلمی ایک ایک تولہ باریک پیس کر ملالیں، اور سینی میں ڈال کر جمائیں، اور ٹکیاں کاٹ کر رکھ لیں، اور دو تولہ سے پانچ تولہ تک کھایا کریں۔

دوا[3] کم خرچ مقوی باہ: چنے عمدہ بڑے بڑے چھانٹ کر دو تولہ رات کو پانی میں بھگو کر رکھیں، صبح کو چنے پانی میں سے نکال کر ایک ایک کر کے کھالیں، بعد ازاں وہ پانی شہد میں ملا کر پی لیں، بعض لوگوں کو اس سے بے حد نفع ہوا۔

بطور اختصار چند مقوی باہ غذاؤں کا ذکر

گوشت مرغ، گوشت گوسفند زفربہ، پرندوں کا گوشت، نیم برشت انڈا، خاص کر دارچینی اور کالی مرچ اور خولنجان کے ساتھ یا نمک سلیمانی کے ساتھ، مچھلی کے انڈے، چڑوں اور کبوتروں کے سر، گھی دودھ، دودھ چاول، انڈوں کا خریز یعنی خاگینہ۔

معجون[4] زرعونی کا نسخہ: کالی مرچ، پیپل، سونٹھ، خرفہ، دارچینی قلمی، لونگ ایک ایک ماشہ، تودری سُرخ، تودری سفید، بہمن سفید، بہمن سُرخ، بوزیدان، اندر جو شیریں، قسط شیریں، ناگر موتھہ، بالچھڑ تین تین ماشہ کوٹ چھان کر شہد خالص ساڑھے بارہ تولہ میں ملا کر رکھ لیں اور ایک تولہ روز کھایا کریں، یہ معجون طبیعت میں جوش پیدا کرتی ہے، جس کو پیشاب زیادہ آتا ہو اس کو بے حد مفید ہے۔[5]

---

[1] في القانون ٤/٩٤٥: مكان البندق، لكن وجدنا في المحزون هو الحوز، وفي القانون أيضا في هذا النسخة الجوز فوضعنا مكان البندق بدله أعني: الجوز، ومكان الجوز أيضا بدله أعني: حب الصنوبر. [2] قانون۔ [3] قادری۔ [4] طب اکبر۔
[5] مگر یہ گرم ہے، ٹھنڈے مزاج والے کھاویں۔ (ثالث)

معجون مقوی باہ مولد منی مقوی اعصاب و دماغ: مغز پستہ، مغز چلغوزہ، مغز بادام شیریں، مغز اخروٹ، مغز فندق، انجیر، مغز نارجیل، حب السمنہ، تخم خشخاش سفید ایک ایک تولہ، کشمش پانچ تولہ، خوبانی چھ ماشہ خوب کوٹ کر مرہم سا کر کے رکھ لیں، پھر بہدانہ دو تولہ، حب القرطم تین تولہ، بنولہ تین تولہ، ان تینوں کو پکل کر آدھ سیر پانی میں پکائیں، جب جوش خوب آ جائے مل کر چھان کر شہد چوبیس تولہ، قند سفید اڑتالیس تولہ اور وہ پسے ہوئے میوے ملا کر شربت سے گاڑھا قوام کر لیں اور پھر شقاقل مصری، خولنجان ستاور، تج قلمی ایک ایک تولہ، بسباسہ، لونگ، جائفل، عاقر قرحا، مالکنگنی چھ چھ ماشہ کوٹ چھان کر ملا لیں، پھر چاندی کے ورق ڈیڑھ ماشہ، سونے کے ورق چھ رتی یا گنتی میں بیس عدد ذرا سے شہد میں خوب حل کر کے ملا لیں، خوراک ایک تولہ ہر روز دودھ کے ساتھ یا بلا دودھ کے۔ یہ معجون قریب باعتدال ہے، ہر مزاج کے موافق ہے۔ اگر اس میں ایک ماشہ کشتہ فولاد اور ایک ماشہ کچلہ مدبّر اور ملا لیں اور ایک تولہ ہر روز ایک مربہ آملہ کے ساتھ کھائیں اور اوپر سے عرق کیوڑہ چار تولہ پئیں، اور غذا صبح کو انڈے کا خاگینہ اور شام کو فیرنی جسمیں چھوارے بھی پڑے ہوں کھایا کرے، اسی طرح ایک چلّہ پورا کر لیں اور عورت سے علیحدہ رہیں، تو بیرون از قیاس نفع دیکھیں، یہ معجون مقوی قلب بھی بہت ہے، اس لئے اس ضعف باہ کو بھی مفید ہے جو ضعف قلب سے ہو۔

معجون مقوی باہ مولد منی اور کم قیمت: بھونے اور چھلے ہوئے چنوں کا آٹا انڈے کی زردی پانچ عدد پانی میں پکائے، جب حلوا سا ہو جائے گائے کا گھی یا جو گھی مل جائے پانچ تولہ، شہد[1] خالص پانچ تولہ ملا کر معجون کا سا قوام کر لیں اور چار تولہ روز کھایا کریں مجرب ہے۔

ضعف باہ کی دوسری صورت کا بیان

وہ یہ ہے کہ خواہش نفسانی بحال خود ہو، مگر عضو تناسل میں کوئی نقص پڑ جائے، اس وجہ سے جماع پر قدرت نہ ہو، اس کی کئی صورتیں ہیں: ایک یہ کہ صرف ضعف اور ڈھیلا پن ہو، علاج یہ ہے کہ یہ طلا بنا لیں اور حسب ترکیب مندرجہ لگائیں۔ ہڑتال طبقی، سنکھیا سفید، میٹھا تیلیا، نوشادر، چاروں دوائیں دو دو تولہ لیں اور خوب باریک پیس کر

[1] عوام میں مشہور ہے کہ گھی اور شہد ملانے سے زہر ہو جاتا ہے، یہ محض غلط ہے۔ (محشی)

گائے کے خالص گھی پاؤ بھر میں ملائیں، اور پارہ دو تولہ اس میں خوب حل کرلیں، پھر لوہے کے کڑچھے میں ڈال کر ہلکی آنچ پر پکائیں[1] یہاں تک کہ دوائیں جل کر کوئلہ ہوجائیں، پھر اوپر کا گھی نتھار کر چھان کر شیشی میں رکھ لیں، پھر بوقت شب اس میں پھریری ڈبو کر ہلکا ہلکا عضو تناسل پر لگائیں، اس طرح کہ حشفہ یعنی سپاری اور نیچے کی جانب جسے سیون کہتے ہیں بچی رہے، اور اوپر سے بنگلہ پان اور اگر نہ ملے تو دیسی پان ذرا گرم کر کے لپیٹ دیں اور صبح کو کھول ڈالیں۔ سات روز یا چودہ روز یا اکیس روز ایسا ہی کریں، اور زمانہ استعمال تک ٹھنڈے پانی اور جماع سے پرہیز کریں، اور اگر اس کے استعمال کے زمانہ میں روٹی اور پنیر غذا رکھیں تو بے حد مفید ہے، اس طلاء سے تکلیف بہت کم ہوتی ہے اور آبلہ وغیرہ کچھ نہیں ہوتا، بعضوں کو بالکل بھی تکلیف نہیں ہوتی۔ اگر کسی کو اتفاقاً تکلیف ہو تو ایک دو دن ناغہ کریں، یا کافور گائے کے مسکہ میں ملا کر مل دیں، اور ایک صورت یہ ہے عضو تناسل میں خم پڑ جائے، اس کا علاج یہ ہے کہ پہلے گرہ کے نرم کرنے کی تدبیر کرلی جائے بعد ازاں قوت کی۔

نرم کرنے کی دوا: یہ ہے۔ بیخ سوسن چھ ماشہ، آدھا پاؤ پانی میں پکائیں جب خوب جوش ہوجائے مل کر چھان کر روغن بابونہ دو تولہ ملا کر پھر پکائیں کہ پانی جل کر تیل رہ جائے، پھر مرغی کی چربی، بط کی چربی، گائے کی نلی کا گودا، موم زرد دو دو تولہ ملا کر آگ پر رکھ کر ایک ذات کرلیں اور شیشی میں حفاظت سے رکھ لیں، پھر صبح کے وقت گرم کر کے عضو تناسل پر ملیں اور ہاتھ سے سیدھا کریں، اور آدھ گھنٹے کے بعد گل بابونہ، اکلیل الملک، بنفشہ چھ چھ ماشہ، آدھ سیر پانی میں پکا کر چھان کر اس پانی سے دھاریں۔ تین چار دن یا ایک ہفتہ غرض جب تک کجی دور ہو اس کو استعمال کریں، پھر قوت کے واسطے وہ طلا جو پہلی قسم میں گذر چکا ہے بترکیب مذکور لگائیں، نہایت مجرب ہے۔

اور یہ طلا بھی مفید ہے: مغز تخم کرنجوہ، جائفل، لونگ، عاقر قرحا دو دو ماشہ باریک پیس کر سینڈھ کے دودھ سے گوندھ کر گولیاں بنالیں، پھر بوقت ضرورت ذرا سی گولی تین چار بوند چمبیلی کے تیل میں گھس کر لگائیں اور اوپر سے بنگلہ پان گرم کر کے باندھ دیں، ایک ہفتہ یا چودہ دن ایسا ہی کریں۔

اور ایک صورت یہ ہے: کہ عضو تناسل جڑ میں سے پتلا اور آگے سے موٹا ہوجائے، یہ مرض اکثر جلق یا لواطت سے

[1] اس کی اصلی ترکیب یہ ہے کہ سب دوا کو تیار کر کے ایک بالشت چوڑے اور ایک بالشت لمبے کپڑے پر مرہم کی طرح لگا کر لپیٹ کر بتی بنا کر ایک طرف سے جلائیں جو تیل ٹپکے اس کو چینی کے برتن میں لے لیں وہ طلا ہے۔ (نظر ثالث)

پیدا ہو جاتا ہے۔

علاج:[1] مینڈک کی چربی سوا تولہ، عاقرقرحا ساڑھے دس ماشہ، گائے کا گھی ساڑھے تین تولہ، اول گھی کو گرم کریں پھر چربی ملا کر تھوڑی دیر تک آنچ پر رکھ اتار لیں، اور عاقرقرحا باریک پیس کر ملا کر ایک گھنٹہ تک خوب حل کریں کہ مرہم سا ہو جائے۔ پھر نیم گرم لیپ کر کے پان رکھ کر کچے سوت سے لپیٹ دیں رات کو لپیٹیں اور صبح کھول ڈالیں، ایک ہفتہ تک ایسا ہی کریں۔

تنبیہ: مینڈک دریائی لینا چاہئے، کیونکہ خشکی کے مینڈک کی چربی ناپاک ہے، استعمال اس کا جائز نہیں۔ دریائی کی پہچان یہ ہے کہ اس کی انگلیوں کے بیچ میں پردہ ہوتا ہے جیسا بط کی انگلیوں میں ہوتا ہے۔ اگر دریائی ملنا دشوار ہو تو بجائے اس کی چربی کے روغن زیتون، یا روغن بلسان، یا گائے کی چربی، یا مرغی کی چربی، یا بط کی چربی ڈالیں۔

اس مرض کے واسطے سینک کا نسخہ: ہاتھی دانت کا بُرادہ دو تولہ، مالکنگنی، کالے تل نو نو ماشہ، آنبہ ہلدی ایک تولہ، میدہ لکڑی، مصطگی رومی، دارچینی قلمی، عاقرقرحا تین تین ماشہ، لونگ دو ماشہ، تج پانچ ماشہ کوٹ چھان کر پوٹلی میں باندھ کر تل کے تیل میں بھگو کر گرم کر کے سینک کریں، ایک ہفتہ یا کم از کم تین دن سینک کریں۔ ایک پوٹلی تین دن کام آسکتی ہے، عمدہ تدبیر یہ ہے کہ پہلے ایک ہفتہ وہ لیپ کریں جس میں مینڈک کی چربی ہے، اس کے بعد ایک ہفتہ یا تین دن یہ سینک کریں، اگر کچھ کسر باقی رہے تو ایک ہفتہ یا چودہ دن وہ طلا لگائیں جو پہلی قسم میں گزرا جس میں نوشادر اور پارہ بھی ہے۔

تیسری قسم ضعف باہ: کی یہ ہے کہ خواہش نفسانی بھی کم ہو اور عضو میں بھی فرق ہو، اس کے لئے کھانے کی دوا کی بھی ضرورت ہے اور لگانے کی بھی۔ کھانے کی دوائیں قسم اول میں اور لگانے کی قسم دوم میں بیان ہوئیں۔ غور کر کے ان ہی میں سے نکال لیں۔

---

[1] لیکن بغیر ضرورت شدیدہ کے اس کا استعمال جائز نہیں، اور مولوی محمد مصطفیٰ صاحب مرحوم نے ناجائز دواؤں کی ایک مکمل فہرست ایک رسالہ میں تحریر فرمائی ہے جس کا نام طبی جوہر ہے (محشی) الا آنکہ باقاعدہ ذبح کر دیا جائے۔ کیونکہ ذبح کرنے سے تمام اجزاء پاک ہو جاتے ہیں اور خارجی استعمال درست ہو جاتا ہے یا بہت چھوٹا ہو کہ وہ غیر ذی دم میں شمار ہوتا ہے اور بلا ذبح بھی پاک ہے، خارجی استعمال اس کا درست ہے، اور دریائی مینڈک چھوٹا بڑا سب پاک ہے، مگر مینڈک کا مارنا کراہت سے خالی نہیں، اس کی بحث طبی جوہر ضمیمہ حصہ نہم میں مفصل گزری۔ (نظر ثالث)

چند کام کی باتیں

بادی دوائیں بسا اوقات ایسی بھی ہوتی ہیں جن میں کچلہ یا اور کوئی زہریلی دوا ہوتی ہے، لہٰذا احتیاط رکھیں کہ مقدار سے زیادہ نہ کھائیں، اور ایسی جگہ نہ رکھیں جہاں بچوں کا ہاتھ پہنچ جائے، مبادا کوئی کھالے، خاص کر طلاء وغیرہ خارجی استعمال کی دواؤں میں ضرور اس کا خیال رکھیں، کیونکہ طلے بہت کم زہر سے خالی ہوتے ہیں۔ طلاء کی شیشی پر اس کا نام بلکہ لفظ (زہر) ضرور لکھ دیں۔ اگر کوئی غلطی سے کھانے کی زہریلی دوا یا طلا کھالے تو سب سے بہتر یہ ہے جس سے وہ دوا یا طلا منگایا ہو اس سے دریافت کریں کہ اس میں کونسا زہر تھا، پھر طبیب یا ڈاکٹر سے علاج کرائیں۔

کثرتِ خواہش کا بیان

بعض دفعہ اس خواہش کے کم کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے، اس واسطے یہ علاج بھی لکھا جاتا ہے۔ اگر خواہش نفسانی کی زیادتی بوجہ جوش جوانی اور تجرد کے ہو تو سب سے عمدہ علاج شادی کرنا ہے، اور میسر نہ ہو تو یہ دوا کھائیں۔ تخم کاہو تخم خرفہ پینتیس ماشہ، دھنیا ساڑھے دس ماشہ، گلنار، گل نیلوفر، گل سرخ، سات سات ماشہ، کافور ایک ماشہ کوٹ چھان کر اسپغول مسلم ساڑھے دس ماشہ ملا کر سفوف بنالیں، اور نو ماشہ ہر روز کھائیں اور سیسے کا ایک ٹکڑا کمر پر گردوں کی جگہ باندھیں اور ترش چیزیں زیادہ کھائیں اور ٹھنڈے پانی سے نہایا کریں۔

بعض لوگوں کو یہ مرض ہوتا ہے کہ اگر جماع کا اتفاق ہو تو بے حد ضعف ہو جاتا ہے، یا احتلام کی کثرت ہوتی ہے، یا خفیف سا بخار آنے لگتا ہے اور دماغ پریشان ہوتا ہے، ان کا علاج یہ ہے کہ پہلے تولید منی کی کمی کی کوشش کریں، بعد ازاں قوت اور غلظت کی اس طرح کہ پہلے وہ سفوف کھائیں جو گرم جریان کے علاج میں بیان ہوا، جس میں پہلی دوا گوند ببول ہے، اور گائے کی چھاچھ کے ساتھ کھایا جاتا ہے، اس میں تخم خرفہ تخم کاہو، گل نیلوفر اور تخم خیارین تین تین ماشہ اور بڑھالیں اور کم از کم ایک ماہ تک جماع سے بالکل پرہیز رکھیں، اگرچہ اس اثناء میں جریان کی یا کثرتِ احتلام کی شکایت پیدا ہو بعد ایک ماہ کے غلظت اور قوت کے لئے معجون لبوب بارد یا گاجر کا حلوا مقوی کھائیں۔ ان کے نسخے ضعفِ باہ کے بیان میں گذر چکے ہیں۔

کثرت احتلام

یہ کبھی گرمی سے ہوتا ہے کبھی سردی سے۔ اس کا علاج وہی ہے جو جریان کا تھا۔ جریان کے باب میں سے غور کر کے نکال لیں، اور سوتے وقت سیسے کا ٹکڑا کمر اور گردوں کے برابر باندھنا مجرب ہے۔

فائدہ: جماع فعل طبعی ہے اور بقائے نسل کے لئے ضروری ہے، مگر کثرت اس کی اتنے امراض پیدا کرتی ہے۔ ضعفِ بصر، ثقلِ سماعت، چکر، رعشہ، دردِ کمر، دردِ گردہ، کثرتِ پیشاب، ضعفِ معدہ، ضعفِ قلب خصوصاً جس کو ضعفِ بصر یا ضعفِ معدہ یا سینے کا کوئی مرض ہو، اس کو جماع نہایت مضر ہے، غذا سے کم از کم تین گھنٹے کے بعد جماع کا عمدہ وقت ہے، اور زیادہ پیٹ بھرے پر اور بالکل خلو اور تکان میں مضر ہے، اور بعد فراغ فوراً پانی پی لینا سخت مضر ہے، خصوصاً اگر ٹھنڈا ہو۔ (کل ذلک من الطب الاکبر والقانون)۔

فائدہ: جس کو کثرتِ جماع سے نقصان پہنچا ہو وہ سردی اور گرمی سے بچے، اور سونے میں مشغول ہو، اور خون بڑھانے اور خشکی دور کرنے کی تدبیر کرے، مثلاً دودھ پیئے یا حلوائے گاجر کھائے، یا نیم برشت انڈا یا گوشت کی یخنی استعمال کرے، اگر ہاتھ پیروں میں رعشہ محسوس ہو تو دماغ اور کمر پر بلکہ تمام بدن پر چنبیلی کا تیل یا بابونہ کا تیل ملے، اور رعشہ کے لئے یہ دوا مفید ہے: شہد دو تولہ لے کر چاندی کے ورق تین عدد اس میں خوب حل کر کے چاٹ لیا کریں۔ جس کو جماع سے ضعفِ بصارت ہو گیا ہو وہ دماغ پر بکثرت روغن بادام یا روغن بنفشہ یا روغن چنبیلی ملے اور آنکھ پر بالائی باندھے اور گلاب ٹپکائے، اگر ہمیشہ بعد جماع کوئی مقوی چیز، جیسے دودھ یا حلوائے گاجر یا انڈا کھالیا کریں یا ماء اللحم پی لیا کریں اور ان تدابیر کے پابند رہیں جو ابھی ذکر ہوئیں تو ضعف کی نوبت بھی نہ آئے اور رعشہ وغیرہ کوئی مرض پیدا نہ ہو۔ اس بارے میں سب سے عمدہ دودھ ہے جس میں سونٹھ کی ایک گرہ یا چھوارے اوٹا لئے گئے ہوں۔

فائدہ: امساک کی زیادہ ہوس اخیر میں نقصان لاتی ہے، خصوصاً اگر کچلا یا دھتورا وغیرہ زہریلی دوائیں کھائی جائیں امساک کے لئے وہ گولی کافی سمجھیں جو سرعت کے بیان میں مذکور ہوئیں جس میں سونے کے ورق بھی ہیں۔

چند متفرق نسخے

طلاء مقوی اعصاب اور عضو میں درازی اور فربہی لانے والا: چھوٹے بڑے بڑے سات عدد قبرستان میں سے لائیں، ایک ایک کو مار کر فوراً دو تولہ روغن چنبیلی خالص میں ڈالتے جائیں، پھر شیشی میں کر کے کاگ مضبوط لگا کر ایک دن رات بکرے کی مینگنیوں میں دفن کریں، پھر نکال کر خوب رگڑیں کہ چھوٹے تیل میں حل ہو جائیں، پھر نیم گرم ملیں۔ ترکیب ملنے کی یہ ہے کہ پہلے عضو کو ایک موٹے کپڑے سے خوب ملیں جب سُرخی پیدا ہو جائے فوراً یہ تیل مل کر چھوڑ دیں، پندرہ بیس روز ایسا ہی کریں۔

دوا مجفف رطوبت و مضیق: مازو دو ماشہ، شگوفہ اذخر ایک ماشہ کوٹ چھان کر ایک کپڑا گلاب میں بھگو کر اس دوا سے آلودہ کر کے استعمال کریں۔

لڈو مقوی باہ: چھوارے، چنے بھنے ہوئے پاؤ پاؤ بھر کوٹ چھان کر پیاز کے پانی سے گوندھ کر اخروٹ کے برابر لڈو بنالیں اور ایک صبح اور ایک شام کھالیا کریں، چھوارے کو مع گٹھلی کے کوٹیں یا گٹھلی علیحدہ نکال کر آٹا کر کے ملالیں۔

معجون نہایت مقوی باہ: شہد پینتیس تولہ کا قوام کریں، بیضہ مرغ بیس عدد اُبال کر اُن کی زردی نکال لیں اور سفیدی پھینک دیں، پھر زردی کو اس شہد میں ملا کر خوب حل کریں کہ معجون سی ہو جائے، پھر عاقرقرحا، لونگ، سونٹھ ہر ایک پونے چونتیس ماشہ کوٹ چھان کر ملالیں، اور ایک تولہ ہر روز کھالیا کریں۔

آتشک

یہ نہایت خبیث مرض ہے۔ اس میں پیشاب کے مقام پر اور اس کے آس پاس آبلے یا زخم ہو جاتے ہیں اور بہت سوزش ہوتی ہے، اس کے آبلے پھیلاؤ میں زیادہ اور اُبھار میں کم ہوتے ہیں، اور زخموں کے آس پاس نیلا پن یا اُودا پن ہوتا ہے، اکثر پہلے یہ زخم پیشاب کے مقام سے شروع ہوتے ہیں، پھر تمام بدن میں ہوتے جاتے ہیں، اس کے ساتھ گٹھیا بھی ہو جاتی ہے، یہ مرض کئی کئی پشت تک چلا جاتا ہے، اس کے لئے ایک ہفتہ تک یہ دوا پئیں۔ افتیمون پوٹلی میں باندھا ہوا، مہندی خشک، منڈی، بُرادہ چوب چینی، عشبہ، برگ منڈی، ہرن کھری سب پانچ پانچ ماشہ

برگ شاہترہ، بیخ حنظل، بسفائج فستقی چھ چھ ماشہ، پوست ہلیلہ زرد، پوست ہلیلہ کابلی نو نو ماشہ سب کو ڈیڑھ پاؤ پانی میں پکائیں، جب آدھا رہ جائے چھان کر شربت عناب دو تولہ ملا کر پئیں، اگر گٹھیا بھی ہو تو اس میں سورنجان شیریں تین ماشہ اور بڑھالیں، اگر اس سے دست آئیں تو غذا کھچڑی کھائیں ورنہ شوربہ چپاتی، بعد سات دن کے یہ گولی کھائیں، مغز جمالگوٹہ دودھ میں پکایا ہوا اور بیچ کا پردہ نکالا ہوا، پرانا ناریل، پرانا چھوہارہ سب ایک ایک ماشہ، پرانا گڑ ڈیڑھ ماشہ خوب باریک پیس کر جب مرہم سا ہو جائے چنے کے برابر گولیاں بنالیں، اور دو گولی روز بوقت صبح تازے پانی کے ساتھ کھائیں، اس سے دست ہوں گے، ہر دست کے بعد بھی تازہ پانی پئیں، اگلے دن گولی نہ کھائیں بلکہ یہ دوا پئیں، لعاب ریشہ خطمی پانچ ماشہ پانی میں نکال کر شربت عناب دو تولہ ملا کر پئیں، پھر تیسرے دن گولی حسب ترکیب مذکور کھائیں، اور چوتھے دن ٹھنڈائی اور پانچویں دن گولی اور چھٹے دن ٹھنڈائی استعمال کریں، اور احتیاطاً مناسب یہ ہے کہ ساتویں اور آٹھویں دن بھی ٹھنڈائی پی لیں، غذا ان آٹھ دنوں میں سوائے کھچڑی یا ساگودانہ کے اور کچھ نہ ہو۔ اس کے بعد مہینہ بھر روز یہ عرق پئیں۔ چوب چینی برادہ کی ہوئی، عشبہ پانچ پانچ تولہ، برگ شاہترہ، چرائتہ، سرپھوکہ، دانہ الائچی خورد، پوست ہلیلہ زرد، پوست ہلیلہ کابلی، نیل کنٹھی، برہمنڈنڈی، برادہ صندلین دو دو تولہ، سنا مکی تین تولہ رات کو پانچ سیر پانی میں بھگو رکھیں اور صبح کو دو سیر دودھ گائے کا ڈال کر عرق ساڑھے پانچ سیر کشید کر لیں، اور تین دن رکھنے کے بعد چھ تولہ ہر روز شربت عناب دو تولہ ملا کر پیا کریں، ان تدبیروں سے آتشک کے زخم بلا خارجی دوا کے بھر جاتے ہیں، اور اگر خارجی دوا کی ضرورت ہو تو یہ مرہم لگائیں۔ چھالیہ، کچلہ پونے چار چار تولہ، کتھا پاپڑیا ساڑھے آٹھ ماشہ، دانہ الائچی کلاں سوا تولہ، مُردار سنگ، سنگجراحت، مرچ سیاہ سوا چار چار ماشہ، نیلا تھوتھا ساڑھے آٹھ رتی، وھوانسہ بھڑبھونجے کے یہاں کا تین ماشہ، سب دواؤں کو اس طرح بھونیں کہ جل نہ جائیں، پھر باریک پیس کر گائے کے گھی اکیس تولہ میں ملا کر کافور سوا چار ماشہ پیس کر ملالیں اور زخموں پر لگائیں، یہ مرہم چھاجن کے لئے نہایت مفید ہے۔

فائدہ: آتشک والے کو زیادہ گرم چیزوں، جیسے گائے کا گوشت، تیل، بینگن، مٹھائی وغیرہ سے ہمیشہ کو پرہیز چاہئے اور زیادہ ٹھنڈی چیزیں، جیسے تربوز، ککڑی وغیرہ بھی کم کھائے اور چنا بہت مفید ہے۔

سوزاک کا بیان

پیشاب کے مقام میں اندر زخم پڑ جانے کو سوزاک کہتے ہیں، اس کا علاج شروع میں آسانی سے ہوسکتا ہے، اور پرانا ہو جانے کے بعد نہایت دشوار ہے۔

علاج: پہلے زخم کے صاف ہونے کی بعد ازاں بھرنے کی تدبیر کریں، اس طرح کہ ارنڈی کا تیل چار تولہ دودھ میں ملا کر شکر سے میٹھا کر کے پئیں۔ اور ہر دست کے بعد گرم پانی پئیں۔ دوپہر کو ساگودانہ دودھ میں پکا ہوا، شام کو دودھ چاول کھائیں، اگلے دن یہ ٹھنڈائی پئیں۔ لعاب ریشہ خطمی پانچ ماشہ، تخم خرفہ پانچ ماشہ پانی میں نکال کر شربت بنفشہ دو تولہ حل کر کے پئیں، اور اگر بہروزہ کا تیل مل جائے تو دو بوند وہ بھی بتاشہ میں کھائیں۔ تیسرے دن پھر ارنڈی کا تیل بموجب ترکیب مذکور اور چوتھے دن ٹھنڈائی اور پانچویں دن پھر ارنڈی کا تیل اور چھٹے دن ٹھنڈائی پئیں۔ غذا برابر ساگودانہ اور دودھ چاول رہے۔ تینوں مسہلوں کے بعد یہ سفوف کھائیں، شورہ قلمی تین تولہ، سنگجراحت مغز مغز تخم خیارین، تخم خرفہ، تخم کاسنی، خار خسک، نشاستہ نو نو ماشہ، گل ارمنی، صمغ عربی، ریوند چینی، حب کاکنج، ست بہروزہ، مغز تخم تربوز، دم الاخوین چھ چھ ماشہ کوٹ چھان کر کچی کھانڈ گیارہ تولہ ملا کر نو نو ماشہ کی پڑیاں بنالیں۔ پھر ایک پڑیا کھا کر اوپر سے تخم خیارین پانچ ماشہ پانی میں پیس کر چھان کر شربت بزوری بارد دو تولہ ملا کر پئیں۔ پندرہ دن یا کم از کم ہفتہ بھر کھائیں، غذا دودھ چاول یا ٹھنڈی ترکاریاں اور گوشت ہو، بعد ازاں یہ سفوف کھائیں، اگر کچھ ضرورت باقی رہی ہو طباشیر، گندھک زرد سات سات ماشہ، مغز تخم خیارین چودہ ماشہ، تخم خرفہ، کتیرا، ہلدی چار چار رتی، مرکی دو رتی، گلنار چھ رتی، زر شک افیون خالص، زراوند، مدحرج ایک ایک ماشہ، تل دھلے ہوئے ساڑھے تیرہ ماشہ کوٹ چھان کر کچی کھانڈ برابر ملا کر نو نو ماشہ کی پڑیا بنالیں، اور ایک پڑیا ہر روز تازہ پانی کے ساتھ پھانکیں، اگر قبض کرے تو دو تولہ منقی رات کو سوتے وقت کھا لیا کریں، کم از کم پندرہ دن یہ سفوف کھائیں، بعد صحت مہینہ بیس دن وہ عرق مصفی پئیں جو آتشک کے بیان میں گزرا جس میں پہلا جزو چوب چینی ہے۔ سوزاک والے کو مرچ کم کھانی چاہئے، اور کچنال کی کلی بہت مفید ہے، اور جو پرہیز آتشک کے بیان میں گذرا وہ یہاں بھی ہے۔

پچکاری نافع سوزاک: توتیا کھیل کیا ہوا تین ماشہ، سرمہ پسا ہوا، دم الاخوین، پھٹکری سفید بریاں، سنگ جراحت

چھ چھ ماشہ خوب باریک پیس کر انگور کے پتوں کے پانی اور مہندی کے پتوں کے پانی چھٹانک بھر اور بکری کے دودھ آدھ پاؤ میں ملا کر دوتہ کپڑے میں چھان کر کانچ کی پچکاری سے صبح وشام پچکاری لیں، یہ ایک نسخہ چار دن کو کافی ہے۔ توتیا کی کھیل اس طرح ہوتی ہے کہ اس کو پیس کر کسی برتن میں ہلکی آگ پر رکھیں اور جلاتے رہیں، جب رنگ ہلکا پڑ جائے، کام میں لائیں۔

فائدہ: کبھی سوزاک میں پیشاب کا مقام بند ہو جاتا ہے اس صورت میں گرم پانی سے دھاریں یا بابونہ پانی میں پکا کر دھاریں۔ اگر کسی طرح نہ کھلے تو ڈاکٹر سے سلائی ڈلوائیں۔

خُصیہ کا اوپر کو چڑھ جانا

اس مرض میں چنک بھی ہو جاتی ہے اور پیشاب میں تکلیف ہوتی ہے۔

علاج: گل بابونہ، اکلیل الملک، تخم کتان، سبوس گندم، دو سیر پانی میں پکا کر دھاریں، اور بینگ مرزنجوش فرفیون، اکلیل الملک، گل بابونہ تین تین ماشہ کوٹ چھان کر شہد میں ملا کر نیم گرم لیپ کریں اور معجون کمونی یا جوارش زرعونی کھائیں (طب اکبر) اس کا نسخہ ضعف باہ کے بیان میں گذرا۔ غذا بھی مقوی کھائیں۔

آنت اُترنا اور فوطے کا بڑھنا

پیٹ میں آنتوں پر چاروں طرف سے کئی جھلیاں لپٹی ہوئی ہیں، ان میں سے بیچ کی ایک جھلی میں فوطوں کے قریب دو سوراخ ہیں، ان سوراخوں کے بڑھ جانے یا پھٹ جانے سے اندر کی جھلی مع آنتوں کے یا بلا آنتوں کے یا اندر کی جھلی بھی پھٹ کر آنتیں فوطوں میں لٹک پڑتی ہیں اس کو آنت اترنا کہتے ہیں، عربی میں اس کا نام ''قیل وفتق'' ہے، اور کبھی فوطوں میں پانی آجاتا ہے اس کو عربی میں ''اُدرہ'' کہتے ہیں، اور کبھی صرف ریاح آجاتے ہیں اس کو ''قیلہ ریحی'' کہتے ہیں، اس بحث کو تین قسم میں بیان کیا جاتا ہے:

قسم اول: آنت اُترنے کے بیان میں: یہ مرض بہت بوجھ اُٹھانے یا کودنے یا بہت شکم سیری پر جماع کرنے وغیرہ سے ہو جاتا ہے۔

علاج: چت لیٹ کر آہستہ آہستہ دبا کر اوپر کو چڑھائیں۔ اگر دبانے سے نہ چڑھے تو گرم پانی سے دھاریں اور روغن بابونہ گرم کر کے ملیں اور خطمی پانی میں پکا کر باندھیں، جب نرم ہو جائے تو دبا کر اوپر کو چڑھائیں جب چڑھ جائے تو یہ لیپ کریں تا کہ آئندہ نہ اُترے۔

گلنار، اقاقیہ، مازوئے سبز، ایلوا، کندر، جوز السرو، رال کوکل، ابھل سب چھ چھ ماشہ کوٹ چھان کر سیر ایش ہری کوہ کے پانی میں پکا کر ملا کر کپڑے میں لگا کر چپکائیں اور پٹی باندھ دیں، اور تین روز تک چت لٹائے رکھیں۔ یہ لیپ فتق کی جملہ قسموں کو مفید ہے۔ خواہ آنت اُتری ہو یا ریاح ہو یا پانی ہو، اور غذا صرف شوربا دیں۔ بعد تین دن کے آہستہ اُٹھاویں اور ٹہلنے دیں، اور یہ لیپ دوبارہ کریں اور لنگوٹ باندھے رہا کریں، ایک تدبیر نہایت مفید یہ ہے کہ ایک پٹی میں ایک ڈبل پیسہ یا اور کوئی سخت چیز اتنے وزن کی سی کر اس پٹی کو لنگوٹ کی طرح ایسا باندھیں کہ پیسہ اس جگہ رہے جہاں آنت اترنے کے وقت پھولا پن معلوم ہوتا تھا کہ اس سے وہ جگہ ہر وقت دبی رہے، اس سے چند روز میں وہ سوراخ بند ہو جاتا ہے اور آنت اُترنے کا اندیشہ بالکل نہیں رہتا۔ اس ترکیب کو تالا لگانا کہتے ہیں۔ ایسی پٹیاں انگریزی بنی ہوئی بھی بکتی ہیں۔[1]

آنت اُترنے کے واسطے پینے کی دوا: معجون فلاسفہ سات ماشہ یا معجون کمونی ایک تولہ کھا کر اوپر سے سونف پانچ ماشہ پانی میں پیس کر گلقند آفتابی دو تولہ ملا کر پئیں۔ معجون فلاسفہ متواتر چند روز تک کھانا جملہ اقسام فتق کو مفید ہے،[2] بادی چیزوں سے پرہیز رکھیں۔

قسم دوم: قیلہ ریحی یعنی فوطے میں ریاح آجانے کے بیان میں:[3] باجرہ، نمک اور بھوسی دو دو تولہ لے کر دو پوٹلی بنا کر گلاب میں ڈال کر سینکیں اور دار چینی[4] قلمی پیس کر بابونہ کے تیل میں ملا کر اکثر ملا کریں اور یہ گولی کھایا کریں۔[5] تخم کرفس، انیسون رومی، اسپند مصطگی، زعفران سب سات سات ماشہ، پوست ہلیلہ کابلی، پوست بلیلہ آملہ ساڑھے دس دس ماشہ، سکنجبین، گوگل ساڑھے تین تین ماشہ، پودینہ خشک، قسط شیریں، زرنبوار، درونج عقربی اسارون پونے دو دو ماشہ، سکنجبین اور گوگل کو پانی میں گھول کر باقی دوائیں کوٹ چھان کر ملا کر گولیاں چنے کے برابر بنالیں اور ساڑھے چار ماشہ

[1] پٹیاں مختلف شکلوں اور مختلف ڈھب کی ہوتی ہیں، بہتر یہ ہے کہ ڈاکٹر سے مشورہ کر کے پٹی لیں۔ (نظر ثالث) [2] حب کچلہ بھی مفید ہے، ترکیب یہ ہے کہ کچلہ مدبر، فلفل سیاہ چھ چھ ماشہ گھیکوار کے پانی میں خوب پیس کر گولیاں کالی مرچ کے برابر بنالیں اور ایک گولی روز کھائیں ٹھنڈے مزاج والے کو یہ گولیاں بہت مفید ہیں۔ (نظر ثالث) [3] مخزن۔ [4] مخزن۔ [5] طب اکبر۔

ہر روز پھانک لیا کریں اور معجون فلاسفہ یا معجون کمونی بھی کافی ہے، چند روز متواتر کھائیں، غذا میں بتھوا اور مولی زیادہ مفید ہیں، اور بادی چیزوں سے پرہیز ضروری ہے۔

قسم سوم: فوطوں میں پانی آجانے کے بیان میں: پانی کم پیا کریں اور دوا وہی کھائیں جو قیلہ ریحی میں گذری اور یہ لیپ کریں، عاقرقرحا دو تولہ، زیرہ سیاہ ایک تولہ باریک پیس کر مونیز منقی چھ تولہ ملا کر اتنا کوٹیں کہ یک ذات ہو کر مثل مرہم کے ہو جائے، پھر گرم کر کے صبح وشام لیپ کریں۔ جب پانی زیادہ آجائے تو عمدہ علاج ڈاکٹر سے نکلوا دینا ہے۔ [1]

فائدہ: چونکہ ان تینوں قسموں کے علاج میں زیادہ فرق نہیں، ہر قسم کی علامتیں تفصیل کے ساتھ نہیں بیان کیں، مختصر سا فرق یہ ہے کہ اگر قسم اول ہو خواہ فقط جھلی لٹک آئی ہو یا مع آنت کے اُتری ہو تو مشکل سے اوپر کو چڑھتی ہے، اور اگر ریاح ہو تو ذرا دبانے سے چڑھ جاتی ہے، اور اگر پانی ہو تو کسی طرح نہیں چڑھ سکتا، اور فوطہ چمکدار معلوم ہوتا ہے اور جلد جلد بڑھتا ہے، لنگوٹ باندھے رہنا جملہ اقسام میں مناسب ہے، اور حرکت قوی اور بوجھ اُٹھانے اور زیادہ چلانے اور بادی چیزوں سے پرہیز لازم ہے۔ فتق کی اور بھی چند قسمیں ہیں جن کا علاج بلا رائے طبیب کے نہیں ہو سکتا۔

آنت اترنے کے علاج میں کبھی مسہل کی ضرورت ہوتی اس میں طبیب سے رائے لینا ضروری ہے۔

فائدہ: کبھی فوطے بڑھ جاتے ہیں بدون اس کے کہ آنت اُترے یا ریاح آجائیں یا پانی ہو، علامت اس کی یہ ہے کہ تکلیف مطلق نہ ہو اور نہ فوطوں کی کھال چمکدار ہو، نہ دبانے سے سخت معلوم ہوں۔

علاج: معجون فلاسفہ کچھ عرصہ تک کھائیں اور پھٹکری سفید تیل میں گھس کر لیپ کریں۔

دوسرا لیپ: پنڈول بیس ماشہ، شوکران (ایک بوٹی کا نام ہے) دو ماشہ سرکہ میں خوب پیس کر لیپ کریں (اگر شوکران نہ ملے اجوائن خراسانی ڈالیں) یہ مرض بعض مقامات میں کثرت سے ہوتا ہے اور مشکل سے جاتا ہے، اس لئے مناسب ہے کہ شروع ہی میں علاج کریں اور کچھ عرصہ تک نہ چھوڑیں۔

فوطے یا عضو تناسل کا درد: کبھی ان اعضاء میں درد ہونے لگتا ہے بدون اس کے کہ ورم ہو یا آنت اُترے۔

---

[1] فوطے بڑھنے کی ایک اور دوا جو سب قسموں میں مفید ہے تمباکو کے ہرے پتوں کا پانی پاؤ بھر، موم زرد آدھ پاؤ دونوں کو ملا کر پکالیں کہ پانی جل کر موم رہ جائے، پھر اس موم کی ٹکیہ بنا کر رکھ لیں اور صرف اسی کو ذرا گرمی دے کر باندھا کریں مجرب ہے۔

علاج: ارنڈی کا تیل ملیں کہ اکثر اقسام میں مفید ہے، اگر اس سے نہ جائے تو طبیب سے پوچھیں۔

فوطوں یا جنگاسوں میں خراش ہو جانا

یہ اکثر پسینے کی شوریت سے ہو جاتا ہے اسی واسطے گرمی کے موسم میں زیادہ ہو جاتا ہے۔

علاج: گرم پانی اور صابن سے دھویا کریں تاکہ میل نہ جمے، اور سفیدہ کاشغری روغن گل میں ملا کر لگائیں، اور اگر خراش بڑھ گئی ہو اور زخم ہو گیا ہو یہ مرہم لگائیں۔ کُند ردم الاخوین، مرکی نو نو ماشہ، ایلوا، مردار سنگ، انزروت سات سات ماشہ باریک پیس کر روغن گل سات تولہ میں ملا کر خوب گھوٹیں کہ مرہم ہو جائے جس کو فوطوں اور جنگاسوں میں پسینہ زیادہ آتا ہو مہندی کا پانی یا ہرے دھنیہ کا پانی یا سرکہ پانی میں ملا کر لگایا کرے۔

عضو تناسل کا ورم: اگر اس میں سوزش یا تکلیف زیادہ ہو تو سرکہ اور روغن گل ملا کر ملیں، اور اگر زیادہ سوزش نہ ہو تو چھوارے کی گٹھلی اور خطمی سرکہ میں گھس کر لگائیں۔ (طب اکبر)

قد وقع الفراغ عنه للخامس عشر من ذيقعده ۱۳۲۴ھ في ميرته فالحمدلله الذي بعزته وجلاله تتم الصلحت، وصلى الله تعالى على خير خلقه سيدنا محمد وآله وأصحابه بعدد الكائنات. ووقع الفراغ عن النظر الثالث للسابع والعشرين من الربيع الثاني ۱۳۴۴ھ في ميرته أيضاً امتثالاً لأمر أخي في الله ومحبي المولوي شبير علي التهانوي مالك أشرف المطابع و مدير رسالة النور.

(حال ناظم ادارۂ اشرفیہ پاکستان مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی نمبر)

التماس مؤلف

احقر نے حسب ارشاد حضرت سیدی و مولائی جناب مولانا اشرف علی صاحب ([illegible]) ۱۳۲۲ھ میں مردانہ امراض کے علاج ان چند ورقوں میں لکھے تھے، اور یہ رسالہ بہشتی گوہر کے اخیر میں ملحق ہو کر چھپ گیا تھا، اس کے بعد بہت جگہ چھپ کر شائع ہوتا رہا، خیال ہوتا ہے کہ ایک بار احقر نے نظر ثانی بھی اس پر کی تھی، اب ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ میں پھر اشرف المطابع تھانہ بھون میں چھپا ہے، اس دفعہ پھر غور کے ساتھ نظر ڈالی ہے اور بعض بعض جگہ کوئی نسخہ نیا اور کہیں بطور حاشیہ کو بڑھایا ہے، ان اضافات کے ساتھ نظر ثالث کا لفظ بڑھا دیا ہے تاکہ جس کے پاس پہلے کا چھپا ہوا یہ رسالہ ہو وہ بھی ان کو نقل کر لیں۔ فقط

محمد مصطفیٰ بجنوری

بہشتی جوہر ضمیمہ اصلی بہشتی گوہر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَجْمَعِيْنَ.

موت اور اُس کے متعلقات اور زیارت قبور کا بیان

(۱) فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے:[1] کثرت سے موت کو یاد کرو، اس لئے کہ وہ یعنی موت کا یاد کرنا گناہوں کو دُور کرتا ہے اور دنیائے مذموم اور غیر مطلوب اور فضول سے بیزار کرتا ہے، یعنی جب انسان موت کو بکثرت یاد کرے گا تو دُنیا میں جی نہ لگے گا، اور طبیعت دُنیا کے سامان سے نفرت کرے گی اور زاہد ہو جائے گا، اور آخرت کی طلب اور وہاں کی نعمتوں کی خواہش اور وہاں کے عذاب دردناک کا خوف ہوگا۔ پس ضروری ہے کہ نیک اعمال میں ترقی کرے گا اور معاصی سے بچے گا۔ اور تمام نیکیوں کی جڑ زہد ہے یعنی دُنیا سے بیزار ہونا، جب تک دنیا سے اور اُس کی زینت سے علاقہ ترک نہ ہوگا پوری توجہ اللہ کی طرف نہیں ہوسکتی۔ اور بارہا عرض کیا جاچکا ہے کہ اُمور ضروریہ دنیاویہ جو موقوف علیہا ہیں عبادت کے وہ مطلوب ہیں اور دین میں داخل ہیں، لہٰذا اس مذمت سے وہ خارج ہیں، بلکہ جس دنیا کی مذمت کی جاتی ہے اس سے وہ چیزیں مراد ہیں جو حق تعالیٰ سے غافل کریں، گو کسی درجہ میں سہی، جس درجہ کی غفلت ہوگی اُسی درجہ کی مذمت ہوگی۔ پس معلوم ہوا کہ موت کی یاد اور اس کا دھیان رکھنا اور اس نازک اور عظیم الشان سفر کیلئے توشہ تیار کرنا ہر عاقل پر لازم ہے۔

(۲) دوسری حدیث میں آیا ہے کہ جو بیس بار روزانہ موت کو یاد کرے تو درجہ شہادت پائے گا، سو اگر تم اس کو یاد کرو گے تونگری کی حالت میں تو وہ (یاد کرنا) اس غنا کو گرا دے گا۔ یعنی جب غنی آدمی موت کا دھیان رکھے گا تو اس غنا کی اس کے نزدیک وقعت نہ رہے گی جو باعث غفلت ہے، کیونکہ یہ سمجھے گا کہ عنقریب یہ مال مجھ سے جدا ہونے والا ہے اس سے علاقہ پیدا کرنا کچھ نافع نہیں بلکہ مضر ہے، کیونکہ محبوب کا فراق باعث اذیت ہوتا ہے۔ ہاں وہ کام کرلیں جو وہاں کام آئے جہاں ہمیشہ رہنا ہے، پس ان خیالات سے مال کا کچھ بُرا اثر نہ پڑے گا، اور اگر تم اُسے[2] فقر اور تنگی کی حالت میں یاد کرو گے تو وہ (یاد کرنا) تم کو راضی کردے گا تمہاری بسر اوقات سے، یعنی جو کچھ تمہاری

---

[1] کنز العمال: ۱۵/۲۳۱ رقم: ٤٢٠٩١. [2] رواه ابن أبي الدنيا عن أنس مرفوعاً [كذا في كنز العمال ١٥/٢٣١ برقم: ٤٢٠٩١]

تھوڑی سی معاش ہے اس سے راضی ہو جاؤ گے، کہ چند روزہ قیام ہے پھر کیوں غم کریں، اس کا عوض حق تعالیٰ شانہ نہایت عمدہ مرحمت فرمائیں گے۔

(۳) فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے: بے شک زمین البتہ پکارتی ہے ہر دن ستر بار: اے بنی آدم! کھالو جو چاہو اور جس چیز سے رغبت کرو، پس خدا کی قسم البتہ میں ضرور تمہارے گوشت اور تمہارے پوست کھاؤں گی۔[1] اگر شبہ ہو کہ ہم تو آواز زمین کی سنتے نہیں تو ہم کو کیا فائدہ؟ جواب یہ کہ جناب رسول کریم ﷺ کے ارشاد عالی سے جب یہ معلوم ہو گیا کہ زمین اس طرح کہتی ہے تو جیسے زمین کی آواز سے دنیا دل پر سرد ہو جاتی ہے اسی طرح اب بھی اثر ہونا چاہئے، کسی چیز کے علم کے واسطے یہ کیا ضروری ہے کہ اُسکی آواز ہی سے علم ہو بلکہ مقصود تو اس کا علم ہوتا ہے خواہ کسی طریق سے ہو، مثلاً کوئی شخص دشمن کے لشکر کو آتا دیکھ کر جیسا گھبراتا ہے اور اُس سے مدافعت کا سامان کرتا ہے، اسی طرح کسی معتبر شخص کے خبر دینے سے بھی گھبراتا ہے، کیونکہ دونوں صورتوں میں اس کو دشمن کے لشکر کا آنا معلوم ہو گیا جو گھبرانے اور مدافعت کے سامان کا باعث ہے، اور کوئی مخبر جناب رسالت مآب علیہ افضل الصلوۃ والسلام سے بڑھ کر بلکہ آپ کے برابر بھی نہیں ہو سکتا، پس جب اور لوگوں کے کہنے کا اعتبار کیا جاتا ہے تو آپ کے فرمودہ کا تو بطریق اولیٰ اعتبار ہونا چاہئے، کیونکہ آپ نہایت سچے ہیں، حدیث میں ہے: كفى بالموت واعظاً وباليقين غناً[2] ترجمہ یہ ہے کہ کافی ہے موت باعتبار واعظ ہونے کے (یعنی موت کا وعظ کافی ہے کہ جو شخص اس کی یاد رکھے اس کو دُنیا سے بے رغبت کرنے کے لئے اور کسی چیز کی حاجت نہیں) اور کافی ہے یقین روزی ملنے کا باعتبار غنا کے، (یعنی جب انسان کو حق تعالیٰ کے وعدہ پر یقین ہے کہ ہر ذی حیات کو اس اندازہ سے جو اس کے حق میں بہتر ہے رزق ضرور دیا جاتا ہے تو یہ کافی غنا ہے، ایسا شخص پریشان نہیں ہو سکتا بلکہ جو مال سے غنا حاصل ہوتا ہے اس سے یہ اعلیٰ ہے کہ اس کو فنا نہیں، اور مال کو فنا ہے کیا معلوم ہے کہ جو مال اس وقت موجود ہے وہ کل کو بھی باقی رہے گا یا نہیں، اور خداوند کریم کے وعدہ کو بقا ہے، جس قدر کہ رزق موعود ہے ضرور ملے گا خوب سمجھ لو)۔

(۴) حدیث میں ہے کہ جو شخص پسند کرتا ہے حق تعالیٰ سے ملنا تو حق تعالیٰ بھی اُس سے وصال چاہتے ہیں، اور جو حق تعالیٰ سے ملنا ناپسند کرتا ہے[3] اور دنیا کے مال و جاہ اور ساز و سامان سے جدائی نہیں چاہتا تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے

---

[1] رواه الحكيم والترمذي عن ثوبان مرفوعاً [كذا في كنز العمال ۱۵/۲۳۲، رقم: ۴۲۱۰۰] [2] رواه الطبراني عن عمار مرفوعاً [كذا في كنز العمال ۱۵/۲۳۳، رقم: ۴۲۱۰۹ مؤلف] [3] رواه أحمد وغيره كذا في كنز العمال [۱۵/۲۹۵]

ملنا ناپسند فرماتے ہیں، اور ظاہر ہے کہ بغیر موت کے خدائے تعالیٰ سے ملاقات غیر ممکن ہے۔ پس چونکہ مُوت ذریعۂ ملاقات محبوبِ حقیقی ہے، لہٰذا مومن کو محبوب ہونی چاہئے، اور ایسے سامان پیدا کرے جس سے موت ناگوار نہ ہو، یعنی نیک اعمال کرے تاکہ بہشت کی خوشی میں موت محبوب معلوم ہو، اور معاصی سے اجتناب کرے تاکہ موت مبغوض نہ معلوم ہو، کیونکہ گنہگار کو بوجہ خوف عذاب شدید موت سے نفرت ہوتی ہے، اس لئے کہ موت کے بعد عذاب ہوتا ہے۔ اور نیک بخت کو بھی گو عذاب کا خوف ہوتا ہے اور جنت کی بھی اُمید ہوتی ہے، مگر تجربہ ہے کہ نیک بخت کو باوجود اس دہشت کے موت سے نفرت نہیں ہوتی اور پریشانی نہیں ہوتی اور اُمید کا اثر بمقابلۂ خوف کے غالب ہوجاتا ہے، اور اسی طرح یہ بھی تجربہ ہے کہ کافر و فاسق پر اثرِ اُمید غالب نہیں ہوتا اس لئے وہ موت سے نہایت گھبراتا ہے۔

(۵) حدیث میں ہے جو نہلائے مُردے کو پس ڈھک لے اس کو (یعنی کوئی بری بات مثلاً صورت بگڑ جانا وغیرہ ظاہر ہو اور اس کے متعلق پورے احکام بہشتی زیور حصہ دوم میں گذر چکے ہیں وہاں ضرور دیکھ لینا چاہئے) چھپالے گا اللہ تعالیٰ اس کے گناہ (یعنی آخرت میں گناہوں کی وجہ سے اس کی رسوائی نہ ہوگی) اور جو کفن دے مُردے کو تو اللہ تعالیٰ اس کو سُندس[۱] (جو ایک باریک ریشمین کپڑے کا نام ہے) پہناوے گا آخرت میں۔ بعضے جاہل مُردے کے کام سے ڈرتے ہیں اور اس کو منحوس سمجھتے ہیں۔ یہ سخت بیہودہ بات ہے۔ کیا ان کو مرنا نہیں۔ چاہئے کہ خوب مُردے کی خدمت کو انجام دے اور ثواب جزیل حاصل کرے، اور اپنا مرنا یاد کرے کہ اگر ہم سے بھی لوگ ایسے بچیں جیسے ہم بچتے ہیں تو ہمارے جنازہ کی کیا کیفیت ہوگی، اور عجب نہیں کہ حق تعالیٰ بدلہ دینے کو اُس کو ایسے ہی لوگوں کے حوالہ کردیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: جو غسل دے مُردے کو، اور اُسے کفن دے، اور اُس کے حنوط لگائے (حنوط ایک قسم کی مرکب خوشبو کا نام ہے اس کے بجائے کافور بھی کافی ہے) اور اُٹھائے اُس (کے جنازہ) کو، اور اس پر نماز پڑھے، اور نہ افشا کرے اس کی وہ (بری) بات جو دیکھے اس سے، دُور ہوجائے گا اپنے گناہوں سے اس طرح جیسے کہ اُس دن جبکہ اس کی ماں نے اس کو جنا تھا (گناہوں سے) دُور تھا، (یعنی صغائر معاف ہوجائیں گے۔ علی ما قالوا)[۲]

---

[۱] رواہ الطبرانی عن أبی أمامۃ مرفوعاً. [کذا فی کنز العمال ۱۵/۲۴۴، رقم: ۴۲۲۲۸] [۲] رواہ النسائی [کذا فی کنز العمال ۱۵/۲۴۴، رقم: ۴۲۲۳۱ مؤلف]

(۹۱) حدیث میں ہے جو نہلا دے مردے کو پس چھپا لے اس کے (عیب) کو تو اس کے چالیس کبیرہ (یعنی صغائر میں جو بڑے صغائر ہیں) گناہ معاف کر دیئے جائیں گے، اور جو اسے کفن دے اللہ تعالیٰ اس کو جنت کا سندس اور استبرق پہنائے گا، اور جو میت کے لئے قبر کھودے پس اس کو اس میں دفن کرے، جاری فرمائے گا اللہ تعالیٰ اس شخص کے لئے اس قدر اجر جو مثل اس مکان کے ثواب کے ہوگا جس میں قیامت تک اس شخص کو رکھتا (یعنی اس کو اس قدر اجر ملے گا جتنا کہ کسی مردے کو رہنے کے لئے قیامت تک مکان عاریت دینے کا اجر ملتا) واضح ہو کہ جس قدر فضیلت اور ثواب مردے کی خدمت کا اس وقت تک بیان کیا گیا سب اس صورت میں ہے جبکہ محض اللہ تعالیٰ کے واسطے خدمت کی جائے اور روپیہ اجرت وغیرہ مقصود نہ ہو۔ ورنہ اگر اجرت لی تو ثواب نہ ہوگا، اگرچہ اجرت لینا جائز ہے گناہ نہیں، مگر جواز اجرت امر دیگر ہے اور ثواب امر دیگر۔ اور تمام دینی کام جو اجرت لے کر کئے جاتے ہیں بعضے تو ایسے ہیں جن پر اجرت لینا حرام ہے اور ان کا ثواب بھی نہیں ہوتا اور بعضے ایسے ہیں جن پر اجرت لینا جائز ہے اور وہ مال حلال ہے مگر ثواب نہیں ہوتا۔ خوب تحقیق کر کے اس پر عملدرآمد کرنا چاہئے، یہ موقع تفصیل کا نہیں ہے۔ مگر ان امور کے متعلق ایک مفید ضروری بات عرض کرتا ہوں تاکہ اہل بصیرت کو متنبہ ہو، وہ یہ ہے کہ جن اعمال دینیہ پر اجرت لینا جائز ہے ان کے کرنے سے بالکل ثواب نہیں ملتا، مگر چند شرط سے ثواب بھی ملے گا غور سے سنو کوئی غریب آدمی جس کی بسر اوقات اور تعلقات واجبہ کا سوائے اس اجرت کے اور کوئی ذریعہ نہیں، وہ بقدر حاجت ضروریہ دینی کام کر کے اجرت لے اور یہ خیال کرے سچی نیت سے کہ اگر ذریعہ معیشت کوئی اور ہوتا تو میں ہرگز اجرت نہ لیتا اور حسبۃً للہ کام کرتا۔ یا اب حق تعالیٰ کوئی ذریعہ ایسا پیدا کر دیں تو میں اجرت چھوڑ دوں اور مفت کام کر دوں، تو ایسے شخص کو دینی خدمت کا ثواب ملے گا، کیونکہ اس کی نیت اشاعت دین ہے، مگر معاش کی ضرورت مجبور کرتی ہے، اور چونکہ طلب معاش بھی ضروری ہے اور اس کا حاصل کرنا بھی ادائے حکم الٰہی ہے، اس لئے اس نیت یعنی تحصیل معاش کا بھی ثواب ملے گا، اور نیت بخیر ہونے سے یہ دونوں ثواب ملیں گے، مگر ان قیود پر نظر غائر کر کے عمل کرنا چاہئے، خواہ مخواہ کے خرچ بڑھا لینا اور غیر ضروری اخراجات کو ضروری سمجھ لینا، اور اس پر حیلہ کرنا، اس عالم الغیب کے ہاں نہیں چلے گا وہ دلوں کے ارادوں سے خوب واقف ہے۔ یہ تحقیق نہایت تحقیق کے ساتھ لکھ دی گئی ہے اور ماخذ

اس کا شامی وغیرہ ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ جس میں توکل کے شرائط جمع ہوں اور پھر وہ نیک کام پر اُجرت لے تو اگر وہ ان نیتوں کو بھی جمع کرلے جن کے اجتماع سے ثواب تحریر ہوا ہے تب بھی اُس کو ثواب ملے گا مگر توکل کی فضیلت فوت ہو جائے گی۔ تَاَمَّلْ فَاِنَّهٗ دَقِیْقٌ۔ مسلمانوں کو خصوصاً ان میں سے اہل علم کو اس بات میں خاص توجہ واحتیاط کی ضرورت ہے کہ خالق اکبر کے دین کی خدمت کر کے اس کی رضا حاصل نہ کرنا اور بغیر کسی سخت مجبوری کے ایک منفعت قلیلہ عاجلہ پر نظر کرنا، کیا حق تعالیٰ کے ساتھ کسی درجہ کی بے مروتی نہیں ہے۔ ہمارا کام ترغیب اور رفع مغالطہ ہے، اور امور مباحہ میں تضییق کا ہم کو حق حاصل نہیں ہے، مگر اتنا ضرور کہیں گے کہ ثواب کی ہم کو سخت حاجت ہے۔ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُقْلِلْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْثِرْ وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ بِقُلُوْبِ عِبَادِهٖ كَفٰى بِهٖ خَبِيْرًا بَصِيْرًا۔

(۷) حدیث میں ہے کہ پہلا تحفہ مؤمن کا یہ ہے کہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اُس شخص کے جو اُس کے جنازے پر نماز پڑھتا ہے یعنی صغیرہ گناہ، علی ما قالوا۔[۱]

(۸) حدیث میں ہے کہ کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے کہ وہ مر جائے، اور اس کے جنازے پر تین صفیں مسلمانوں کی نماز پڑھیں مگر واجب کر لیا[۲] (اس نے جنت کو یعنی اس کی بخشش ہو جائے گی)۔

(۹) حدیث میں ہے کہ نہیں ہے کوئی ایسا مسلمان کہ وہ مر جائے پس کھڑے ہوں یعنی نماز پڑھیں اس (کے جنازے) پر چالیس مرد ایسے جو شرک نہ کرتے ہوں خدا تعالیٰ کے ساتھ۔ مگر بات یہ ہے کہ وہ (نماز پڑھنے والے) شفاعت قبول کیے جائیں گے اس (مردے) کے باب میں[۳] (یعنی جنازے کی نماز جو حقیقت میں دُعا ہے میت کے لئے قبول کر لی جائے گی اور اس مردے کی بخشش ہو جاوے گی۔

(۱۰) حدیث میں ہے کہ کوئی مسلمان ایسا نہیں جس (کے جنازے) پر ایک جماعت نماز پڑھے، مگر یہ بات ہے کہ وہ (لوگ) شفاعت قبول کیے جاویں گے اس (میت) کے بارے میں۔[۴]

---

[۱] رواه الحكيم عن أنس مرفوعاً. [كذا في كنز العمال ۱۵/۲۴۶، رقم: ۴۲۲۵۵ مؤلف] [۲] رواه أحمد و أبوداؤد. [كذا في كنز العمال ۱۵/۲۴۶، رقم: ۴۲۲۵۹] [۳] رواه أحمد و أبوداؤد. [كذا في كنز العمال ۱۵/۲۴۶، رقم: ۴۲۲۶۰]
[۴] رواه أحمد وغيره. [كنز العمال ۱۵/۲۴۶، رقم: ۴۲۲۶۱]

(۱۱) حدیث میں ہے کہ نہیں ہے کوئی مردہ کہ اس پر ایک جماعت مسلمانوں کی نماز پڑھے (جو عدد میں) سو ہوں، پس سفارش کریں وہ (نمازی یعنی دعا پڑھیں) اس کے لئے مگر یہ بات ہے کہ وہ سفارش قبول کئے جائینگے اس کے بارے میں (یعنی ان کی دعا قبول ہوگی اور اس مردے کی مغفرت ہو جاوے گی)۔[1]

(۱۲) حدیث میں ہے جو اٹھائے چاروں طرفین چارپائی (جنازے کی) تو اس کے چالیس کبیرہ گناہ بخش دیئے جائینگے (اس کی تحقیق اوپر گذر چکی ہے)۔[2]

(۱۳) حدیث میں ہے افضل اہل جنازہ کا (یعنی جو جنازے کے ہمراہ ہوتے ہیں ان میں) وہ ہے جو ان میں بہت زیادہ ذکر (اللہ تعالیٰ کا) کرے اس جنازے کے ساتھ اور جو نہ بیٹھے یہاں تک کہ جنازہ (زمین پر) رکھ دیا جائے، اور زیادہ پورا کرنے والا پیمانہ (ثواب) کا وہ ہے جو تین بار اس پر مٹھی بھر خاک ڈالے[3] (یعنی ایسے شخص کو خوب ثواب ملے گا)۔

(۱۴) حدیث میں ہے کہ اپنے مردوں کو نیک قوم کے درمیان میں دفن کرو، اس لئے کے بیشک مردہ اذیت پاتا ہے بوجہ برے پڑوسی کے (یعنی فاسقوں یا کافروں کی قبروں کے درمیان ہونے سے مردے کو تکلیف ہوتی ہے، اور صورت اذیت کی یہ ہے، فساق و کفار پر جو عذاب ہوتا ہے، اور وہ اس کی وجہ سے روتے چلاتے ہیں، اس واویلا کی وجہ سے تکلیف ہوتی ہے، جیسا کہ اذیت پاتا ہے زندہ بوجہ برے پڑوسی کے۔[4]

(۱۵) حدیث میں ہے: جنازے کے ہمراہ کثرت سے لا الٰہ الا اللہ پڑھو[5] جنازے کے ہمراہ اگر ذکر کرے تو آہستہ سے کرے اس لئے کہ زور سے ذکر کرنا جنازے کے ساتھ شامی میں مکروہ لکھا ہے۔

(۱۶) صحیح حدیث میں ہے جس کو حاکم نے روایت کیا ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے: میں نے تم کو منع کیا تھا قبروں کی زیارت سے ایک خاص وجہ سے جواب باقی نہ رہی۔ آگاہ ہو جاؤ پس اب زیارت کرو ان کی یعنی

[1] رواہ مسلم [باب من صلی علیہ مائۃ رقم الحدیث:۲۱۹۸] وغیرہ. [کنز العمال ۱۵/۲۴۶، رقم:۴۲۲۶۲]

[2] رواہ ابن عساکر وغیرہ. [کنز العمال ۱۵/۲۵۱، رقم:۴۲۳۳۱] [3] رواہ ابن النجار. [کنز العمال ۱۵/۲۵۲، رقم:۴۲۳۴۲]

[4] رواہ فی الحلیۃ. [کنز العمال ۱۵/۲۵۴، رقم:۴۲۳۶۴] [5] رواہ الدیلمی مرفوعاً. [کذا فی کنز العمال ۱۵/۲۷۴، رقم:۴۲۵۷۱]

قبروں کی اس لئے کہ وہ (زیارتِ قبور) دل کو نرم کرتی ہے، اور دل کی نرمی سے نیکیاں عمل میں آتی ہیں، اور رُلاتی ہے ہر آنکھ کو، اور یاد دلاتی ہے آخرت کو، اور تم نہ کہو کوئی غیر مشروع بات قبر پر۔

(۱۷) حدیث میں ہے میں نے تم کو منع کیا تھا قبروں کی زیارت سے پس (اب) ان کی زیارت کرو اس لئے کہ وہ زیارت بے رغبت کرتی ہے دُنیا سے اور یاد دلاتی ہے آخرت کو۔[1] زیارت قبور سنت ہے اور خاص کر جمعہ کے روز۔ اور حدیث میں ہے کہ جو ہر جمعہ کو والدین کی یا والد یا والدہ کی قبر کی زیارت کرے تو اس کی مغفرت کی جائے گی اور وہ خدمت گزار والدین کا لکھ دیا جائے گا (نامۂ اعمال میں) رواہ البیھقی مرسلاً۔ مگر قبر کا طواف کرنا۔ بوسہ لینا منع ہے خواہ کسی نبی کی قبر ہو یا ولی کی یا کسی کی ہو۔ اور قبروں پر جا کر اوّل اس طرح سلام کرے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْقُبُوْرِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ وَأَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْأَثَرِ۔ جیسا کہ ترمذی میں اور طبرانی میں یہ الفاظ سلام موتی کے لئے آئے ہیں، اور قبلہ کی طرف پشت کر کے اور میت کی جانب منہ کر کے قرآن مجید پڑھے جس قدر ہو سکے۔ حدیث میں ہے کہ جو قبروں پر گزرے اور سورۂ اخلاص گیارہ بار پڑھ کر مُردے کو بخشے تو موافق شمار مُردوں کے اس کو بھی ثواب دیا جائے گا۔ نیز حدیث میں ہے کہ جو قبرستان میں داخل ہو پھر سورۂ الحمد اور سورۂ اخلاص اور سورۂ تکاثر پڑھ کر اس کا ثواب اہل قبرستان کو بخشے مُردے اُسکی شفاعت کریں گے۔ اور نیز حدیث میں ہے کہ جو کوئی سورۂ یٰسین قبرستان میں پڑھے تو مُردوں کے عذاب میں اللہ تخفیف فرمائے گا، اور پڑھنے والے کو بشمار ان مُردوں کے ثواب ملے گا۔ یہ تینوں حدیثیں مع سند ذیل میں عربی میں لکھدی ہیں۔

(۱۸) حدیث میں ہے کہ نہیں ہے کوئی مرد کہ گذرے کسی ایسے شخص کی قبر پر جسے وہ دنیا میں پہچانتا تھا پھر اُس پر سلام کرے، مگر یہ بات ہے کہ وہ میت اس کو پہچان لیتا ہے اور اس کو سلام کا جواب دیتا ہے (گو اس جواب کو سلام کرنے والا نہیں سنتا)[2]

(۱) اخرج ابو محمد السمرقندی فی　　(۱) قل ھو اللہ شریف کے فضائل میں ابو محمد سمرقندی

[1] رواہ ابن ماجۃ، [رقم الحدیث: ۱۵۷۱، کذا فی کنز العمال ۱۵/۲۷۲، رقم: ۴۲۵۴۷] [2] رواہ تمام وغیرہ مرفوعاً بسند جید. [کذا فی کنز العمال ۱۵/۲۷۷، رقم: ۴۲۵۹۵]

فضائل قل هو الله أحد عن علي مرفوعاً: "من مرّ على المقابر وقرأ (قل هو الله أحد) إحدى عشرة مرة ثم وهب أجره للأموات، أعطي من الأجر بعدد الأموات.

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں، جو شخص قبرستان میں گذرے وہ گیارہ مرتبہ اس سورہ شریف کو پڑھ کر اہل قبور کو اس کا ثواب بخش دے تو پڑھنے والے کو اتنا ثواب ملے گا جس قدر مردے کہ اس قبرستان میں دفن ہیں۔

(۲) أخرج أبو القاسم سعد بن علي الزنجاني في فوائده عن أبي هريرة مرفوعاً: من دخل المقابر ثم قرأ فاتحة الكتاب وقل هو الله أحد والهكم التكاثر، ثم قال: اللّهم إني قد جعلت ثواب ما قرأت من كلامك لأهل المقابر من المؤمنين والمؤمنات كانوا شفعاء له إلى الله تعالى.

(۲) ابو القاسم سعد بن علی زنجانی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً اس کے فضائل میں بیان کرتے ہیں کہ جو شخص قبرستان میں جائے اور سورہ الحمد اور قل هو الله احد اور الهكم التكاثر پڑھے اور کہے: الٰہی! میں نے اس پڑھنے کا ثواب اس قبرستان کے مسلمان مرد و عورتوں کو بخشا، تو وہ سب مُردے روز جزا اس کی شفاعت کریں گے۔

(۳) أخرج عبد العزيز صاحب الخلال بسنده عن أنس رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ قال: من دخل المقابر فقرأ سورة يٰس خفف الله عنهم وكان له بعدد من فيها حسنات، هذه أحاديث أوردها الإمام السيوطي في شرح الصدور بشرح حال الموتى والقبور (ص ۳۱۱ مطبوعه دار الكتب العلميه، بيروت) قال المعلق على رسالة بهشتي گوهر "الحديث الاول

(۳) عبد العزیز صاحب خلال نے بروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو قبرستان میں آئے پھر سورۂ یٰسین پڑھے اس قبرستان کے جن مُردوں پر عذاب ہو رہا ہے خدا تعالیٰ اس میں تخفیف فرما دیتے ہیں اور پڑھنے والے کو اتنا ثواب ہوتا ہے جس قدر مُردے اس قبرستان میں ہیں، ان احادیث کو امام سیوطی رحمہ اللہ نے کتاب شرح الصدور فی احوال الموتیٰ والقبور (ص ۳۱۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت) میں بیان کیا ہے۔

والثالث یدلان ظاهراً علی أن الثواب الحاصل من الأحیاء للأموات یصل إلیهم علی السواء ولا یتجزیٰ" (تأمل).

بہشتی گوہر کا محشی کہتا ہے کہ حدیث اول وثالث بظاہر اس پر دلالت کرتی ہے کہ ثواب زندوں کی طرف سے مردوں کو بغیر تقسیم کے برابر ملتا ہے۔

احقر اس کی توضیح میں کہتا ہے کہ مطلب اس قبرستان کے مُردوں کے برابر ثواب ملنے سے یہ ہے کہ ثواب بخشنے والے نے ایک نیکی کی ہے، اس کے معاوضہ میں اس کو اس قبرستان کے تمام مدفون مُردوں کی تعداد کے برابر نیکیاں ملیں گی، کیونکہ خداوند تعالیٰ جب اپنی رحمت سے مدفون مُردوں کو ثواب بغیر تقسیم کے پورا عنایت فرمائیں گے تو پڑھنے والے کے لئے بھی جزا اس طرح ملے گی گویا اس نے ہر مُردے کے لئے علیحدہ علیحدہ پڑھ کر ثواب بخشا۔

مسائل[1]

سوال (۱): جماعت میں امام کے قراءت شروع کرنے کے بعد کوئی شخص آکر شریک ہو تو اب اس کو ثنا یعنی سبحانک اللّٰھم پڑھنا چاہئے یا نہیں، اگر چاہئے تو نیت باندھنے کے ساتھ ہی یا کس وقت؟

جواب: نہیں پڑھنا چاہئے۔[2]

سوال (۲): کوئی شخص رکوع میں امام کے ساتھ شریک ہوا، اب رکعت تو اس کو مل گئی مگر ثنا فوت ہوئی۔ اب دوسری رکعت میں ثنا پڑھنی چاہئے یا کسی اور رکعت میں یا ذمے سے ساقط ہوگئی؟

جواب: کہیں نہیں پڑھے۔[3]

سوال (۳): رکوع کی تسبیح سہو سے سجدے میں کہی، یعنی بجائے سبحان ربی الأعلیٰ کے سبحان ربی العظیم کہتا رہا یا برعکس اس کے تو سجدۂ سہو تو نہ ہوگا یا نماز میں کوئی خرابی تو نہ ہوگی؟

---

[1] اس ضمیمے میں یہ سات مسئلے حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اضافہ فرمائے ہیں (شبیر علی)۔

[2]،[3] ردالمحتار ۲/۲۳۲۔

جواب: اس سے ترکِ سنت ہوا، اس سے سجدۂ سہو لازم نہیں آتا۔[۱]

سوال (۴): رکوع کی تسبیح سجدۂ سہو میں کہہ چکا تھا اور پھر سجدہ ہی میں خیال آیا کہ یہ رکوع کی تسبیح ہے تو اب سجدے کی تسبیح یاد آنے پر کہنا چاہئے یا رکوع کی تسبیح کافی ہوگی؟

جواب: اگر امام یا منفرد ہے تو تسبیح سجدے کی کہہ لے اور اگر مقتدی ہے تو امام کے ساتھ اُٹھ کھڑا ہو۔[۲]

سوال (۵) نماز میں جمائی جب نہ رکے تو منھ میں ہاتھ دے لینا چاہئے یا نہیں؟

جواب: جب ویسے نہ رُکے تو ہاتھ سے روک لینا جائز ہے۔[۳]

سوال (۶): ٹوپی اگر سجدے میں گر پڑے تو اسے پھر ہاتھ سے اُٹھا کر سر پر رکھ لینا چاہئے یا ننگے سر نماز پڑھے؟

جواب: سر پر رکھ لینا بہتر ہے اگر عمل کثیر کی ضرورت نہ پڑے۔[۴]

سوال (۷): نماز میں سورۂ فاتحہ کے بعد جب کوئی سورۃ شروع کرے تو بسم اللہ کہہ کر شروع کرے، اور اگر دو رکوع والی سورت پڑھے تو شروع سورۃ پر بسم اللہ کہے، اور دوسری رکعت میں جب اسی سورت کا دوسرا رکوع شروع کرے تو بسم اللہ کہے یا نہیں؟

جواب: سورۃ کے شروع میں مندوب ہے اور رکوع پر نہیں۔[۵] واللہ اعلم (کتبہ اشرف علی تھانوی)

مسئلہ: امام کو بغیر کسی ضرورت کے محراب کے سوا اور کسی جگہ مسجد میں کھڑا ہونا مکروہ ہے، مگر محراب میں کھڑے ہونے کے وقت پیر باہر ہونے چاہئیں۔[۶]

مسئلہ: جو دعوت نام آوری کے لئے کی جائے تو اس کا قبول نہ کرنا بہتر ہے۔[۷]

مسئلہ: گواہی پر اُجرت لینا حرام ہے، لیکن گواہ کو بقدرِ ضرورت اپنے اور اپنے اہل وعیال کے خرچ کے لے لینا

---

[۱][۲] ردّ المحتار ۲/۲۴۴۔ [۳] ردّ المحتار ۲/۴۹۸۔ [۴] الدّر المختار ۲/۴۹۱۔ [۵] طحطاوی علی المراقی ص ۲۶۰۔
[۶] ردّ المحتار ۲/۴۹۹۔ [۷] صفائی معاملات۔

جائز ہے، بقدر اُس وقت کے جو صرف ہوا ہے، جبکہ اُس کے پاس کوئی ذریعۂ معاش نہ ہو۔[1]

مسئلہ: اگر مجلس دعوت میں کوئی امر خلاف شرع ہو: سو اگر وہاں جانے کے قبل معلوم ہو جائے تو دعوت قبول نہ کرے، البتہ اگر قوی اُمید ہو کہ میرے جانے سے بوجہ میری شرم اور لحاظ سے وہ امر موقوف ہو جائے گا تو جانا بہتر ہے، اور اگر معلوم نہ تھا اور چلا گیا اور وہاں جا کر دیکھا: سو اگر یہ شخص مقتدائے دین ہے تب تو لوٹ آئے اور اگر مقتدا نہیں، عوام الناس سے ہے: سو اگر عین کھانے کے موقع پر وہ امر خلاف شرع ہے تو وہاں نہ بیٹھے، اور اگر دوسرے موقع پر ہے خیر بمجبوری بیٹھ جائے، اور بہتر ہے کہ صاحب مکان کو فہمائش کرے، اگر اس قدر ہمت نہ ہو تو صبر کرے اور دل سے اُسے بُرا سمجھے، اور اگر کوئی شخص مقتدائے دین نہ ہو، لیکن ذی اثر و صاحب وجاہت ہو کہ لوگ اس کے افعال کا اتباع کرتے ہوں تو وہ بھی اس مسئلہ میں مقتدائے دین کے حکم میں ہے۔

مسئلہ:[2] بینک میں روپیہ جمع کر کے اُس کا سود لینا تو قطعی حرام ہے۔ بعض لوگ بینک میں اپنا روپیہ صرف حفاظت کے خیال سے رکھتے ہیں سود نہیں لیتے، مگر یہ ظاہر ہے کہ بینک اس رقم کو محفوظ نہیں رکھے گا، بلکہ سودی کاروبار پر لگائے گا، اس طرح اس میں بھی ایک قسم کی اعانتِ گناہ پائی جاتی ہے جو احتیاط کے خلاف ہے۔ ہاں روپیہ کی حفاظت کے لئے صاف بے غبار صورت یہ ہے کہ بینک کی تجوریوں کے ایک دو خانے (جتنی ضرورت ہو) کرایہ پر لے لئے جائیں اور ان میں روپیہ رکھا جائے۔ زیادہ روپیہ ہے تو پوری تجوری کرایہ پر لے لی جائے، جب روپیہ رکھنے کی ضرورت ہو اس میں رکھدے، اور جب ضرورت ہو نکال لے، اس طرح روپیہ بھی محفوظ رہے گا اور سود وغیرہ کا گناہ بھی نہ ہوگا۔ اس طرح پوری تجوری یا اس کے خانے کرایہ پر لینے کو بینک کی اصطلاح میں (لاکر) میں رکھنا کہتے ہیں، یہ ضرور ہوگا کہ اس طرح بجائے روپیہ کا منافع ملنے کے اپنے پاس سے کرایہ کی رقم خرچ کرنا ہوگی، مگر ایک عظیم گناہ سے بچنے اور اپنی پاک کمائی میں سود جیسی ناپاک چیز کی آمیزش کرنے سے بچ سکتے ہیں، جو مسلمان کے لئے ایک عظیم مقصد کا درجہ رکھتا ہے جس کے سامنے یہ خرچ بہت معمولی ہے۔

---

[1] الهندية ٤/٢٢٤ و ٥/٣٥٢. [2] اس مسئلہ کی عبارت حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی نہ تھی، بلکہ جن صاحب نے ضمیمے لکھے ان کی تھی اور اس عبارت میں بینک روپیہ رکھنے کو مطلقاً حرام کہا تھا جو اس زمانہ میں باعثِ تکلیف اور حرج تھا لہٰذا پورے مسئلہ کی عبارت بمشورہ جناب مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی زید مجدہم درست کر دی گئی اور ایک سہل صورت تجویز کر دی گئی، اللہ تعالیٰ توفیق عمل عطا فرمائیں۔ (شبیر علی)

مسئلہ جو شخص پاخانہ کر رہا ہو یا پیشاب کر رہا ہو تو اس کو سلام کرنا حرام ہے اور اس کا جواب دینا بھی جائز نہیں۔

مسئلہ اگر کوئی شخص چند لوگوں میں کسی کا نام لے کر اس کو سلام کرے، مثلاً یوں کہے: السلام علیک یا زید، تو جس کو سلام کیا ہے اس کے سوا کوئی اور جواب دیدے تو وہ جواب نہ سمجھا جائیگا، اور جس کو سلام کیا اس کے ذمہ جواب فرض باقی رہے گا، اگر جواب نہیں دے گا تو گنہگار ہوگا، مگر اس طرح سلام کرنا خلاف سنت ہے۔ سنت کا طریق یہ ہے کہ جماعت میں کسی کو خاص نہ کرے اور السلام علیکم کہے (مؤلف)۔ اور اگر کسی ایک ہی شخص کو سلام کرنا ہو جب بھی یہی لفظ استعمال کرے، اور اسی طرح جواب میں بھی خواہ جواب جس کو دیا جاتا ہے ایک ہی شخص ہو یا زیادہ ہوں "وعلیکم السلام" کہنا چاہئے۔

مسئلہ سوار کو پیدل چلنے والے پر سلام کرنا چاہئے، اور جو کھڑا ہو وہ بیٹھے ہوئے کو سلام کرے، اور تھوڑے سے لوگ بہت لوگوں کو سلام کریں، اور چھوٹا بڑے کو سلام کرے، اور ان سب صورتوں میں اگر بالعکس کرے، مثلاً بہت سے لوگ تھوڑوں کو یا بڑا چھوٹے کو سلام کرے تو یہ بھی جائز ہے، مگر بہتر وہی ہے جو پہلے بیان ہوا۔ (ق)

مسئلہ غیر محرم مرد کے لئے کسی جوان یا درمیانی عمر کی عورت کو سلام کرنا ممنوع ہے، اسی طرح خطوں میں لکھ کر بھیجنا، یا کسی ذریعہ سے کہلا کر بھیجنا اور اسی طرح نامحرم عورتوں کے لئے مردوں کو سلام کرنا بھی ممنوع ہے۔ اس لئے کہ ان صورتوں میں سخت فتنہ کا اندیشہ ہے اور فتنہ کا سبب بھی فتنہ ہوتا ہے۔ ہاں اگر کسی بڈھی عورت کو یا بڈھے مرد کو سلام کیا جائے تو مضائقہ نہیں، مگر غیر محارم سے ایسے تعلقات رکھنا ایسی حالت میں بھی بہتر نہیں۔ ہاں جہاں کوئی خصوصیت اس کی مقتضی ہو اور احتمال فتنہ کا نہ ہو تو وہ اور بات ہے۔

مسئلہ جب تک کوئی خاص ضرورت نہ ہو کافروں کو نہ سلام کرے، اور اسی طرح فاسقوں کو بھی، اور جب کوئی حاجت ضروری ہو تو مضائقہ نہیں، اور اگر اس کے سلام اور کلام کرنے سے انکے ہدایت پر آنے کی اُمید ہو تو بھی سلام کرلے۔

مسئلہ جو لوگ علمی مذاکرہ کر رہے ہوں یعنی مسائل کی گفتگو کر رہے ہوں، پڑھتے پڑھاتے ہوں، یا ان میں

---

(۱)(۲)(۳) الهندية ٥/٤٠١. (٤) الهندية ٥/٤٠٣. (٥) ردالمحتار ٢/٤٥٢. (٦) الهندية ٥/٤٠٢.

سے ایک علمی گفتگو کر رہا ہو اور باقی سن رہے ہوں تو ان کو سلام نہ کرے، اگر کرے گا تو گنہگار ہوگا، اور اسی طرح تکبیر اور اذان کے وقت بھی (مؤذن یا غیر مؤذن کو) سلام کرنا مکروہ ہے، اور صحیح یہ ہے ان تینوں صورتوں میں جواب نہ دے۔[1]

☆..............☆..............☆

[1] الهداية ٤٠٢/٥

ضمیمہ ثانیہ بہشتی گوہر مسماۃ بہ

تعدیل حقوق الوالدین

از جانب محشی بہشتی گوہر التماس ہے کہ یہ مضمون "تعدیل حقوق الوالدین" جو بعنوان ضمیمہ ثانیہ کے درج کیا جاتا ہے، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کا تحریر فرمودہ ہے، جس میں والدین کے حقوق کی تحقیق وتفصیل کی گئی ہے، ہر چند کہ بہشتی زیور حصہ پنجم میں بضمن حقوق، حقوق والدین کا بھی اجمالی تذکرہ آچکا ہے، لیکن چونکہ وہ مشترک تھا عورتوں اور مردوں کے درمیان، اور اس موجودہ مضمون کا تعلق زیادہ مردوں سے ہے، اس لئے بہشتی گوہر میں اس کا لاحق کرنا مناسب معلوم ہوا۔ پس اس کو حصہ پنجم بہشتی زیور کا تتمہ سمجھنا چاہئے، اور مضمون مذکور یہ ہے:

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم. قال اللّٰہ تعالیٰ: "انّ اللّٰہ یأمرکم ان تؤدّوا الأمانات الی أھلھا واذا حکمتم بین النّاس ان تحکموا بالعدل. [النساء: ۵۸] (ترجمہ) اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتے ہیں کہ امانتیں امانت والوں کو ادا کرو، اور جب تم لوگوں میں حکم کرو انصاف سے حکم کرو۔

اس آیت کے عموم سے دو حکم مفہوم ہوئے: ایک یہ ہے کہ اہل حقوق کو ان کے حقوق واجبہ کا ادا کرنا واجب ہے، دوسرے یہ کہ ایک حق کے لئے دوسرے شخص کا حق ضائع کرنا ناجائز ہے، ان دونوں حکم کلی کے متعلقات میں سے دو خاص دو جزئی مواقع بھی ہیں جن کے متعلق اس وقت تحقیق کرنے کا قصد ہے، ایک ان میں سے والدین کے حقوق واجبہ وغیر واجبہ کی تعیین ہے۔ دوسرے والدین کے حقوق اور زوجہ یا اولاد کے حقوق میں تعارض وتزاحم کے وقت ان حقوق کی تعدیل ہے، اور ضرورت اس تحقیق کی یہ ہوئی کہ واقعات غیر محصورہ سے معلوم ہوا کہ جس طرح بعض بے قید لوگ والدین کے حق میں تفریط کرتے ہیں، اور ان کے وجوب اطاعت کی نصوص کو نظر انداز کرتے ہیں، اور ان کے حقوق کا وبال اپنے سر لیتے ہیں، اسی طرح بعضے دیندار والدین کے حق میں افراط کرتے ہیں، جس سے دوسرے صاحب حق کے حقوق مثلاً زوجہ کے یا اولاد کے تلف ہوتے ہیں، اور ان کے وجوب رعایت کی نصوص کو نظر

انداز کرتے ہیں، اور ان کے اتلاف حقوق کا وبال اپنے سر لیتے ہیں، اور بعضے کسی صاحب حق کا حق تو ضائع نہیں کرتے، لیکن حقوق غیر واجبہ کو واجب سمجھ کر ان کے ادا کا قصد کرتے ہیں، اور چونکہ بعض اوقات ان کا تحمل نہیں ہوتا اس لئے تنگ ہوتے ہیں، اور اس سے وسوسہ ہونے لگتا ہے کہ بعض احکام شرعیہ میں ناقابل برداشت سختی اور تنگی ہے، اس طرح سے ان بیچاروں کے دین کو ضرر پہنچتا ہے، اور اس حیثیت سے اس کو بھی صاحب حق کے حقوق واجبہ ضائع کرنے میں داخل کر سکتے ہیں، اور وہ صاحب حق اس شخص کا نفس ہے کہ اس کے بھی بعض حقوق واجب ہیں کما قال ﷺ: إِنَّ لِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا (تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے) اور ان حقوق واجبہ میں سب سے بڑھ کر حفاظت اپنے دین کی ہے۔ پس جب والدین کے غیر واجب حق کو واجب سمجھنا مفضی ہوا اس معصیت مذکورہ کی طرف، اس لئے حقوق واجبہ وغیر واجبہ کا امتیاز واجب ہوا، اس امتیاز کے بعد پھر اگر عملاً ان حقوق کا التزام کرے گا، مگر اعتقاداً واجب نہ سمجھے گا تو محذور لازم نہ آئے گا۔ اس تنگی کو اپنے ہاتھوں کی خریدی ہوئی سمجھے گا۔ اور جب تنگ برداشت کرے گا اس کی عالی ہمتی ہے، اور اس تصور میں بھی ایک گونہ حظ ہو گا کہ میں باوجود میرے ذمہ نہ ہونے کے اس کا تحمل کرتا ہوں، اور جب چاہے گا سبکدوش ہو سکے گا، غرض علم احکام میں ہر طرح کی مصلحت ہی مصلحت ہے، اور جہل میں ہر طرح کی مضرت ہی مضرت ہے، پس اسی تمیز کی غرض سے یہ چند سطور لکھتا ہوں۔ اب اس تمہید کے بعد اول اس کے متعلق ضروری روایات حدیثیہ وفقہیہ جمع کر کے پھر ان سے جو احکام ماخوذ ہوتے ہیں ان کی تقریر کروں گا، اور اس کو اگر ''تعدیل حقوق والدین'' کے لقب سے نامزد کیا جائے تو نازیبا نہیں۔ واللہ المستعان وعلیہ التکلان.

نوٹ: عربی عبارت کا حاصل مطلب اردو میں عوام کے فائدہ کے لئے اس مرتبہ اضافہ کر دیا گیا ہے۔

في المشكوة:[1] عن ابن عمر قال: كانت تحتي امرأة أحبها، وكان عمر رضي الله عنه يكرهها، فقال لي: طلقها، فأبيت، فأتى عمر رسول الله ﷺ فذكر ذلك له فقال لي

عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ میرے نکاح میں ایک عورت تھی، میں اس سے خوش تھا اور اس سے محبت رکھتا تھا، مگر حضرت عمر میرے باپ اس سے ناخوش تھے، انھوں نے مجھ سے فرمایا کہ اس عورت کو طلاق دیدے،

[1] ص ۴۲۱/۲.

رسول اللہ ﷺ: طلّقها، رواه الترمذي، في المرقاة: "طلقها" أمر ندب أو وجوب إن كان هناك باعث آخر، وقال الإمام الغزالي في الإحياء، (٢/٢٦ كشوري) في هذا الحديث، فهذا يدل على أن حقّ الوالد مقدّم ولكن والد يكرهها لا لغرض فاسد مثل عمر، في المشكوة: عن معاذ قال: أوصاني رسول الله ﷺ (وساق الحديث) وفيه: لاتعقن والديك وإن أمراك أن تخرج من أهلك ومالك، (الحديث). في المرقاة شرط للمبالغة باعتبار الأكمل أيضاً، أما باعتبار أصل الجواز فلا يلزمه طلاق زوجة امرأة بفراقها وإن تأذيا ببقاءها إيذاءً شديداً؛ لأنه قد يحصل له ضرر بها، فلايكلفه لأجلهما؛ إذ من شأن شفقتهما أنهما لو تحققا ذلك لم يأمراه به، فإلزامهما له به مع ذلك حمق منهما، ولا يلتفت إليه، وكذلك إخراج ماله. انتهى مختصراً، قلت: والقرينة على كونه للمبالغة اقترانه بقوله عليه السلام في ذلك

میں نے انکار کیا۔ اس کے بعد حضرت عمر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ قصہ ذکر کیا۔ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس عورت کو طلاق دیدے۔ مرقاۃ میں لکھا ہے کہ یہ طلاق کا امر بطور استحباب کے تھا، اگر وہاں پر کوئی اور سبب بھی موجود تھا تو وجوب کے لئے تھا۔ امام غزالی احیاء میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ والد کا حق مقدم ہے، لیکن یہ ضروری ہے کہ والد اس عورت کو کسی غرض فاسد کی وجہ سے بُرا نہ سمجھتا ہو، جیسا کہ حضرت عمر کسی غرض فاسد کی وجہ سے اُسے بُرا نہ سمجھتے تھے۔ حضرت معاذ کی روایت کردہ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ماں باپ کی نافرمانی ہرگز نہ کر، اگرچہ وہ تجھ کو یہ حکم کریں کہ اہل وعیال اور مال سے علیحدہ ہوجا، مرقاۃ میں لکھا ہے کہ یہ مبالغہ اور کمال اطاعت کا بیان ہے، ورنہ اصل حکم کے لحاظ سے لڑکے کے لئے اپنے والدین کے فرمانے پر اپنی بیوی کو طلاق دینا ضروری نہیں، اگرچہ ماں باپ کو بیوی کے طلاق نہ دینے سے سخت تکلیف ہو، کیونکہ اس کی وجہ سے کبھی لڑکے کو سخت تکلیف کا سامنا ہوتا ہے اور ماں باپ کی شفقت سے یہ بعید ہے

(١) ص ٩/١٥٨، (٢) ص ١/١٨، (٣) ص ١/٢٢٠.

الحديث: "لا تشرك بالله وإن قتلت أو حرّقت" فهذا للمبالغة قطعاً، وإلا فنفس الجواز بتلفظ كلمة الكفر وأن يفعل مايقتضي الكفر ثابت بقوله تعالىٰ: "مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ ايمانه اِلَّامَنْ اُكْرِهَ" [النحل ۱۰۶] (۱) الآية فافهم، في المشكوة: عن ابن عباس قال: قال رسول الله ﷺ من أصبح مطيعا لله في والديه (الحديث) وفيه: قال رجل: وإن ظلماه؟ قال: وإن ظلماه، وإن ظلماه، وإن ظلماه (رواه البيهقي في شعب الإيمان) (۲) في المرقاة: في والديه أي في حقهما، وفيه: أن طاعة الوالدين لم تكن طاعة مستقلة، بل هي طاعة الله التي بلغت توصيتها من الله تعالىٰ بحسب طاعتهما لطاعته إلى أن قال: ويؤيده أنه ورد "لاطاعة لمخلوق في معصية الخالق" وفيها: وإن ظلماه، قال الطيبي: يراد بالظلم مايتعلق بالأمور الدنيوية لا الأخروية، قلت: وقوله ﷺ هذا: "وإن ظلماه" كقوله عليه السلام في إرضاء المصدق: أرضوا

کہ وہ بیٹے کی تکلیف کو جانتے ہوئے اس کا حکم کریں کہ وہ بیوی یا مال کو علیحدہ کردے، پس ایسی صورت میں ان کا کہنا ماننا ضروری نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ مبالغہ کیلئے ہونے کا یہ قرینہ ہے کہ حضور ﷺ نے اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ خدا کے ساتھ شرک نہ کر اگر چہ تو قتل کردیا جائے یا جلادیا جائے، اور یہ یقیناً مبالغہ ہے ورنہ کلمۂ کفر ایسی مجبوری کی حالت میں کہنا اللہ تعالیٰ کے فرمان "مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖ" سے ثابت ہے، حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے ماں باپ میں اللہ کا مطیع ہوتا ہے تو اگر دونوں ہوں تو دو دروازے جنت کے کھل جاتے ہیں اور اگر ایک ہو تو ایک، اور اگر نافرمانی کرتا ہے تو اگر دونوں کی نافرمانی کرتا ہے تو اس کے لئے دو دروازے دوزخ کے کھل جاتے ہیں اور اگر ایک کی نافرمانی کرتا ہے تو ایک کھل جاتا ہے۔ اسی حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ اگر چہ ماں باپ اس پر ظلم کرتے ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا: اگر چہ وہ دونوں ظلم ہی کرتے ہوں۔ مرقاۃ میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ماں باپ میں کریگا

(۱) ص ۲/۴۲۱. (۲) ص ۱۰/۳۰۷، رقم الحديث: ۷۵۳۸. (۳) ص ۹/۱۵۹.

مصدقيكم وإن ظلمتم" (رواه أبو داود)[1] لقوله عليه السلام فيهم: وإن ظلموا فعليهم، الحديث (رواه أبو داود)[2] ومعناه على مافي اللمعات: قوله: "وإن ظلموا" أي بحسب زعمكم أو على الفرض والتقدير مبالغة، ولو كانوا ظلمين حقيقةً كيف يأمرهم بإرضائهم،[3] في المشكوة عن ابن عمر عن النبي ﷺ: في قصة ثلثة نفر يتماشون، وأخذهم المطر، فمالوا إلى غار في الجبل، فانحطت على فم غارهم صخرة،...... فاطبقت عليهم،...... فذكر أحدهم من أمره: فقمت عند رؤسهما (أي الوالدين اللذين كانا شيخين كبيرين كما في هذا الحديث) أكره أن أوقظهما وأكره أن أبدا بالصبية قبلهما، والصبية يتضاغون عند قدمي. (الحديث)، متفق عليه،[4] في المرقاة: تقديماً لإحسان الوالدين على المولودين لتعارض صغرهم بكبرهما؛ فإن الرجل الكبير يبقى كالطفل الصغير، قلت: وهذا التضاغي كمافي قصة أضياف أبي

مطلب یہ ہے کہ اُن کے حقوق میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے اور اُن کے حقوق ادا کرتا ہے، اور اس میں یہ بھی ہے کہ والدین کی اطاعت مستقل ان کی اطاعت نہیں، بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے مجھے خاص طور سے وصیت فرمائی ہے، اس لئے ان کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت سمجھتے ہوئے کرنی چاہئے، یعنی جو بات وہ خدا کے حکم کے مطابق کہیں اس کو ماننا چاہئے اور جو اس کے حکم کے خلاف کہیں اُسے نہ ماننا چاہئے۔ کیونکہ حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مخلوق کی فرمانبرداری نہیں۔ اور مرقاۃ میں لکھا ہے کہ ماں باپ کے ظلم سے مراد حدیث میں دنیوی ظلم ہے اُخروی ظلم نہیں۔ یعنی دنیوی امور میں اگرچہ وہ زیادتی کریں تب بھی ان کی فرمانبرداری لازم ہے، اور اگر وہ دین کے خلاف کوئی بات کریں تو اس میں ان کی فرمانبرداری نہ کرنی چاہئے۔ میں کہتا ہوں کہ حدیث میں حضور ﷺ کا یہ فرمانا کہ اگرچہ وہ دونوں ظلم کریں ایسا ہے جیسا کہ آپ نے زکوۃ وصول کرنے والے کے متعلق فرمایا ہے کہ اپنے زکوۃ وصول کرنے والوں کو راضی کرو، اگرچہ تم پر ظلم کیا جائے۔ "لمعات" میں

[1] ص ۱۳۴، رقم الحدیث ۱۵۸۹. [2] مشكوة المصابيح ۱/۱۵۷. [3] ص ۴۲۰/۱. [4] ص ۹/۵۵۱.

طلحة، قال: فعلّيهم بشيء، ونوّميهم في جواب قول امرأته لما سألها هل عندك بشيء؟ قالت: لا إلا قوة صبياني، ومعناه كما في اللمعات قالوا: وهذا محمول على أن الصبيان لم يكونوا محتاجين إلى الطعام، وإنما كان طلبهم على عادة الصبيان من غير جوع، وإلا وجب تقديمهم، وكيف يتر كان واجباً، وقد أثنى الله عليهما. قلت: أيضا ومما يؤيد وجوب الإضطراري إلى هذا التأويل تقدّم حق الولد الصغير على حق الوالد في نفسه، كما (في الدر المختار، باب النفقة) ولو له أب وطفل فالطّفل أحق به، وقيل: (بصيغة التمريض) يقسمها فيهما، في كتاب الآثار لإمام محمد رحمه الله (صـ۱۹۳). عن عائشة قالت: أفضل ما أكلتم كسبكم، وإن أولادكم من كسبكم، قال محمد: لابأس به إذا كان محتاجاً أن يأكل من مال ابنه بالمعروف، فإن كان غنيا فأخذ منه شيئاً فهو دين عليه، وهو قول أبي حنيفة، وعن محمد قال: أخبرنا أبو حنيفة عن حماد عن إبراهيم قال: ليس

لکھا ہے اس سے مقصود مبالغہ ہے یعنی تمہارے خیال میں یا بالفرض اگر وہ ظلم کریں تب بھی تم ان کو راضی کرو، کیونکہ اگر وہ واقعی ظلم کرتے تھے تو آپ ان کو راضی کرنے کا حکم کیسے فرما سکتے تھے۔ ''مشکوٰۃ'' میں ابن عمر رسول اللہ ﷺ سے (ان تین آدمیوں کے قصہ میں) روایت کرتے ہیں جو کہیں چلے جا رہے تھے اور بارش آ گئی، وہ ایک پہاڑ میں غار کے اندر چلے گئے، اس کے بعد غار کے منہ پر ایک بڑا پتھر گر پڑا اور اس نے دروازہ بند کر دیا۔ انہوں نے آپس میں کہا کہ تم اپنے اپنے نیک اعمال دیکھو جو خالص اللہ کے واسطے کئے ہوں اور ان کا واسطہ دے کر دعا مانگو کہ اللہ تعالیٰ دروازہ کھول دے۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ اے اللہ! میرے ماں باپ بہت بوڑھے تھے اور میرے چھوٹے بچے بھی تھے، میں بکریاں چرایا کرتا تھا اور شام کو جب گھر آتا تو بکریوں کا دودھ نکال کر اپنے ماں باپ کو اپنے بچوں سے پہلے پلاتا تھا۔ ایک دن میں بہت دور چلا گیا اور جب شام کو آیا تو میں نے اپنے ماں باپ کو سویا ہوا پایا، میں نے حسب معمول دودھ نکالا اور دودھ کا برتن لے کر ان کے سر کے پاس کھڑا رہا اور ان کو جگانا اچھا نہ سمجھا، اور یہ بھی برا سمجھا کہ ان سے پہلے بچوں

للأب من مال ابنه شيء إلا أن يحتاج إليه
من طعام أو شراب أو كسوة، قال محمد:
وبه نأخذ، وهو قول أبي حنيفة رحمه الله. في
كنز العمال [۴۸۳/۸] عن الحاكم
وغيره: إن أولادكم هبة الله تعالى لكم،
يهب لمن يشاء إناثا ويهب لمن يشاء
الذكور، فهم وأموالهم لكم إذا احتجتم
إليها. (سنده صحيح، محشي)، قلت: دل
قوله عليه السلام في الحديث: "إذا
احتجتم على تقييد الإمام محمد قول
عائشة: "إن أولادكم من كسبكم" بما
إذا كان محتاجا، ويلزم التقييد كونه دينا
عليه من غير حاجة كما هو ظاهر، قلت:
وأيضا فسر أبوبكر الصديق بهذا قوله عليه
السلام "أنت ومالك لأبيك" قال أبوبكر:
إنما يعني بذلك النفقة. رواه البيهقي،
(كذا في تاريخ الخلفاء) وفي الدر المختار:
لا يفرض (القتال) على صبي وبالغ له أبوان
أو أحدهما؛ لأن طاعتهما فرض عين. إلى
أن قال: لا يحل سفر فيه خطر إلا بإذنهما،

کو بلاؤں اور بچے میرے پیروں میں پڑے روتے
چلاتے رہے یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔ میں کہتا ہوں
کہ یہ بچوں کا رونا چلانا ایسا ہی تھا جیسا کہ ابوطلحہ کے
مہمانوں کے قصہ میں ہے، جب انہوں نے اپنی
بیوی سے دریافت کیا کہ تمہارے پاس کچھ کھانے
کے لئے ہے؟ بیوی نے کہا: نہیں، صرف بچوں کی
خوراک ہے تو ابوطلحہ نے کہا کہ بچوں کو بہلا پھسلا کر
سلا دو۔ "لمعات" میں لکھا ہے کہ علماء نے اس کو اس
پر محمول کیا ہے کہ وہ بچے بھوکے نہیں تھے بلکہ
بلا بھوک مانگ رہے تھے جیسا کہ بچوں کی عادت
ہوتی ہے، ورنہ اگر وہ بھوکے ہوتے تو ان کو کھانا
واجب تھا اور واجب کو وہ کیسے ترک کر سکتے تھے،
حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ابوطلحہ اور ان کی بیوی کی تعریف
کی۔ میں کہتا ہوں کہ اس تاویل کی ضرورت اس سے
بھی ثابت ہوتی کہ والد سے چھوٹے بچے کا حق مقدم
ہے، جیسا کہ "درمختار" میں ہے کہ اگر کسی کا باپ اور
بیٹا دونوں موجود ہوں تو خرچ کے اعتبار سے بیٹا باپ
سے زیادہ مستحق ہے، اور بعضوں نے کہا ہے کہ
دونوں پر تقسیم کردے۔ اور محمد رحمہ اللہ کی "کتاب
الآثار" میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے

ص ۱۹۹/۶

وما لا خطر فيه يحل بلا إذن، ومنه السفر في طلب العلم، في ردّ المحتار: مع أنهما في سعة من منعه إذا كان يدخلهما من ذلك مشقة شديدة، وشمل الكافرين أيضاً أو أحدهما إذا كره خروجه مخافة ومشقة وإلا بل لكراهة قتال أهل دينه فلا يطيعه ما لم يخف عليه الضيعة؛ إذ لو كان معسراً محتاجاً إلى خدمة فرضت عليه ولو كافراً، وليس من الصواب ترك فرض عين ليتوصل إلى فرض كفاية. قوله: فيه خطر كالجهاد وسفر البحر. قوله: وما لا خطر كالسفر للتجارة والحج والعمرة يحل بلا إذن إلا إن خيف عليهما الضيعة سرخسي. قوله: ومنه السفر في طلب العلم؛ لأنه أولى من التجارة إذا كان الطريق آمنا ولم يخف عليهما الضيعة، سرخسي. قلت: ومثله في البحر الرائق والفتاوى الهندية، وفيها أي في الهندية في مسئلة: فلا بد من الاستيذان فيه إذا كان له منه بد، (في الدر المختار، باب النفقة، ۲۳۳/۲)۔

کہ سب سے بہتر روزی اپنی کمائی ہے اور تمہاری اولاد بھی تمہاری کمائی میں داخل ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب باپ محتاج ہو تو بیٹے کے مال میں سے کھانے کا مضائقہ نہیں، لیکن ضرورت کے مطابق خرچ کرے فضول خرچی نہ کرے۔ اگر باپ مالدار ہے اور پھر بیٹے کا مال لیتا ہے تو وہ اس پر قرض ہے، یہی قول امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے اور یہ معمول بہ ہے۔ امام محمد امام ابوحنیفہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ حماد سے اور وہ ابراہیم سے کہ باپ کے لئے بیٹے کے مال میں سے کوئی حق نہیں مگر یہ کہ وہ کھانے پینے کپڑے کا محتاج ہو۔ امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اسی پر ہم عمل کرتے ہیں اور یہی ابوحنیفہ کا قول ہے۔ "کنز العمال" میں حاکم وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ تمہاری اولاد اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے جس کو چاہتے ہیں لڑکیاں دیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں لڑکے دیتے ہیں۔ پس وہ اولاد اور ان کا مال تمہارے لئے ہے جب تم کو ضرورت ہو، میں کہتا ہوں کہ حضور کا یہ قول کہ (جب تم کو ضرورت ہو) اس مسئلہ پر دلالت کرتا ہے جو مسئلہ ابھی امام محمد رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول سے اخذ کیا تھا۔

۱ ص ۶/۱۹۹ ... ص ۵/۳۶۴

وكذا تجب لها السكنى في بيت خال عن أهله وعن أهلها الخ، وفي ردّالمحتار: بعد ما نقل الأقوال المختلفة مانصه: ففي الشريفة ذات اليسار لابد من إفرادها في دار، ومتوسطة الحال يكفيها بيت واحد من دار، وأطال إلى أن قال: وأهل بلادنا الشامية لايسكنون في بيت من دار مشتملة على أجانب، وهذا في أوساطهم فضلاً عن أشرافهم، إلا أن تكون داراً موروثة بين إخوة مثلا، فيسكن كل منهم في جهة منها مع الاشتراك في مرافقها، ثم قال: لاشك أن المعروف يختلف باختلاف الزمان والمكان، فعلى المفتي أن ينظر إلى حال أهل زمانه وبلده؛ إذ بدون ذلك لاتحصل المعاشرة بالمعروف.[1]

نیز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے اس قول کی کہ ”تو اور تیرا مال اپنے باپ کے لئے ہے“ یہی تفسیر کی ہے کہ اس سے مراد نان نفقہ ہے۔ ”درِمختار“ میں ہے کہ ایسے نابالغ اور جوان لڑکے پر جہاد فرض نہیں ہوتا جس کے ماں باپ دونوں یا ایک موجود ہوں، کیونکہ ان کی اطاعت فرضِ عین ہے، اور کوئی ایسا سفر کرنا جائز نہیں جس میں خطرہ ہو مگر ان کی اجازت سے۔ اور جس میں خطرہ نہ ہو وہ بلا اجازت جائز ہے، منجملہ اس کے علم حاصل کرنے کے لئے سفر بھی ہے۔ ”ردالمحتار“ میں ہے کہ ماں باپ کو اس سفر سے روکنے کی گنجائش ہے جبکہ اس کی وجہ سے وہ سخت مشقت میں مبتلا ہوتے ہوں۔ اور کافر ماں باپ کا بھی یہی حکم ہے جبکہ اس کے سفر سے ان کو اندیشہ ہو۔ اور اگر وہ اپنے اہلِ دین کے قتال کی وجہ سے روکتے ہوں تو ان کی اطاعت نہ کرے جب تک کہ ان کی ہلاکت کا اندیشہ نہ ہو، کیونکہ اگر وہ تنگ دست اور اس کی خدمت کے محتاج ہوں تو اس پر خدمت فرض ہے اگرچہ وہ کافر ہوں۔ اور فرضِ عین کو فرضِ کفایہ کی خاطر ترک کرنا ٹھیک نہیں۔ وہ سفر جس میں خطرہ ہو جیسے جہاد اور سمندر کا سفر ہے۔ اور جس میں خطرہ نہیں جیسے تجارت، حج، عمرہ کے لئے سفر کرنا وہ بلا اجازت جائز ہے مگر یہ کہ ہلاکت کا خوف ہو، اور علم کا سفر بھی اسی میں داخل ہے جب کہ راستہ مامون ہو اور ہلاکت کا خوف نہ ہو۔ ”بحرالرائق وفتاویٰ ہندیہ“ میں بھی ایسا ہی لکھا ہے، اور فتاویٰ ہندیہ میں ایک مسئلہ کے ذیل میں لکھا ہے کہ والدین سے اجازت لینا ضروری

[1] ص: ۵/۳۲۷.

ہے جب کہ ضروری کام نہ ہو۔" درمختار" "باب النفقہ" میں ہے کہ بیوی کے لئے ایسا گھر دینا جس میں کوئی بیوی یا شوہر کے اقارب سے نہ رہتا ہو واجب ہے۔ "درمختار" میں مختلف اقوال نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ شریف مال دار عورت کے لئے علیحدہ ایک گھر دینا ضروری ہے (اور متوسط درجہ کی عورت کے لئے گھر کا ایک کمرہ کافی ہے۔)، اس کے بعد لکھا ہے کہ ہمارے شام کے شہروں میں متوسط درجہ کے لوگ بھی ایسے گھروں میں نہیں رہتے جن میں اجنبی لوگ رہتے ہوں، چہ جائیکہ امیر اور شریف لوگ رہیں، مگر یہ کہ گھر چند بھائیوں کے درمیان مشترک اور موروث ہو تو ایسی صورت میں ہر ایک اپنے حصہ میں رہتا ہے، اور گھر کے حقوق وضروریات مشترک ہوتے ہیں۔ اس کے بعد کہا ہے کہ عرف زمان اور مکان کے اختلاف سے بدلتا رہتا ہے۔ مفتی کو زمان اور مکان پر نظر رکھنی ضروری ہے، بلا اس کے معاشرت بالمعروف حاصل نہیں ہوسکتی۔ (ترجمہ ختم ہوگیا)

ان روایات سے چند مسائل ظاہر ہوئے:

(۱) اوّل جو امر شرعاً واجب ہو اور ماں باپ اس سے منع کریں اس میں ان کی اطاعت جائز بھی نہیں واجب ہونے کا تو کیا احتمال ہے۔ اس قاعدے میں یہ فروع بھی آگئے: مثلاً اس شخص کے پاس مالی وسعت اس قدر کم ہے کہ اگر ماں باپ کی خدمت کرے تو بیوی بچوں کو تکلیف ہونے لگے تو اس شخص کو جائز نہیں کہ بیوی بچوں کو تکلیف دے اور ماں باپ پر خرچ کرے، اور مثلاً بیوی کا حق ہے کہ وہ شوہر سے ماں باپ سے جدا رہنے کا مطالبہ کرے، پس اگر وہ اس کی خواہش کرے اور ماں باپ اس کو شامل رکھنا چاہیں، تو شوہر کو جائز نہیں کہ اس حالت میں بیوی کو ان میں شامل رکھے بلکہ واجب ہوگا کہ اس کو جدا رکھے، یا مثلاً حج وعمرہ کو یا طلب العلم بقدر الفریضۃ کو نہ جانے دیں تو اس میں ان کی اطاعت ناجائز ہوگی۔

(۲) دوم جو امر شرعاً ناجائز ہو اور ماں باپ اس کا حکم کریں اس میں بھی اُن کی اطاعت جائز نہیں۔ مثلاً وہ کسی ناجائز نوکری کا حکم کریں یا رسوم جہالت اختیار کروائیں، وعلی ہذا۔

(۳) سوم جو امر شرعاً نہ واجب ہو اور نہ ممنوع ہو بلکہ مباح ہو بلکہ خواہ مستحب ہی ہو اور ماں باپ اس کے کرنے یا نہ کرنے کو کہیں تو اس میں تفصیل ہے: دیکھنا چاہئے کہ اس امر کی اس شخص کو ایسی ضرورت ہے کہ بدون اس کے تکلیف ہوگی۔ مثلاً غریب آدمی ہے، پاس پیسہ نہیں، بستی میں کوئی صورت کمائی کی نہیں، مگر ماں باپ نہیں جانے

دیئے جاویں کہ اس شخص کو ایسی ضرورت نہیں، اگر اس وجہ کی ضرورت ہے تو اس میں ماں باپ کی اطاعت ضروری نہیں۔ اور اگر اس وجہ ضرورت نہیں تو پھر دیکھنا چاہئے کہ اس کام کرنے میں کوئی خطرہ یا اندیشہ ہلاک یا مرض کا ہے یا نہیں، اور یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ اس شخص کے اس کام میں مشغول ہو جانے سے بوجہ کوئی خادم وسامان نہ ہونے کے خود ان کے تکلیف اٹھانے کا احتمال قوی ہے یا نہیں۔ پس اگر اس کام میں خطرہ ہے یا اس کے غائب ہو جانے سے ان کو بوجہ بے سروسامانی تکلیف ہوگی تب تو ان کی مخالفت جائز نہیں، مثلاً غیر واجب لڑائی میں جاتا ہے یا سمندر کا سفر کرتا ہے یا پھر کوئی ان کا خبر گیر نہیں رہے گا، اور اس کے پاس اتنا مال نہیں جس سے انتظام خادم ونفقہ کا کیا کر جاوے، اور وہ کام اور سفر بھی ضروری نہیں تو اس حالت میں ان کی اطاعت واجب ہوگی۔ اور اگر دونوں باتوں میں سے کوئی بات نہیں یعنی نہ اس کام یا سفر میں اس کو کوئی خطرہ ہے اور نہ ان کی کوئی مشقت اور تکلیف ظاہری کا کوئی احتمال ہے تو بلا ضرورت بھی وہ کام یا سفر باوجود ان کی ممانعت کے جائز ہے، گو مستحب یہی ہے کہ اس وقت بھی اطاعت کرے، اور اسی کلیہ سے ان فروع کا بھی حکم معلوم ہوگیا کہ مثلاً وہ کہیں کہ اپنی بیوی کو بلا وجہ معتد بہ طلاق دیدے تو اطاعت واجب نہیں۔ وحدیث ابن عمر یحمل علی الاستحباب او علی ان امر عمر کان عن سبب صحیح، اور مثلاً وہ کہیں کہ تمام کمائی اپنی ہم کو دے دیا کرو تو اس میں بھی اطاعت واجب نہیں، اور اگر وہ اس پر جبر کریں گے تو گناہگار ہوں گے۔ وحدیث "انت ومالک لابیک" محمول علی الاحتیاج، کیف وقد قال النبی ﷺ "لا یحل مال امرئ الا بطیب نفس منہ" اور اگر وہ حاجت ضروریہ سے زائد بلا اذن لیں گے تو وہ ان کے ذمہ دَین ہوگا جس کا مطالبہ دنیا میں بھی ہو سکتا ہے۔ اگر یہاں نہ دیں گے قیامت میں دینا پڑے گا۔ فقہاء کی تصریح اس کے لئے کافی ہے وہ اس کے معانی کو خوب سمجھتے ہیں، خصوصاً جبکہ حدیث حاکم میں بھی "اذا احتجتم" کی قید مصرح ہے۔ واللہ اعلم

کتبہ اشرف علی ۲۷ جمادی الاخری ۱۳۳۲ھ

مقام تھانہ بھون

تخریج: ... ۲۴۱۲ ... مشکوٰۃ المصابیح ۲۹۴۶

مصادر

	اسم الكتاب والمصنف	مطبوعه
١	ردّالمحتار على الدرالمختار، ابن عابدين شامي	مكتبه رشيديه كوئٹه
٢	البحر الرائق، للنسفي ابي البركات	دار إحياء التراث العربي
٣	فتاوى عالمگيرى، الشيخ نظام	قديمى كتب خانه
٤	بدائع الصنائع، علاء الدين الكاساني	مكتبه رشيديه كوئٹه
٥	الهدايه فى شرح البداية، للمرغيناني	مكتبة البشرىٰ
٦	مشكوٰة المصابيح	قديمى كتب خانه

مِن منشورات مكتبة البشریٰ

الكتب العربية

المطبوع

الهداية	(ملوّن)	كامل ٨ مجلدات
هادي الأنام إلى احاديث الأحكام		مجلد
فتح المغطى شرح كتاب الموطا		مجلد
صلاة الرجل على طريق السنّة والآثار		التجليد بالبطاقة
صلاة المرأة على طريق السنّة والآثار		التجليد بالبطاقة
متن العقيدة الطحاوية	(ملوّن)	التجليد بالبطاقة
"هداية النحو" مع الخلاصة والأسئلة والتمارين	(ملوّن)	التجليد بالبطاقة
"زاد الطالبين" مع حاشيته مزاد الراغبين	(ملوّن)	التجليد بالبطاقة
أصول الشاشي	(ملوّن)	مجلد
المرقات (منطق)	(ملوّن)	
السراجي في الميراث	(ملوّن)	
دروس البلاغة	(ملوّن)	
مختصر القدوري	(ملوّن)	
نور الأنوار	(ملوّن)	
كافية	(ملوّن)	

سيطبع قريبا بعون اللّٰه تعالى

المقامات الحريرية	(ملوّن)	الصحيح لمسلم	(ملوّن)
قاموس البشرى (عربي – اردو)	(ملوّن)	مشكوة المصابيح	(ملوّن)
نفحة العرب	(ملوّن)	مختصر المعاني	(ملوّن)
شرح الجامي	(ملوّن)	شرح التهذيب	(ملوّن)

مطبوعات مکتبۃ البشریٰ

اردو کتب (طبع شدہ)

لسان القرآن اول-ثانی-ثالث	(رنگین)	مجلد
مفتاح لسان القرآن اول-ثانی-ثالث		کارڈ کور
الحزب الاعظم ایک مہینہ کی ترتیب پر مکمل	(رنگین)	مجلد
الحزب الاعظم (جیبی) ایک مہینہ کی ترتیب پر مکمل	(رنگین)	کارڈ کور
الحجامۃ (جدید اشاعت)	(رنگین)	کارڈ کور
تیسیر المنطق	(رنگین)	کارڈ کور
علم الصرف (اولین و آخرین)	(رنگین)	کارڈ کور
عربی صفوۃ المصادر	(رنگین)	کارڈ کور
خیر الاصول فی حدیث الرسول	(رنگین)	کارڈ کور
علم النحو	(رنگین)	کارڈ کور
سیر الصحابیات	(رنگین)	مجلد
بہشتی زیور	(رنگین)	مجلد

اردو کتب (طبع شدہ)

عربی کا معلم (حصہ اول، دوم)	(رنگین)	کارڈ کور
تسہیل المبتدی	(رنگین)	کارڈ کور
تعلیم الاسلام مکمل	(رنگین)	مجلد
عربی کا آسان قاعدہ	(رنگین)	کارڈ کور
فارسی کا آسان قاعدہ	(رنگین)	کارڈ کور
فوائد مکیہ	(رنگین)	کارڈ کور
جمال القرآن	(رنگین)	کارڈ کور
فضائل اعمال		مجلد
منتخب احادیث		مجلد
تاریخ اسلام	(رنگین)	مجلد
بہشتی گوہر	(رنگین)	مجلد
اکرام مسلم		کارڈ کور

زیر طبع (ان شاء اللہ جلد دستیاب ہوگی)

تفسیر عثمانی	(رنگین)	مجلد
فضائل نبوی شرح شمائل الترمذی	(رنگین)	مجلد

PUBLISHED

Tafsir-e-Uthmani (Complete)	Vol.I – III
Lisaan-ul-Quran	Vol.I & II
Key Lisaan-ul-Quran	Vol.I & II
Concise Guide to Hajj & Umrah	
Al-Hizbul Azam	

OTHER LANGUAGES

Riyad Us Salheen	(Spanish)

To be published Shortly Insha Allah

Lisaan-ul-Quran	Vol.III & Key
Talim-ul-Islam (Coloured) Complete	
Cupping Sunnat and Treatment	

OTHER LANGUAGES

Al-Hizbul Azam	(French)